رومی

جلد اوّل

میر ولی اللہ

420

رومی

مثنوی مولانا رومؒ کا مطالعہ ایک جدید زاویۂ نگاہ سے

جس میں

بتایا گیا ہے کہ یہ مثنوی متفرقاتِ فلسفہ و تصوّف کا ایک غیر منظّم
مجموعہ نہیں بلکہ سعی و عمل۔ جدوجہد جہاد اور اُن کے
متعلقات و ملحقات کی ایک مسلسل تعلیم ہے

جلد اوّل

از

میر ولی اللہ ایڈووکیٹ ایبٹ آباد

فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام عبدالحمید خان منیجر چھپ کر
دار الاشاعت بادۂ ناب ایبٹ آباد سے شائع ہوئی
اوّل (۵۰۰)
قیمت عہ/۸

مشربِ او خورد و نوش و خواب نیست
پیرِ رُومی پیرکِ پنجاب نیست

دیباچہ

مَیں ابھی پرائمری سکول میں پڑھتا تھا کہ درسِ نظامی کا فارسی کورس تمام تر ختم کر لیا۔ اِدھر پانچویں جماعت کے امتحان سے فارغ ہوا اُدھر کریما۔ گلستاں (دیباچہ چھوڑ کر) بوستاں۔ سکندر نامہ۔ زلیخا مخزن۔ مطلع۔ تحفہ۔ ابوالفضل اور دفتر اول مثنوی مولانائے رومؒ کے سبقاً سبقاً مطالعہ سے مستفیض ہو چکا۔ مصدر الفیوض ازبر کر لی۔ مُنیہ۔ قدوری۔ سراجی اور ضَرَبَ یَضرِبُ ضرباً بھی کچھ نہ کچھ حاصل کر لی۔

مجھے اِس طرح یاد ہے گویا کل کی بات ہے کہ میرے نانا حضرت مولانا مولوی شرف الدین صاحب مرحوم و مغفور کو اُن کے دوست کہا کرتے تھے کہ آپ اِس کم سن لڑکے کو یہ کتابیں پڑھا رہے ہیں۔ یہ کیا سمجھتا ہوگا اور اس محنت سے کیا فائدہ ہوگا۔ وہ جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ کچھ سمجھے یا نہ سمجھے۔ بہر حال عبور ہو جاتا ہے۔ وفی العبور برکتٌ۔

اس عبور میں فی الحقیقت کچھ برکت تھی یا نہ تھی۔ اِس کا اندازہ آپ ذیل کے بیانِ واقعہ سے کر سکتے ہیں۔ جو خود مجھے بھی اس وقت ایک افسانہ نظر آتا ہے۔

پرائمری پاس کر کے میں ایک مڈل سکول میں چلا گیا۔ اور افسوس ہے کہ اس طرح حضرتِ ممدوح نوراللہ مرقدہٗ کے فیضانِ صحبت سے میں ہمیشہ کے لئے قریب قریب بالکل محروم ہو گیا۔ مڈل سکول میں پہنچکر ایک سال (انگریزی کی کمی پوری کرنے کے لئے) جونیئر سپیشل کلاس میں صرف ہُوا۔ جب فسٹ مڈل یعنی چھٹی جماعت میں داخل ہُوا تو انگریزی کی پہلی کتاب (فسٹ انگلش ریڈر) پڑھنی شروع کی۔ اس کتاب کا آغاز ایک کہانی سے ہوتا ہے جو غالباً کسی مشرقی کہانی کا انگریزی ترجمہ ہے کہانی پڑھ کر خیال آیا کہ اِس کا فارسی نظم میں ترجمہ کیا جائے۔ چنانچہ ذیل کی نظم میری اسی ابتدائی کوشش کا نتیجہ ہے ؎

شنیدم کہ درویش آزاد مرد　　ارادہ پئے سفر تا تار کرد
بیامد بشہرے و کردہ قیام　　بایوانِ شاہنشہے شاد کام
بیفشرد در آں مکاں پائے را　　سرائے بدانست آں جائے را
بآرام بر چادرِ خود نشست　　کشادہ درِ دل مگر چشم بست
چو بشنید ایں قصہ دربانِ شاہ　　بیامد دواں سوئے آں پارسا
بگفتش کہ برخیز اے بے حیا　　تو ہرگز ازیں بعد ایں جا میا
شہنشاہ ہم اتفاقاً رسید　　درآں جا و درویش را چوں بدید
بگفتش کہ ایں را سرائے مداں　　کہ قصرِ شہنشاہی ست ایں مکاں
بگفتا کہ اے شاہ فرخندہ بخت　　بپرسم سخن چند گر رخصت ست
بگفتش کہ ہر چہ بخواہی بگو　　تو اے زاہد و عابد نیک خو

بپرسید درویش ۔ زیں پیشتر — کہ بودہ دریں قصر اے نامور
بگفتا کہ آبا و اجداد من — کہ بودند شاہان پیشیں زمن
کدام است باشندۂ ایں مکاں — بپرسید درویش درایں زماں
بگفتا کہ اکنوں دریں جا منم — کہ سہ پنج ہستی بسر مے کنم
بپرسید درویش کاے بادشاہ — پس از تو کہ آید دریں جایگاہ
بگفتش کہ پسرم بحکم الٰہ — اگر عمر او کرد یا او وفا
چو بشنید ایں پاسخ از بادشاہ — بگفتا کہ اے شاہ فرخندہ رائے
چو ایں خانہ تبدیل مہماں کند — یکے آید و دیگرے مے رود
نیامد دریں جا کسے کو نرفت — یکے آمد و دیگرے رخت بست

نہ قصرے بخوانیم ایں خانہ را
سرائے بدانیم ایں خانہ را

اِس نظم میں غلطیاں بھی ہیں اور خامیاں بھی ۔ لیکن مَیں نے کبھی ان کی اصلاح کا خیال نہیں کیا ۔ گو بعض غلطیاں بہت بیہودہ ہیں اور اُنہیں دیکھ کر ہنسی آتی ہے ۔ لیکن پھر کہتا ہوں کہ چھٹی جماعت کے ایک لڑکے کی غلطیوں پر ایک کُہنہ مشق آدمی کو ہنسنے کا کیا حق ہے ؟

گو سکول اور کالج کی طالب علمی کے زمانے میں فارسی پڑھنے کا شوق بدستور قائم رہا ۔ لیکن مثنوی مولانائے روم کو سبقاً سبقاً تمام کرنے کا کبھی موقع نہ ملا ۔ اتنا ہوتا رہا کہ کبھی کبھی کہیں کہیں سے کوئی کہانی یا کوئی مبحث پڑھ لیا ۔ مسلسل اور متواتر مطالعہ سے محروم ہی رہا ۔ البتہ

یہ بات ضرور تھی کہ والدِ مرحوم و مغفور جناب مولانا مولوی محمد سلطان میر صاحب سے مثنوی کے دلچسپ مقامات اکثر سُنتا رہتا تھا۔ حضرت مبرور کو مثنوی سے اتنا شغف تھا کہ مثنوی کے اکثر مباحث اور قصص زبانی یاد تھے۔ اور شعر اس سوز اور ترنم سے پڑھتے تھے کہ سننے والوں پر وجد کی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ افسوس سے کہتا ہوں کہ مجھے ان کا وہ ترنم ورثہ میں ملا۔ چودہ پندرہ برس کی بات ہوگی کہ ایبٹ آباد کے مشہور تاجر اور میرے عزیز دوست مولوی عبدالرحمٰن صاحب ایک روز میرے پاس آئے اور کہا کہ میں آپ کے ساتھ مثنوی پڑھنا چاہتا ہوں۔ میں نے یہ خیال کر کے کہ مولوی صاحب ایک دو مہینے کے بعد خود ہی تھک کر بیٹھ جائینگے انکار نہ کیا اور اُن کے ساتھ مثنوی کا مسلسل مطالعہ شروع کر دیا۔ آپ جانتے ہیں کہ پڑھنے سے پڑھانا مشکل ہے۔ میں ہر روز کا سبق ایک روز پہلے ہی نہایت غور اور فکر کے ساتھ دیکھ لیا کرتا تھا۔ اس بندۂ خدا نے کمال کیا کہ اتوار دیکھا نہ جمعہ۔ دو اڑھائی سال متواتر اس کام پر لگا رہا اور مثنوی کو اِس سرے سے اُس سرے تک پڑھ ڈالا۔ گویا یہ پہلا موقعہ تھا کہ میں نے یہ کتاب مسلسل طور سے لفظ بلفظ پڑھی ؛

اِس مطالعہ کے دَوران میں مجھ پر یہ حقیقت واضح ہوئی۔ کہ مثنوی جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے فلسفہ اور تصوّف کے متفرق مسائل اور کہانیوں کا مجموعہ نہیں۔ بلکہ سعی و عمل اور جہد و جہاد کی ایک نہایت ہی منظم تعلیم ہے۔ کتاب کے منازل و مراحل جُوں جُوں

طے ہوتے گئے میرا یہ خیال پختہ تر ہوتا گیا۔ کتاب ختم کرنے پر مَیں نے ارادہ کیا کہ اس کے متعلق کچھ لکھوں۔ لیکن یہ ارادہ گو سالہا سال دماغ میں چکر لگاتا رہا۔ اس کی تعمیل و تکمیل کی صورت پیدا نہ ہوئی۔ بات یہ ہوئی کہ اسی اثنا میں ایک اور کام پر لگ گیا۔ وہ یہ تھا کہ فارسی کے غزل گو شعرا کے دیوانوں کا ایک بہتر حاصل انتخاب تیار کرنا شروع کر دیا۔ ہندوستان کی مختلف لائبریریوں سے مطبوعہ اور قلمی دیوان منگوا منگوا کر اُن کا انتخاب کیا۔ اور انتخاب میں یہ التزام کیا کہ تمام تر دیوان پہلے حرف بحرف پڑھ لیا۔ چار چار سو صفحے کی سات جلدیں مکمل ہوئی تھیں کہ شہر پر ایک ناگہانی مصیبت نازل ہو گئی۔ یعنی جولائی ۱۹۳۵ء میں ایبٹ آباد تمام تر جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ اس افراتفری میں میرے کتب خانہ کی تمام کتابیں بوریوں اور بکسوں میں بند ہو کر گداموں میں بے ترتیب رکھ دی گئیں۔ لکھنے پڑھنے کے اَور سب کام بند ہوئے اَور مثنوی کا مطالعہ اُسی پُرانے نظریے کے ماتحت پھر شروع ہو گیا۔ یہ کتاب اِسی مطالعہ کا نتیجہ ہے۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ مَیں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا یا نہ۔ البتہ یہ بات یقینی ہے کہ اس نئے نقطۂ نظر سے مثنوی کے مطالعہ کی نئی راہیں کھُل گئیں۔

مثنوی کو بعض لوگ محض مجموعۂ اساطیر سمجھتے ہیں۔ اَور بعض

لوگوں نے شروح و تراجم کے ذریعے مثنوی کو ابن عربی کی فصوص الحکم بنا کر رکھ دیا ہے۔ وہی بات ہے ؎

ہر کسے از ظن خود شد یارِ من

وز درونِ من نجست اسرار من

ممکن ہے میں نے بھی محض اپنے ظن کی پیروی کی ہو۔ لیکن اسرار جوئی کی یہ کوشش بہرحال مفید نتائج کی حامل ہو گی ‫.

جب کسی قوم پر ادبار کے دن آتے ہیں تو وہ سعی و عمل اور جدوجہد کی تکلیفوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لئے طرح طرح کی دلیلیں گھڑ لیا کرتی ہے۔ انحطاط کے زمانے کا یہ فلسفہ ہر قوم میں مشترک ہے۔ اسلامی فلسفے میں جبر و اختیار کی بحثیں جب شروع ہوئیں تو مسلمانوں نے توکل اور تقدیر کے یہ معنے نکالے۔ کہ جب سب کچھ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اور اس کے حکم کے سوا پتہ بھی نہیں ہل سکتا تو پھر ہماری کوشش بے سود اور بیہودہ ہے۔ جو کچھ ملنا ہے مل جائے گا اور جو کچھ ہونا ہے ہو کر رہے گا۔ ہم خواہ مخواہ اپنے آپ کو تکلیف میں کیوں ڈالیں ‫.

مولانائے رومؒ نے اس فلسفہ کے خلاف مثنوی میں اتنا کامیاب جہاد کیا ہے کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ رنگ رنگ کی دلیلیں طرح طرح کی بحثیں اور عجیب عجیب کہانیاں سنا کر یہ ثابت کیا ہے کہ سعی و عمل اور جد و جہد نہایت ضروری ہے۔ اس کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہو سکتا

اس بحث پر مولانا نے انسانوں اور جانوروں کے چند درچند مکالمات لکھے ہیں - اور نئی نئی دلیلیں سعی و عمل کی ضرورت کے حق میں پیدا کی ہیں ٭

جہاد کا جذبہ قوم کی زندگی کی دلیل ہے - مسلمانوں نے نہ صرف جہاد چھوڑ دیا بلکہ اُس کے خلاف ایک فلسفہ بھی پیدا کر لیا - مولانا نے فلسفۂ جنگ اور جہاد کے اصولوں کو مثنوی میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے - اور بتایا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کیوں ضروری ہے اور جا بجا یہ بھی بتائے گئے ہیں کہ جوع الارض کے لئے جہاد جائز نہیں ٭

کمزور ایمان والے لوگوں کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنی بے بضاعتی اور دشمن کی باسروسامانی کی دلیل پیش کر کے جہاد سے جان بچایا کرتے ہیں - مولانا نے اس دلیل کے بطلان کی بیحد کوشش کی ہے - اور بتایا ہے کہ یہ کمزوری ایمان کی کمزوری ہے نہ کہ سروسامان کی - اس سلسلے میں مہمان کُش مسجد کا قصہ نہایت سبق آموز ہے ٭

جہاد کی راہ میں رُکاوٹ پیدا کرنے والی چیزیں عموماً یہ ہوا کرتی ہیں (۱) دولتِ دنیا کی محبت (۲) اولاد اور عزیز رشتہ داروں کی محبت (۳) موت کا ڈر ٭

مولانا نے بے شمار طریقوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جن چیزوں سے تم محبت کر رہے ہو اور جو چیزیں تم کو جہاد فی سبیل اللہ سے روکتی ہیں - وہ درحقیقت ہیچ ہیں - اسی سلسلے میں حیات و ممات

کے اسرار ورموز کے متعلق وہ وہ باتیں بتائی ہیں کہ باید وشاید۔ ارتقائے حیات کے متعلق عجیب وغریب نظریئے پیش کئے ہیں۔ اور ہر ایک نظریے سے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ خدا کی راہ میں جان کی قربانی درحقیقت کوئی قربانی نہیں بلکہ ایک سودا ہے جس میں تم سنگریزہ دے کر جواہرات حاصل کرتے ہو۔ یہ زندگی فانی ہے۔ کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ کسی قیمت کی نہیں۔ اس زندگی کی قربانی کے عوض جو زندگی تم کو ملے گی۔ وہ پائدار ہے۔ فنا سے محفوظ ہے۔ وہ زندگی ایک بہشت ہے اس کے مقابلے میں یہ زندگی ایک قیدخانہ ہے۔ دوزخ ہے۔ مصیبت ہے۔ اس سلسلے میں اُس اعرابی کی کہانی جو پانی کا گھڑا بطور تحفہ لے کر خلیفۂ بغداد کے پاس گیا تھا۔ مضمون کی وضاحت کے لئے بیحد مفید اور نتیجہ خیز ہے ÷

مولانا نے مثنوی میں بہت اخلاق۔ فلسفہ و تصوف اور متصلہ مضامین پر بے حد وشمار باتیں بتائی ہیں۔ لیکن سعی و عمل۔ جدوجہد اور اُن کے متعلقات وملحقات کے بیان کا مسلسل رشتہ کہیں ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ بات سے بات نکال کر اپنی اصلی راہ سے سینکڑوں میل اِدھر اُدھر نکل جاتے ہیں۔ مگر اس قسم کی تمام صحرانوردیاں اور جہان گردیاں کرکے پھر اسی راہ پر آکر آگے چلنا شروع کر دیتے ہیں ÷

مثنوی کی پہلی کہانی ہی جو ایک بادشاہ۔ کنیز اور حکیم کے متعلق ہے بظاہر ایک عجیب نظریہ پیش کرتی ہے۔ جو سرسری نگاہ سے بعید از عقل وانصاف ہے لیکن ذرا غور سے دیکھا جائے۔ تو یہ کہانی فلسفۂ

جنگ و جہاد کے اصل اصول اور اس کے جواز کی ایک ایسی دلیل ہے
جو اپنا ثانی نہیں رکھتی - خود میرے دل میں ہمیشہ اس قصے کی خلش
سی رہتی تھی - کہ مولانا نے کتاب کی بسم اللہ اس کہانی سے کیوں کی۔
یہ کہانی بیان ہی کیوں کی اور اس کا مقصد کیا تھا۔لیکن مثنوی کو
میرے اس نقطۂ نظر سے دیکھو تو معلوم ہو گا - کہ مولانا مثنوی کی بسم اللہ
اس سے بہتر ہرگز نہ کر سکتے تھے ؛

مثنوی کا پہلا صفحہ جو گویا بانسری کا پیغام ہے - وہ فلسفۂ جہاد
کی گویا تمہید ہے - بانسری کی آواز رُوح کی آواز ہے - جو اس قفسِ
عنصری میں قید ہے - اور اُس مرغِ چمن کی طرح جو باغ کی بہار دیکھ
آیا ہو اور اب پنجرے میں بند ہو - ہر وقت یہ آرزو رکھتی ہے کہ
کہیں اس پنجرے کی تیلیاں ٹوٹیں اور وہ اپنے اصلی وطن کو جائے
دنیا کی زندگی کو مولانا نے اِس طرح ابتدا میں ہی قید خانے سے
تشبیہ دی ہے - اور دلوں پر یہ اثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے
کہ یہ زندگی ہیچ ہے اس کو خدا کی راہ میں صرف کر کے حیات ابدی
حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے ؛

مسلمانوں پر ہی منحصر نہیں - ہر قوم جب زندگی کے اس صحیح
اصول یعنی جہد و جہاد کو چھوڑ بیٹھتی ہے تو وہ غلام بن جاتی ہے ؎

مصافِ ہستی میں کشمکش سے محالِ مطلق ہے بیچ کے رہنا
غلام بن یا غلام کر لے شکار کر یا شکار ہو جا

ہندوؤں کو دیکھئے یہ قوم جب سے اُس نے مہابھارت کے زمانے کی اُس عالیشان کتاب کو جسے مہاراج کرشن کی گیتا کہتے ہیں، بالائے طاق رکھ دیا اور رنگا رنگ کے نئے شاستر تصنیف کر کے اُن کو اپنا دستور العمل ٹھیرا لیا۔ قعر مذلت میں گرتی چلی گئی اور اتنی گہرائیوں تک گر گئی کہ صدیاں غلامی میں گزار دیں۔ لیکن اپنی پستی کو محسوس نہ کیا۔ میرا عقیدہ ہے کہ ہندوؤں میں اس وقت نئی زندگی کے جو آثار نظر آرہے ہیں وہ گیتا کے مطالعہ کی اس تجدید کا نتیجہ ہیں جو اس قوم میں کچھ عرصہ سے پائی جاتی ہے۔ گیتا کی تعلیم سراسر سعی و عمل اور جہد و جہاد کی تعلیم ہے۔ رومی پر نظر ڈالئے اور پھر گیتا کو دیکھئے۔ ایسا معلوم ہوگا کہ دونو مصنف پہلو بہ پہلو ایک ہی شاہراہ پر گام زن ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مسلمان مصنف اسلامی ماحول میں چلتا پھرتا نظر آتا ہے اور ہندو مصنف اپنی تہذیب اور کلچر کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ مبحث و مدعا دونو کا ایک ہے ٭

عرصہ ہوا میں نے گیتا کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کا فارسی نظم میں ترجمہ کیا تھا۔ اُسے یہاں بھی لکھتا ہوں کہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ گیتا کا کیا رنگ ہے ٭ ؎

گفت آں محرم اسرار نہاں خانۂ دہر
کاندریں عالم ایجاد بقا در عمل است
گر بمیدان عمل جاں بدہی زندہ شوی
زانکہ اثبات تو در نفی فنا در عمل است

بے عمل ذکرِ حکیمانہ نفاق ہست و شقاق
معدنِ گوہر اخلاص و صفا در عمل است
کارکن کار کہ فارغ شوی از کارِ جہاں
دولتِ عشرتِ جاوید دلا در عمل است
بے عمل زیست محال است ز روے فطرت
رازِ سربستۂ تقویم شما در عمل است
قولِ ہادی ست بہر شیوہ چراغِ رہِ ماہ
لیک سرچشمۂ انوارِ ہُدیٰ در عمل است
علم ہم گرچہ بود وصفِ بلندِ انساں
پیشِ اربابِ خرد قرب خدا در عمل است

عجیب لطیفہ ہے کہ اِدھر مولانا نے مثنوی بانسری کے پیغام سے شروع کی ہے اور اُدھر مہاراج کرشن بھی کسی وقت بانسری ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

مولانائے روم رح کے سوانح حیات کا ایک مختصر سا تذکرہ انشاء اللہ تعالیٰ جلدِ دوم کے خاتمہ پر دیا جائے گا۔

نیازمند

میر ولی اللہ
ایبٹ آباد

۱۲-اکتوبر سنہ ۱۹۳۷ء

بیا کہ من ز خُمِ پیرِ روم آوردم
مے سخن کہ جواں تر ز بادۂ عنبی ست

(اقبال)

جلد اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دفتر اوّل

فلسفۂ جہاد کے ابتدائی اصول

زندگی اور موت کی حقیقت

ظاہر ہے کہ امر معروف اور نہی منکر کی صورت میں عموماً اور جہاد فی سبیل اللہ کی صورت میں خصوصاً جو چیز انسان کو سعی کرنے سے روکتی ہے۔ وہ زندگی اور موت کا سوال ہے۔ زندہ رہنے کی آرزو اور موت سے بچنے کی خواہش نفسیاتِ انسانی میں ایک ایسا طاقتور اور ہمہ گیر جذبہ ہے۔ کہ زندگی کے ہر شعبے میں اس کی کارفرمائی سے

کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا - اگر اعلائے کلمۂ حق میں مردِ مسلمان کو موت کا ڈر نہ ہوتا - تو کفر و الحاد کی یہ قوتیں جو خدائے برتر کی زمین پر ٹڈی دل کی طرح چھائی ہوئی ہیں - کب کی زائل ہو چکی ہوتیں اور سلطانِ باطل کے یہ سربفلک قلعے جو یزدانی فوجوں کے مقابلے میں اہرمنی طاقتوں کے مستحکم مرکز بنے ہوئے ہیں - کب کے زمین کے برابر ہو چکے ہوتے ؎

وائے نہ یک بار کہ صد بار وائے
وائے بگبر ان مسلمان نمائے

مولانائے روم ؒ نے مثنوی کے شروع میں ہی ایک نہایت دلکش پیرائے میں یہ امر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ زندگی درحقیقت اس قدر عزیز اور لذیذ نہیں کہ ہم اس کی خاطر دنیا کے غلام بن جائیں - اور موت اس درجہ مکروہ نہیں کہ اُس کے ڈر سے ہم دین سے دُور ہو جائیں - بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اگر عقلِ نکتہ رس پر پردے نہ پڑے ہوں اور چشمِ حقیقت بین بند نہ ہو - تو تم دیکھ اور سمجھ سکو کہ زندگی درحقیقت زمانۂ ہجر اور موت دراصل ذریعۂ وصال ہے یہ نکتہ آپ نے بانسری کی زبان سے بیان کیا ہے - اور وہ لوگ جو موسیقی کی زبان کو سمجھتے ہیں جانتے ہیں کہ میدانِ کارزار میں مردانِ کار کے دلوں سے زندگی کی محبت اور موت کا ڈر دور کرنے میں نغماتِ ساز کا کتنا حصہ ہے - فرماتے ہیں :-

بشنو از نے چوں حکایت مے کند	۱	وز جدائی ہا شکایت مے کند
کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند	۲	از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق	۳	تا بگویم شرحِ دردِ اشتیاق
ہر کسے کو دُور ماند از اصلِ خویش	۴	باز جوید روزگارِ وصلِ خویش
من بہر جمعیتے نالاں شدم	۵	جفتِ خوش حالان و بد حالاں شدم
ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من	۶	وز درونِ من نجست اسرارِ من
سِرِ من از نالۂ من دور نیست	۷	لیک چشم و گوش را آں نور نیست
تن ز جاں و جاں ز تن مستور نیست	۸	لیک کس را دید جاں دستور نیست

ترجمہ (۱) بانسری سے سُن وہ کیا کہتی ہے وہ جدائیوں کی شکایت کرتی ہے (۲) کہ جب سے مجھے نیستان سے کاٹ کر لائے ہیں۔ میری فریاد سے مرد و زن روتے رہے ہیں (۳) مَیں چاہتی ہوں کہ سینہ فراق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے تاکہ مَیں دردِ اشتیاق کی شرح بیان کروں (۴) جو شخص اپنے اصل سے دُور ہو گیا۔ وہ دوبارہ وصل کے زمانے کی خواہش کرتا ہے (۵) مَیں ہر مجلس میں روتی رہی اور ہر طرح کے لوگوں سے ملتی رہی (۶) لیکن ہر ایک شخص اپنے اپنے گمان کے مطابق مجھے سمجھتا رہا۔ میرے دل کا بھید کسی نے نہ ڈھونڈھا

(۷) میرا بھید میری فریاد سے دور نہیں۔ لیکن آنکھوں اور کانوں میں اُس کے دیکھنے اور سننے والا نور نہیں (۸) جسم جان سے اور جان جسم سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن جان کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔

یہی حال روحِ انسانی کا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ تمام روحیں روح الارواح (یعنی ذات باری تعالےٰ) سے متصل تھیں۔ وہاں سے جدا ہو کر جب ہر ایک روح ایک علیٰحدہ جسم میں آگئی۔ گویا اپنے اصل سے جُدا ہو گئی۔ اس لئے زندگی کا زمانہ روح کے لئے جدائی اور فراق کا زمانہ ہے۔ روح جسم کی قید میں بے تاب ہے کہ کب وہ اِس زندان سے نکل کر اپنے اصل کے ساتھ جا ملتی ہے۔ مجبور روح ہر وقت اسی آرزو میں ہے کہ وہ جلدی وصال حاصل کرے۔ لیکن انسان کی عقل پر اس کی آنکھوں اور کانوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں کہ وہ روح کی اس آواز کو نہ سن سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں۔ ہر ایک شخص اپنے ظن و گمان کے مطابق روح کی اس آواز کی تاویلیں کرتا ہے۔ لیکن حقیقت کو کوئی نہیں سمجھتا۔

نَے اور نیستان کی تعبیر قریب قریب تمام شارحین مثنوی نے اسی طرح کی ہے۔ مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

حبذا روزے کہ پیش از روز و شب فارغ از اندوہ و آزاد از طلب
متحد بودیم با شاہِ وجود حکمِ غیریت بکلّی محو بود

بود اعیان جہاں بے چند و چوں　　ز امتیاز علمی و عینی مصوں
نے بلوح علم شاں نقش ثبوت　　نے ز فیض خوان ہستی خوردہ قوت
نے ز حق ممتاز نے از یک دگر　　غرق در دریائے وحدت سربسر
ناگہاں در جنبش آمد بحر جود　　جملہ را در خود ز خود پیدا نمود
امتیاز علمی آمد درمیاں　　بے نشانے را نشانہا شد عیاں
واجب و ممکن ز ہم ممتاز شد　　رسم و آئین دوئی آغاز شد
بعد ازاں یک موج دیگر زد محیط　　سوئے ساحل آمد ارواح بسیط
موج دیگر زد پدید آمد عیاں　　برزخ جامع میانِ جسم و جاں
پیش آں کز زمرہ اہل حق ست　　نام آں برزخ مثالِ مطلق ست
موج دیگر باز در کار آمدہ　　جسم و جسمانے پدیدار آمدہ
جسم ہم گشت ست طوراً بعد طور　　تا بنوعِ آخرش افتادہ دور
نوع آخر آدم ست و آدمی　　گشتہ محروم از مقام محرمی
بر مراتب سربسر کردہ عبور　　پایہ پایہ ز اصل خود افتادہ دور
چوں نگردد زار مسکیں زیں سفر　　نیست از وے ہیچ کس مہجورتر
نے کہ آغاز حکایت مے کند　　از جدائی ہا شکایت مے کند
کز نیستانے کہ در وے ہر عدم　　رنگ وحدت داشت با نور قدم
تا ز تیغ فرقتم ببریدہ اند　　از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
کیست مرد اسمائے خلّاق ودود　　کاں بود فاعل در اطوارِ وجود
چیست زن اعیان جملہ ممکنات　　منفعل گشتہ ز اسما و صفات

چوں ہمہ اسما و اعیاں بے قصور دارد اندر رتبۂ انسان ظہور
جملہ را در ضمن انساں نالہ ہاست کہ چرا ہر یک زاصل خود جدا ست
شد گریباں گیر شاں حبِّ وطن
ایں بود سرِّ نفیر مرد و زن

یعنی کیا اچھا تھا وہ دن کہ ابھی دن اور رات پیدا نہیں ہوئے تھے۔ غم اور طلب کی مصیبتوں سے آزاد ہم شاہِ وجود (خدائے تعالیٰ) سے متحد تھے۔ غیریّت بالکل نہ تھی۔ اعیانِ جہاں چونؔ چرا سے معرّا اور امتیازات علمی و غیبی سے مبرّا تھے۔ لوحِ علم پر نقشِ ثبوت نہ تھا۔ اور خوانِ ہستی کے فیض سے ابھی کچھ نہیں کھایا تھا۔ ہم خدا سے اور ایک دوسرے سے جدا نہ تھے اور دریائے وحدت میں سربسر غرق تھے۔ اچانک جُود کا سمندر جوش میں آیا اور تمام چیزوں کو اپنے اندر اپنے سے پیدا کر دیا۔ امتیازات ظاہر ہو گئے اور بے نشان کے نشان پیدا ہو گئے۔ واجب اور ممکن ایک دوسرے سے ممتاز ہو گئے اور دوئی کا آغاز ہو گیا۔ اس کے بعد سمندر نے دوسری موج ماری اور روحیں کنارے پر آگئیں۔ ایک اور لہر اُٹھی اور جسم و جان کے درمیان برزخ پیدا ہو گیا۔ اہلِ حق اس برزخ کو مثالِ مطلق کہتے ہیں۔ ایک اور موج اُٹھی اور جسمانیات کا ظہور ہوا۔ جسم نے بھی کئی صورتیں اختیار کیں۔ اس کی آخری صورت آدم اور آدمی ہے۔ جو مقام محرمی سے

محروم ہو گیا ہے اور مختلف مراتب کو عبور کر چکا ہے۔ اِس طرح پایہ بہ پایہ وہ اپنے اصل سے دُور ہو گیا ہے۔ یہ مسکین اِس سفر سے تنگ آگیا ہے کیونکہ وہ بہت مہجور ہے۔ بانسری یہی قصہ بیان کرتی ہے اور جدائی کی شکایت کرتی ہے۔ کہ اُس نیستان سے جس میں تمام عدم قدم کے ساتھ متحد تھے جب سے مجھے کاٹ کر علیحدہ کیا ہے میرے نالوں سے مرد اور عورت رو رہے ہیں۔ مرد سے مراد خلاق ودود کے اسما ہیں جو اطوار وجود میں فاعل ہیں عورت سے مراد ممکنات کے اعیان ہیں جو اسماء و صفات سے اثر پذیر ہوتے ہیں۔ چونکہ تمام اسماء و اعیان رتبۂ انسانی میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ اِس لئے یہ سب انسان کی زبان سے فریاد کرتے ہیں کہ ہم کیوں اپنے اصل سے علیحدہ ہیں۔ حُبِّ وطن نے انہیں فریاد پر مجبور کیا ہے۔ مرد و زن کی فریاد کا بھید یہی ہے ؎

یہاں تک تو شارحانِ قدیم کی تاویل درست ہے۔ لیکن آگے چل کر وہ تصوف کی پیچیدگیوں میں ایسے پھنسے ہیں کہ اصل مدعا کو فوت کر دیا ہے۔ مولانا روم کا مدّعا صرف اتنا ہے کہ موت دراصل ہمیں اپنے اصل سے ملانے کا ذریعہ ہے اِس سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ اور پھر اگر موت خدا کی راہ میں نصیب ہو تو نورٌ علیٰ نور ہے ؎

مولانا فرماتے ہیں :-

آتش است این بانگ نائی نیست باد	١	ہر کہ این آتش ندارد نیست باد
نے حریفِ ہر کہ از یارے برید	٢	پردہ ہائش پردہ ہائے ما درید
دو دہاں داریم گویا ہمچو نے	٣	یک دہاں پنہاں ست در لبہائے وے
یک دہاں نالاں شدہ سوئے شما	۴	ہائے و ہوئے در فگندہ در سما
لیک داند ہر کہ او را منظر است	۵	کایں فغاں ایں سری ہم زاں سر است
دمدمۂ این نائی از دمہائے اوست	٦	ہائے و ہوئے روح از ہیہائے اوست

ترجمہ (١) بانسری کی یہ آواز آگ ہے ہوا نہیں۔ جس شخص میں یہ آگ نہ ہو خدا اُسے تباہ کرے (٢) بانسری ہر اُس شخص کی حریف ہے جو اپنے یار سے جدا ہو۔ اُس کے پردوں (نغموں) نے ہمارے پردے پھاڑ ڈالے (٣) بانسری کی طرح گویا ہمارے دو منہ ہیں۔ ایک منہ اُس کے (یعنی خدا کے) لبوں میں پوشیدہ ہے (۴) ایک منہ تمہاری طرف فریاد کر رہا ہے اور آسمانوں میں شور ڈالا ہوا ہے (۵) لیکن صاحب ہوش سمجھ سکتا ہے کہ اِس منہ والی فریاد بھی اُس دُوسرے منہ سے آ رہی ہے (٦) بانسری کا یہ شور اُس کے دم سے ہے۔ اور روح کی یہ ہاؤ ہو اس کی ہاؤ ہو کا نتیجہ ہے ؁

ابیات بالا سے صاف ظاہر ہے کہ نَے اور نیستان سے

مولانا کی مراد کیا ہے ؟

دولتِ دُنیا کی محبت

جہاد سے روکنے والی دوسری چیز دولتِ دنیا کی محبت ہے۔ یہ محبت جہاد فی سبیل اللہ کی راہ میں دو طریقوں سے مانع ہوتی ہے ۔ایک طریقہ بالواسطہ ہے اور دوسرا طریقہ بلاواسطہ۔ طریق اول یہ ہے کہ دولت کی محبت آدمی کے دل میں بہت دیر تک زندہ رہنے کی خواہش پیدا کرتی ہے ۔آدمی چاہتا ہے کہ اپنی دولت کو روز بروز بڑھاتا رہے اور مدتِ مدید تک اس سے بہرہ اندوز ہوتا رہے ۔دولتِ دنیا کے تعلقات آدمی کو مرنے سے ڈراتے رہتے ہیں ۔اور جس قدر دولت کی حرص زیادہ ہوتی ہے ۔اسی قدر زندگی کی آرزو اور موت کا ڈر زیادہ ہوتا ہے۔ عالمِ دنیا کے یہ تعلقات انسان کو اتنا کمزور کر دیتے ہیں کہ وہ موت کا نام سُن کر بھی کانپنے لگتا ہے ۔آدمی ان تعلقات سے جتنا آزاد ہو اُتنا ہی مرنا اُس کے لئے آسان ہوتا ہے ۔کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

تکلف گر نباشد خوش تواں زیست
تعلق گر نباشد خوش تواں مُرد

طریق دوم یہ ہے کہ جہاد کی صورت میں کاروبار دُنیا کو

چھوڑنا پڑتا ہے - جس سے مال کی جمع آوری میں نقصان ہوتا ہے - جس شخص کے دل میں دولتِ دنیا کی محبّت جاگزین ہو چکی ہو - اس کے لئے جہاد پر جانا گویا اپنے محبوب سے جُدا ہوتا ہے اور اس کے لئے حتی الوسع آدمی تیار نہیں ہوتا ۔

قرآنِ کریم میں ہے کہ :-

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَ ازواجكم وَعشيرتكُمْ وَ اموال اقترفتموها وَ تجارة تخشون كسادها وَ مساكن ترضونها احب اليكم من الله ورسوله وَجهاد فی سبيل الله فتربصوا حتیٰ یاتی الله بامره وَالله لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۔ (التوبہ)

ترجمہ - کہہ کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو کمائے ہیں اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکان جو پسند رکھتے ہو عزیز ہیں تمہارے نزدیک اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تو ٹھہرو حتیٰ کہ پہنچے اللہ ساتھ اپنے حکم کے اور اللہ ہدایت نہیں کرتا فاسق لوگوں کی ۔

مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ زندگی اور موت کی اصل حقیقت بیان کرنے کے بعد دولتِ دنیا کی حرص کے متعلق یوں درافشانی کرتے ہیں ؎

بند بگسل باش آزاد اے پسر	۱	چند باشی بندِ سیم و بندِ زر
گر بریزی بحر را در کوزۂ	۲	چند گنجد قسمتِ یک روزۂ
کوزۂ چشمِ حریصاں پُر نشُد	۳	تا صدف قانع نشد پُر دُر نشُد
ہر کرا جامہ زعشقے چاک شُد	۴	او زحرص و عیب کُلّی پاک شُد

ترجمہ (۱) اے بیٹے بند کو توڑ دے اور آزاد ہو جا۔ کب تک تو سونے اور چاندی کا غلام بنا رہے گا (۲) اگر تو سمندر کو کوزے میں ڈالنے کی کوشش کریگا تو اس کا کیا فائدہ ہوگا کیونکہ کوزے میں زیادہ سے زیادہ ایک دن کے لئے پانی جمع کیا جا سکتا ہے (۳) حریصوں کی آنکھ کا کوزہ کبھی نہیں بھرتا۔ جب تک صدف قانع نہیں ہوتا اُس میں موتی پیدا نہیں ہوتا (۴) جس شخص کا جامہ عشق سے چاک ہو گیا۔ وہ حرص اور عیب سے بالکل پاک ہو گیا۔

مولانا فرماتے ہیں کہ سیم و زر کی محبت فضول ہے۔ اللہ تعالےٰ کے خزانے بے انتہا ہیں۔ اِن کو جمع کرنے کی کوشش بے سُود ہے چند روزہ زندگی کے لئے تجھے اتنا زیادہ مال نہیں چاہئیے۔ اصل دولت قناعت ہے اور اس دولت کو حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ یعنی عشق۔ یہاں عشق سے مراد وہی عشق ہے جو

نے کو نیستان سے ہے۔ لیکن خود بقولِ مولانا ؎

بر سماع راست ہر تن چیز نیست	طعمہ ہر مرغکے انجیر نیست

ترجمہ۔ ان باتوں کو نہ ہر شخص سُن سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے۔
ہر ایک پرندہ انجیر نہیں کھاتا۔

آگے چل کر مولانا اس عشق کے متعلق جو انسان کے دل سے زندگی کی آرزو موت کے ڈر اور دولتِ دنیا کی حرص کو کم کرتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما	۱	اے طبیبِ جملہ علّت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما	۲	اے تو افلاطون و جالینوس ما
جسم خاک از عشق بر افلاک شد	۳	کوہ در رقص آمد و چالاک شد
عشق جانِ طور آمد عاشقا	۴	طور مست و خر موسیٰ صعقا
جملہ معشوق است و عاشق پردۂ	۵	زندہ معشوق است و عاشق مردۂ
چوں نباشد عشق را پروائے او	۶	او چو مرغے ماند بے پروائے او
پر و بالِ ما کمندِ عشق اوست	۷	مو کشانش میکشد تا کوئے دوست

ترجمہ (۱) اے ہمارے اچھے خیال والے عشق! خوش رہ۔ اے

ہماری تمام بیماریوں کے علاج (۲) اے ہماری نخوت و ناموس کی دوا
اے ہمارے افلاطون اور جالینوس (۳) خاکی جسم عشق سے آسمان پر
پہنچ جاتا ہے۔ عشق سے پہاڑ ناچنے لگتا ہے اور چالاک ہو جاتا ہے۔
(۴) اے عاشق عشق کوہ طور کی جان ہے۔ طور مست ہو گیا اور موسیٰؑ
بے ہوش ہو کر گر پڑا (۵) سب کچھ معشوق ہی معشوق ہے عاشق صرف
پردہ ہے۔ معشوق زندہ ہے اور عاشق مردہ (۶) عشق جس شخص
کی پرواہ نہ کرے۔ وہ بے پر پرندے کی طرح ہے اس پر افسوس
ہے (۷) ہمارے پر و بال کیا ہیں، اس کے عشق کا کمند۔ یہ کمند
ہمیں بالوں سے پکڑ کر کوئے دوست کی طرف لے جا رہا ہے۔

اِن اشعار میں اس آیت قرآنی کی طرف اشارہ ہے :۔

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ؕ	پس جب موسیٰ کا خدا پہاڑ پر تجلی افروز ہوا تو پہاڑ (کوہ طور) ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور موسیٰؑ بیہوش ہو کر گر پڑے ؕ

آخری شعر میں بھی غالباً اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے :۔

مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ	کوئی ایسا پاؤں دھرنے والا یعنی چلنے والا نہیں جس کی چوٹی اللہ کے ہاتھ میں نہ ہو، بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے ؕ (ہود)

فلسفۂ جہاد کا اصل اصول

بادشاہ اور کنیز کا قصّہ

آغازِ مثنوی میں مولانائے روم نے موت اور حیات کی حقیقت اور دولتِ دنیا کی حرص کی مذمّت بیان کر کے مثنوی کی سب سے پہلی کہانی میں فلسفہ جہاد کا اصل اصول بیان کیا ہے ؛

جنگ کے جواز اور ناجواز کے متعلق ہمیشہ سے بحث ہوتی چلی آئی ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ آفرینش آدم سے لے کر آج تک لڑائیاں ہوتی چلی آئی ہیں۔ اور کسی شریعت یا فلسفہ نے جواز جنگ کے بر خلاف کوئی قطعی فتوائے نہیں دیا۔ بعض جرائم کی پاداش میں قتل کی سزا مقرر ہونے کے بر خلاف بھی بعض ملکوں میں چون و چرا ہوتی رہی ہے۔ اور کئی قوموں میں یہ سزا کئی دفعہ منسوخ ہو کر پھر جاری کی گئی ہے۔ اس سزا کے جواز کے حق میں سب سے بڑی دلیل جو پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ امن عامہ کے قیام کے لئے اور خلق خدا کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ یہ سزا قائم

رکھی جائے - تاکہ یہ سزا اور لوگوں کے لئے موجب عبرت ہو۔ جنگ کے جواز کی دلیل بھی اسی اصول کے ماتحت ہے۔ قتلِ انسان جن حالات میں جائز رکھا گیا ہے - وہ بالاختصار حسب ذیل ہیں :-

۱ - بعض جرائم کی سزا ہیں - تاکہ اوروں کو عبرت ہو - اور ایسے جرائم کی تعداد زیادہ نہ ہو جائے ؎

۲ - بعض اصولوں کو قائم رکھنے کے لئے - کیونکہ وہ اصول حفظِ امن اور مفاد عامہ کے لئے ضروری ہیں ؎

۳ - اپنی جان اور اپنے مال کی حفاظت کے لئے ؎

۴ - اپنی آزادی اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے ؎

۵ - دوسرے لوگوں کی جان اور مال کی حفاظت کے لئے اور ان کی آزادی اور اُن کے حقوق کو محفوظ کرنے کے لئے ؎

۶ - بعض حالات میں کم تعداد کے آدمیوں کو مار کر زیادہ تعداد کے آدمیوں کو مرنے سے بچانے کے لئے ؎

۷ - ایک ایسے آدمی کو موت سے بچانے کے لئے جس کی زندگی پر امنِ عامہ کے قیام کا دارومدار ہو ؎

یہی اصول جو افراد پر حاوی ہیں - بہ تغیّراتِ ضروری اقوام پر بھی حاوی ہیں - اور دو قوموں یا دو ملکوں کے درمیان لڑائی کے جواز یا ناجواز کا تصفیہ بھی انہی اصولوں پر مبنی ہے ؎

قتلِ انسان کی مندرجہ بالا صورتوں میں سب سے زیادہ سخت صورت وہ ہے جو نمبر ۲ پر مذکور ہوئی ہے۔ اسی لئے مولانا رومؒ نے اسی صورت کے جواز میں یہ کہانی لکھی ہے۔ داستان اس طرح شروع ہوتی ہے ؎

بشنوید اے دوستاں این داستاں	۱	خود حقیقت نقدِ حالِ ماست آں
نقدِ حالِ خویش را گر پے بریم	۲	ہم ز دنیا ہم ز عقبیٰ بر خوریم
بود شاہے در زمانِ پیش ازیں	۳	ملکِ دنیا بودش و ہم ملکِ دیں

ترجمہ۔ (۱) اے دوستو یہ داستان سنو۔ کیونکہ یہ داستان خود ہمارے حال کی صحیح ترجمانی ہے (۲) اگر ہم اپنے حال کو صحیح صحیح سمجھ لیں تو دنیا اور آخرت دونوں سے بہرہ مند ہو جائیں (۳) اگلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا جسے دنیا اور دین دونوں کی سلطنت حاصل تھی ؏

یہ بادشاہ اتفاقاً ایک روز اپنے خواص کو ساتھ لے کر شکار پر گیا۔ راستے میں اُس نے ایک کنیز دیکھی اور اس پر عاشق ہو گیا روپیہ دے کر اس کنیز کو خرید لیا۔ بدقسمتی سے وہ کنیز بیمار ہو گئی۔ بادشاہ نے اپنی سلطنت کے گوشے گوشے سے طبیب جمع کئے۔ اور ان کو کہا کہ اس کنیز کا علاج کرو۔ کیونکہ میری زندگی اس کی

زندگی پر منحصر ہے۔ طبیبوں نے کہا کہ ہم اس کے علاج میں پوری پوری کوشش کرینگے۔ اور اس کی بیماری دور کرینگے۔ ہم میں سے ہر ایک مسیحائے زمان ہے اور ہمارے پاس ہر بیماری کا علاج ہے۔

گر خدا خواہد نگفتند از بطر	۱	پس خدا بنمود شان عجز بشر
ترک استثنا مرادم قسوتے ست	۲	نے ہمیں گفتن کہ عارض حالتے ست
اے بسا ناگفتہ استثنا بگفت	۳	جان او با جان استثناست جفت

ترجمہ۔ (۱) ان طبیبوں نے تکبر اور بے وقوفی سے انشاء اللہ نہ کہا پس خدا نے اُن پر انسان کی عاجزی ظاہر کی (۲) انشاء اللہ نہ کہنے سے مراد سیاہ دلی ہے ظاہری الفاظ ادا کرنے سے مراد نہیں (۳) بہت آدمی ہیں جو انشاء اللہ نہ کہنے کے باوجود انشاء اللہ کہنے والے ہیں۔ کیونکہ ان کی جان انشاء اللہ کی جان سے ملی ہوئی ہے۔

طبیب جتنا علاج کرتے تھے۔ اتنی ہی بیماری زیادہ ہوتی تھی۔ کنیز بال کی طرح نڈھال ہوگئی۔ اور بادشاہ لہو کے آنسو رونے لگا۔

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود	۱	آں دوا در نفع خود گمرہ شود
از قضا سرکنگبیں صفرا فزود	۲	روغن بادام خشکی مے نمود

ترجمہ (۱) جب قضا آتی ہے تو طبیب ابلہ ہو جاتا ہے اور دوا اثر زائل کر دیتی ہے (۲) قضا سے شکنجبین صفرا زیادہ کرتی تھی اور روغنِ بادام خشکی پیدا کرتا تھا ؛

بادشاہ نے جب دیکھا کہ طبیب کچھ نہیں کر سکتے تو وہ ننگے پاؤں مسجد میں گیا اور نماز میں مشغول ہو کر دُعا کرنے لگا - اِسی حالت میں اُسے نیند آ گئی - خواب میں ایک مردِ پیر سامنے آیا اور اُس نے کہا کہ کل ہمارا ایک آدمی تمہارے پاس آئے گا اُسے کنیز کے علاج پر مقرر کرو - دوسرے دن صبح کے وقت وہ آدمی آیا اور بادشاہ نے نہایت عزّت و احترام سے اُس کا استقبال کیا اور مریض کے پاس اُسے لے گیا - اِس طبیبِ غیبی نے بیمار کو دیکھ کر سمجھ لیا کہ وہ مریضِ عشق ہے ؛

عاشقی پیداست از زاریِ دل	۱	نیست بیماری چو بیماریِ دل
علّتِ عاشق ز علّت ہا جُداست	۲	عشق اصطرلابِ اسرارِ خداست
عاشقی گر زیں سر و گر زاں سراست	۳	عاقبت ما را بداں شہ رہبراست

ترجمہ (۱) عاشقی دل کی زاری سے ظاہر ہوتی ہے - کوئی بیماری دل کی بیماری کے برابر نہیں (۲) عاشق کی بیماری تمام بیماریوں سے علٰحدہ ہے - عشق خدائی بھیدوں کا اصطرلاب ہے -

(۳) عاشقی خواہ مجازی ہو خواہ حقیقی آخر کار خدا کی طرف رہبری کرتی ہے ؎

عقل در شرحش چو خر در گل بخفت	۱	شرح عشق و عاشقی ہم عشق گفت
آفتاب آمد دلیلِ آفتاب	۲	گر دلیلش خواہی از وے رو متاب

ترجمہ (۱) عشق کی شرح بیان کرنے میں عقل گدھے کی طرح کیچڑ میں پھنس جاتی ہے عشق اور عاشقی کی شرح صرف عشق ہی بیان کر سکتا ہے (۲) آفتاب کی دلیل خود آفتاب کا وجود ہے اگر تجھے اس کی دلیل چاہیئے تو اس سے منہ نہ پھیر ؎

یہاں پہنچ کر مولانا نے شمس تبریزی کی تعریف شروع کر دی ہے اور کہا ہے ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں		گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

ترجمہ - بہتر یہ ہے کہ معشوقوں کا بھید دوسرے لوگوں کی باتوں کے ضمن میں بیان کیا جائے ؎

طبیب غیبی نے بادشاہ کو کہا کہ مریض کے کمرے سے سب لوگوں کو نکال دیا جائے تاکہ میں کنیز سے بعض باتیں خلوت میں دریافت کروں - چنانچہ ایسا ہی ہوا اور طبیب نے مریض کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اس کی زندگی کے تمام حالات پوچھنے

شروع کئے - انہی حالات کے درمیان کنیز نے جب شہر سمرقند کا ذکر کیا اور وہاں کے ایک زرگر کا نام لیا جو کسی وقت اُس کا مالک رہ چکا تھا - تو نبض متغیر ہونے لگی - اس سے طبیب نے سمجھ لیا کہ کنیز اُسی زرگر کے عشق میں مبتلا ہے - چنانچہ اُس نے بادشاہ کو یہ راز بتایا اور کہا کہ اُس زرگر کو یہاں بلانا چاہیئے - بادشاہی آدمی گئے اور روپے کی لالچ دے کر زرگر کو سمرقند سے لے آئے - بادشاہ نے سونے چاندی کی کافی مقدار زرگر کو دی کہ اس سے زیور اور برتن بنائے - طبیب غیبی کے مشورے کے مطابق وہ کنیز بھی زرگر کو دے دی گئی - چھ مہینے وہ اکٹھے رہے اور کنیز بالکل صحت یاب ہو گئی - اِس کے بعد طبیب نے ایک شربت تیار کیا اور زرگر کو کہا کہ یہ شربت روز پیا کرو - زرگر نے شربت پینا شروع کیا اور کنیز کے سامنے روز بروز گھلنے لگا - رفتہ رفتہ وہ بدصورت ہوتا گیا اور کنیز کا دل اُس کی طرف سے ہٹتا گیا ؂

عشقہای کز پئے رنگے بود	عشق نبود عاقبت ننگے بود

ترجمہ - جو عشق رنگ کی وجہ سے ہوتا ہے وہ عشق نہیں ہوتا بلکہ آخر کار رسوائی ہوتی ہے ؂

زرگر بھی سمجھ گیا کہ مَیں ہرن تھا کہ نافہ کی خاطر ذبح کیا گیا

مَیں روباہ تھا کہ پوستین کی خاطر میرا سر کاٹا گیا۔ مَیں ہاتھی تھا کہ دانتوں اَور ہڈیوں کی خاطر مارا گیا۔ لیکن میرا خون لغو نہیں جائیگا۔ آج میری باری ہے کل میرے قاتل کی باری ہوگی۔ یہ جہان پہاڑ ہے اَور ہمارے افعال آواز۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں ہمارے پیش آئے گا۔ یہ کہہ کر زرگر مر گیا اَور وہ کنیز درد و رنج سے بالکل پاک صاف ہو گئی ٭

اِس کے بعد مولانا فرماتے ہیں ؎

۱	کشتنِ آں مرد بر دستِ حکیم	نے پئے امید بود و نے ز بیم
۲	او نکشتش از برائے طبعِ شاہ	تا نیامد امر و الہامِ الٰہ
۳	آں پسر را کش خضر ببرید حلق	سرِّ آں را در نیابد عامِ خلق
۴	آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب	ہرچہ فرماید بود عینِ صواب
۵	آنکہ جاں بخشد اگر بکشد رواست	نائب است و دستِ او دستِ خداست
۶	ہمچو اسمٰعیل پیشش سر بنہ	شاد و خنداں پیشِ تیغش جاں بدہ
۷	شاہ آں خوں از پئے شہوت نکرد	تو رہا کن بدگمانی و نبرد
۸	گر بُدے خونِ مسلماں کامِ او	کافرم من گر بُردے نامِ او

شاہ بود و شاہ بس آگاہ بود	۹	خاص بود و خاصۂ اللہ بود
آں کسے را کش چنیں شاہے کشد	۱۰	سوئے تخت و بہتریں جائے کشد
نیم جاں بستاند و صد جاں دہد	۱۱	آنچہ در وہمت نیاید آں دہد
طفل مے لرزد زنیش احتجام	۱۲	مادر مشفق دراں غم شاد کام

ترجمہ (۱) حکیم کے ہاتھ سے اس مرد کا قتل ہونا نہ کسی امید کی وجہ سے تھا نہ کسی ڈر کی وجہ سے (۲) حکیم نے اُسے بادشاہ کی خوشنودی کے لئے قتل نہ کیا جب تک کہ خدا کی طرف سے الہام اور حکم نہ آیا (۳) وہ لڑکا جس کا گلا خضر علیہ السلام نے کاٹا تھا اس کے بھید کو عام لوگ نہیں سمجھتے (۴) جس شخص کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے وحی اور خطاب آئے وہ جو کچھ کہے عین ثواب ہے۔ (۵) جو زندہ کرتا ہے وہ اگر مار ڈالے تو جائز ہے۔ وہ نائب ہے اور اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے (۶) اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح اُس کے آگے سر رکھ دے اُس کی تلوار کے آگے خوشی سے جان دیدے (۷) بادشاہ نے یہ خون شہوت کے لئے نہیں کیا۔ تو بدگمانی اور جھگڑا چھوڑ دے (۸) اگر مسلمان کو قتل کرنا اُس کا مدعا ہوتا۔ تو کون کافر اُس کا نام بھی لیتا (۹) وہ بادشاہ تھا اور بہت دانشمند بادشاہ تھا۔ وہ خاص تھا اور اللہ تعالےٰ کے

خواص میں سے تھا (۱۰) جس شخص کو ایسا بادشاہ قتل کرے۔ اسے تخت کی طرف اور اعلیٰ مقامات پر لے جاتا ہے (۱۱) آدھی جان لیتا ہے اور سو جانیں اُس کے عوض عطا کرتا ہے جو کچھ تیرے خیال میں بھی نہیں آتا وہ کچھ اُسے دیتا ہے (۱۲) بچہ جرّاح کے نشتر سے کانپتا ہے لیکن مہربان ماں بچے کی اس تکلیف سے خوش ہوتی ہے ؎

شعر (۳) میں ایک قصۂ قرآنی کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ الکہف میں مذکور ہے۔ یہ قصّہ اس طرح ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام (خضر کا نام قرآن میں نہیں آیا) جا رہے تھے کہ وہ ایک لڑکے کو ملے۔ خضرؑ نے اس لڑکے کو قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ تو نے ایک پاک جان کو بغیر کسی قتل کی پاداش کے قتل کر دیا تو نے یہ نامعقول کام کیا ہے۔ خضرؑ نے جواب دیا کہ .... یہ جو لڑکا تھا اس کے والدین مومن تھے۔ ہم ڈرے کہ یہ لڑکا اُن کو طغیان اور کفر سے تنگ کر دیگا۔ پس ہم نے چاہا کہ اسے قتل کر دیں اور اللہ تعالےٰ اُس کے والدین کو اُس سے پاک تر اور مہربان تر بیٹا دے ..... اور یہ کام مَیں نے اپنے حکم سے نہیں کیا بلکہ خدا کے حکم سے کیا ہے ؎

اسی طرح شعر (۶) میں مندرجہ ذیل قرآنی قصّہ کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ والصّٰفّٰت میں آیا ہے۔ "دُعا کی ابراہیمؑ نے کہ

اے میرے خدا بخش مجھ کو ایک نیک بیٹا۔ پھر خوشخبری دی ہم نے اُس کو ایک لڑکے کی جو ہو گا تحمل والا۔ پھر جب پہنچا ابراہیمؑ اپنے بیٹے (اسماعیلؑ) کے ساتھ سعی پر تو کہا اے بیٹے میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں پھر دیکھ تو کیا دیکھتا ہے۔ بولا اے باپ کر ڈال جو حکم ہوتا ہے تو مجھے پائے گا اگر اللہ نے چاہا تو صبر والا۔ پھر جب دونوں نے (خدا کا) حکم مانا اور پچھاڑا باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل تو پکارا ہم نے اُس کو کہ اے ابراہیمؑ تو نے سچ کر دکھایا خواب کو۔ ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو۔ بے شک یہی ہے صریح امتحان۔ اور بدلہ دیا ہم نے اُس کا ایک جانور ذبح کے لئے بڑا"۔

مولانا نے اپنی اس داستان کی سند میں دو حکایتیں قرآن کریم کی ذکر کر دی ہیں۔ تا کہ کسی کو ایسے قتل کے جواز میں شک نہ رہے۔

ایسے قتل کے جائز ہونے کے لئے جن شرائط کا موجود ہونا ضروری ہے وہ اس داستان میں مذکور ہیں۔ اور حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ قتل کسی نفسانی اُمید و بیم کے لئے نہ ہو۔

۲۔ قتل خدا کے احکام کے مطابق ہو۔ محض کسی شخص کی خوشنودیٔ مزاج کے لئے نہ ہو۔

۳ - قتل کرنے والا خدا کا نائب ہو ٭

۴ - قتل شہوات نفسانی کے لئے نہ ہو ٭

۵ - جس کی خاطر قتل کیا جائے وہ اللہ کے خواص میں سے ہو ٭

مولانا نے اِس اصول کے سمجھانے کے لئے ایک چھوٹی سی مثال یہ دی ہے۔ کہ بچے پر جب عمل جرّاحی کیا جاتا ہے تو بچہ درد سے روتا اور چلاّتا ہے۔ لیکن ماں خوش ہوتی ہے۔ اسی طرح جہاد میں جو قتل و مقاتلہ ہوتا ہے۔ وہ گو بظاہر تکلیف کا باعث ہے لیکن درحقیقت فلاح دارین کا موجب ہے ٭

اِس کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ مردانِ خدا کے کاموں کو تو اپنے کاموں کی طرح سمجھتا ہے۔ اس لئے بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ اس پر ایک بنیئے اور طوطے کا قصہ لکھا ہے کہ ایک بنیے کے پاس ایک طوطا تھا۔ جو دکان پر رہتا تھا اور اسباب کی حفاظت کرتا تھا۔ یہ طوطا آدمی کی طرح بولتا تھا۔ ایک دن بنیا گھر گیا۔ ایک بلّی آئی اور طوطا اُس سے ڈر کر اُچھلا اور روغن بادام کے شیشے توڑ ڈالے۔ جب بنیا واپس آیا تو نقصان دیکھ کر طوطے کے سر پر ایک ایسا طمانچہ مارا کہ طوطا گنجا ہوگیا اور بولنا بند کر دیا۔ بنیا سخت پشیمان ہوا ہر طرح کوشش کی کہ وہ بات کرے۔ لیکن طوطا کئی دن تک

خاموش رہا - ایک دن اتفاقاً ایک قلندر دکان کے سامنے سے گزرا - اس کا سر گنجا اور طشت کی طرح صاف تھا - طوطا اُسے دیکھ کر فوراً بول اُٹھا کہ تو نے بھی بادام روغن کے شیشے توڑے ہونگے - اِس پر مولانا فرماتے ہیں ؎

کار پاکاں از قیاس خود مگیر	۱	گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر
جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد	۲	کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد
ہمسری با انبیا برداشتند	۳	اولیا را ہمچو خود پنداشتند
سحر را با معجزہ کردہ قیاس	۴	ہر دو را بر مکر بنہادہ اساس
شاہ جاں مر جسم را ویراں کند	۵	بعد ویرانیش آباداں کند
اے خنک جانے کہ بہر عشق حال	۶	بذل کرد او خانمان و ملک و مال
پوست را بشگافت پیکاں را کشید	۷	پوست تازہ بعد ازانش بر دمید
قلعہ ویراں کرد و از کافر ستد	۸	بعد ازاں بر ساختش صد برج و سد

ترجمہ (۱) پاک لوگوں کے کاموں کو اپنے کاموں کی طرح نہ سمجھ اگرچہ لکھنے میں شیر اور شیر ہم شکل ہیں (۲) لوگ اسی طرح گمراہ ہوتے ہیں اور مردانِ خدا کی حالت سے واقف نہیں ہو سکتے -

(٣) انبیا کے ساتھ ہمسری کرتے ہیں اور اولیا کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں (۴) جادو اور معجزے میں فرق نہیں کرتے۔ دونوں کو فریب پر مبنی سمجھتے ہیں (۵) جان کا بادشاہ جسم کو ویران کرتا ہے اور ویرانی کے بعد اسے پھر آباد کر دیتا ہے (۶) خوش نصیب ہے وہ آدمی جو راہ الٰہی میں خانماں اور ملک و مال قربان کر دیتا ہے۔ (۷) چمڑے کو چیر کر تیر نکالتا ہے اور اس کے بعد تازہ چمڑا پیدا ہو جاتا ہے (۸) قلعہ کو ویران کر کے کافروں سے چھین لیتا ہے اور پھر اسی جگہ اس سے زیادہ مضبوط قلعہ بنا دیتا ہے۔

آگے چل کر مولانا فرماتے ہیں کہ مردانِ خدا کو بڑی احتیاط سے ڈھونڈھنا چاہئے کیونکہ بعض مکار بھی اسی لباس میں ہوتے ہیں ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست	١	پس بہر دستے نشاید داد دست
زانکہ صیاد آورد بانگِ صفیر	٢	تا فریبد مرغ را آں مرغ گیر
حرفِ درویشاں بدزدد مردِ دوں	٣	تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں
کارِ مرداں روشنی و گرمی ست	۴	کارِ دوناں حیلہ و بے شرمی ست
شیرِ پشمیں از برائے کد کنند	۵	بو مسیلم را لقب احمد کنند

بو مُسیلم را لقب کذاب ماند	۶	مر محمدؐ را اولو الالباب ماند

ترجمہ (۱) چونکہ اکثر شیطان آدمی کی شکل میں ہوتے ہیں۔ اِس لئے ہر ہاتھ پر بیعت نہیں کرنی چاہیئے (۲) شکاری پرندوں کی بولی بول کر پرندوں کو جال میں پھنساتا ہے (۳) کمینہ آدمی درویشوں کے کلمات چُراتا ہے اور اُن سے سادہ لوح آدمیوں کو قابو میں لاتا ہے (۴) مردانِ خدا کی یہ تمیز ہے کہ اُن کے کاموں میں روشنی اور گرمی ہوتی ہے اور کمینوں کے کاموں میں حیلہ اور بے شرمی ہوتی ہے (۵) جھگڑا کرنے کے لئے مصنوعی شیر بناتے ہیں اور مسیلمہ کو احمد کا لقب دیتے ہیں (۶) لیکن بو مسیلم کو لوگ اب تک مسیلمہ کذاب کہتے ہیں اور محمدؐ کو اولوا الالباب ؂

کافروں کی حکمتِ عملی سے مسلمانوں میں خانہ جنگی

مردانِ خدا اور مکّاروں کی تمیز بیان کر کے مولانا نے ایک حکایت لکھی ہے۔ جس میں بتایا ہے کہ بعض کافر اور منافق مکّار مسلمانوں کو دھوکے دے کر کس طرح اُن کو تباہ کرتے ہیں۔ اور کس طرح بغیر جنگ کرنے کے خود مسلمانوں میں خانہ جنگی بپا کر کے ہزارہا مسلمانوں کو بے خانماں کر دیتے ہیں۔ فرماتے

ہیں کہ :-

ایک یہودی بادشاہ عیسائیوں کا سخت دشمن تھا۔ اور اس باطل خیال سے کہ میں دین موسوی کی حمایت کر رہا ہوں لاکھوں مومن عیسائیوں کو قتل کر دیا تھا۔ اس بادشاہ کا ایک وزیر تھا جو مکاری میں اپنی آپ مثال تھا۔ اُس نے بادشاہ کو کہا کہ اس طرح علانیہ عیسائیوں کو قتل کرنے سے دینِ عیسیٰؑ کا خاتمہ نہیں ہو سکتا کیونکہ قتل کے ڈر سے کئی آدمی جو دل میں عیسائی ہیں۔ بظاہر دینِ عیسیٰ سے انکار کرتے ہیں۔ کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہئے۔ کہ بغیر قتل و مقاتلہ کے عیسائیوں کی بیخکنی ہو جائے۔ بادشاہ نے پوچھا اس کی کیا سبیل ہو سکتی ہے۔ وزیر نے جواب دیا کہ آپ مجھے کسی شارع عام پر لے جا کر منادی کروا کر لوگوں کو جمع کریں اور اُن کے سامنے میرے کان اور ہاتھ اور ناک کٹوا ڈالیں اور شہر سے دُور پھینکوا دیں۔ مَیں عیسائیوں میں چلا جاؤں گا اور ان کو کہوں گا کہ مَیں دل میں عیسائی تھا۔ بادشاہ کے ڈر سے یہودی بنا ہُوا تھا۔ بادشاہ کو اس حقیقت سے آگاہی ہو گئی۔ اور مجھے اِس طرح رُسوا کیا۔ وہ مجھے قتل بھی کرنا چاہتا تھا۔ لیکن حضرت عیسٰےؑ کی برکت سے مَیں بچ گیا۔ عیسائی مجھے امین اور مقتدا سمجھ کر میرے پیچھے ہو لینگے اور پھر مَیں اُن کے ساتھ جو کچھ کروں گا وہ آپ خود دیکھ

ہیں گے ۔

چنانچہ ایسا ہی ہوُا ۔ یہ مکّار وزیر عیسائیوں میں چلا گیا ۔ اُنہوں نے جب اس کا ماجرا سُنا تو آہستہ آہستہ اُس کے گرد جمع ہونے شروع ہوئے ۔ اور اُسے اپنا مرشد بنا لیا ۔ تقلید عام کی طاقت ظاہر ہے آخر کار سارے عیسائی اُس کے مُرید بن گئے ۔ اس پر مولانا فرماتے ہیں ؎

صد ہزاران دام و دانہ است اے خدا	۱	ما چو مرغان حریص بے نوا
دمبدم ما بستۂ دامِ نویم	۲	ہر یکے گر باز و سیمرغے شویم
مے رہانی ہر دمے مارا و باز	۳	سُوئے دامے می رویم اے بے نیاز
ما دریں انبار گندم مے کنیم	۴	گندم جمع آمدہ گم مے کنیم
مے نیندیشیم آخر ما بہوش	۵	کایں خلل در گندم ست از مکر موش
موش تا انبارِ ما حفرہ زدہ است	۶	وز فنش انبارِ ما ویران شدہ است
اوّل اے جاں دفع شر موش کن	۷	وانگہ اندر جمع گندم جوش کن
گر نہ موشے دزد در انبارِ ماست	۸	گندم اعمال چل سالہ کجاست
ریزہ ریزہ صدق ہر روزہ چرا	۹	جمع مے ناید دریں انبارِ ما

ترجمہ (۱) اے خدا دنیا میں لاکھوں جال ہیں اور ہم بے نوا حریص پرندوں کی طرح ہیں (۲) ہم اگر شہباز اور سیمرغ بھی ہوں تو بھی ہر روز ایک نئے جال میں جا پھنستے ہیں (۳) تو ہر روز ہمیں ایک جال سے بچاتا ہے اور ہم پھر ایک نئے جال میں جا پھنستے ہیں (۴) ہم اپنے انبار میں گندم جمع کرتے رہتے ہیں لیکن انبار پھر بھی نہیں بھرتا (۵) ہم نہیں سوچتے کہ یہ نقصان چوہے کی چالاکی سے ہو رہا ہے (۶) جب سے چوہے نے ہمارے انبار میں نقب لگائی ہے ہمارے انبار کا نقصان ہو رہا ہے (۷) اے جان پہلے چوہے کی شرارت کا علاج کر۔ پھر انبار جمع کرنے کی کوشش کر (۸) اگر چور چوہا ہمارے انبار کو نقصان نہیں دے رہا تو پھر چالیس سالہ اعمال کی گندم کہاں ہے (۹) تھوڑی تھوڑی ہر روز کی عبادت اور نیکی جمع ہو کر انبار کیوں نہیں بن جاتی ؛

کچھ مدّت تک یہ مکّار وزیر عیسائیوں کا پیر بنا رہا اور اُنہیں دین عیسوی میں تعلیم دیتا رہا۔ آخر کار وہ خلوت میں بیٹھ گیا۔ اور لوگوں سے ملنا بند کر دیا۔ عیسائی ہر روز آ کر اُس کی منت سماجت کرتے تھے کہ خلوت سے باہر آؤ۔ لیکن وہ مکّار کہتا تھا کہ میرا دل تمہارے ساتھ ہے لیکن مجھے اجازت نہیں کہ خلوت سے نکل کر تمہارے سامنے آ سکوں ؛

وزیرِ مکّار اور عیسائیوں کی اِس گفت و شنید کے دوران میں فلسفہ کے مشہور مسئلے یعنی جبر و اختیار کا ذکر آ گیا ہے۔ جس پر مولانا نے اِس سوال کے متعلق ایک عجیب نظریہ پیش کیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ فلاسفرانِ یورپ اسی نظریہ کو بیان کرتے ہوئے اسے فلسفہ جدید کا ایک کارنامہ بتاتے ہیں ؞

مولانا فرماتے ہیں ؎

زاریِ ما شد دلیلِ اضطرار	١	خجلتِ ما شد دلیلِ اختیار
گر نبودے اختیار ایں شرم چیست	٢	ویں دریغ و خجلت و آزرم چیست
زجرِ استادان و شاگرداں چرا ست	٣	خاطر از تدبیرہا گرداں چرا ست
ور تو گوئی غافل است از جبرِ او	٤	ماہِ حق پنہاں شد اندر ابرِ او
ہست ایں را خوش جواب ار بشنوی	٥	بگذری از کفر و بر دیں بگروی
حیرت و زاری کہ در بیماری است	٦	وقتِ بیماری ہمہ بیداری است
آں زماں کہ مے شوی بیمار تو	٧	مے کنی از جرم استغفار تو
عہد و پیماں مے کنی کہ بعد ازیں	٨	جز کہ طاعت نبودم کارِ گزیں
پس یقیں گشت آنکہ بیماری ترا	٩	مے بہ بخشد ہوش و بیداری ترا

ہر کہ او بیدار تر پُر درد تر	۱۰	ہر کہ او آگاہ تر رُخ زرد تر
در ہر آن کارے کہ میل استت بدان	۱۱	قدرت خود را ہمے بینی عیان
ور ہر آن کارے کہ میلت نیست و خواست	۱۲	اندر آن جبری شوی کاین از خدا ست
انبیاء در کارِ دنیا جبری اند	۱۳	کافران در کار عقبےٰ جبری اند
انبیاء را کار عقبےٰ اختیار	۱۴	کافران را کار دنیا اختیار

ترجمہ (۱) ہماری زاری اضطرار کی دلیل ہے۔ اور ہماری خجلت اختیار کی دلیل ہے (۲) اگر اختیار نہیں ہے تو شرم کیوں ہے اور یہ افسوس اور خجلت کیسی ہے (۳) اُستاد شاگردوں کو جھڑکتے کیوں ہیں اور دل تدبیروں میں سرگرداں کیوں ہے (۴) اگر تو یہ کہے کہ یہ غفلت کی وجہ سے ہے اور جبر کی حقیقت کا چاند نادانی کے بادلوں میں چھپا ہے (۵) تو ہم اس کا ایسا اچھا جواب دینگے کہ اگر تو سنے تو کفر سے ہٹ کر ایمان قبول کرلے (۶) بیماری میں حیرت اور زاری ہوتی ہے اور بیماری کا وقت تمام تر بیداری کا وقت ہے (۷) جس وقت تو بیمار ہوتا ہے گناہ سے توبہ کرتا ہے (۸) تو عہد و پیمان کرتا ہے کہ اس کے بعد ہمیشہ نیک کام کرونگا (۹) پس یہ ثابت ہوا کہ بیماری تجھے ہوش اور بیداری بخشتی ہے (۱۰) جتنا آدمی زیادہ بیدار

ہوتا ہے زیادہ درد مند ہوتا ہے اور جتنا زیادہ ہوشیار ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ زردرُو ہوتا ہے (۱۱) جس کام میں تجھے رغبت ہوتی ہے اس کام میں تو اپنا اختیار ظاہرا دیکھتا ہے (۱۲) اور جس کام کی تجھے خواہش نہیں ہوتی اُس میں تو جبری بن جاتا ہے کہ سب کچھ خدا کے اختیار میں ہے (۱۳) انبیا دنیا کے کام میں جبری ہیں اور کافر دین کے کام میں جبری ہیں (۱۴) انبیا دین کے کام میں مختار ہیں اور کافر دنیا کے کام میں مختار ہیں۔

اس کے بعد مکار وزیر نے اپنے عیسائی مریدوں کو یہ کہا کہ حضرت عیسےٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اب تمہیں گفتگو کی اجازت نہیں۔ مَیں اب چوتھے آسمان پر جا رہا ہوں اور وہاں حضرت عیسٰیؑ کے ساتھ رہونگا۔

بعد ازاں وزیر نے عیسائیوں کے امیروں کو ایک ایک کر کے تنہا اپنی خلوت میں بلانا شروع کیا اور ہر ایک کے ساتھ خفیہ گفتگو کی۔ ہر ایک امیر کو کہا کہ میرے بعد عیسائی قوم کا سردار تُو ہے۔ اگر کوئی دوسرا سردار تیری اطاعت سے انکار کرے تو وہ قتل اور قید کا مستوجب ہے۔ لیکن جب تک زندہ ہوں اس راز کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح ہر ایک امیر کو مختلف اور متضاد احکام نامے لکھ کر دئے کہ آئندہ ہماری قوم کا یہ دستور العمل ہوگا۔

چالیس دن اور خلوت میں رہ کر مکار یہودی نے خودکشی کر لی۔ تمام عیسائی اس کی تجہیز و تکفین کے لئے جمع ہوئے۔ اور اس مکار کی موت پر بہت روئے چلّائے۔ آخر کار سب لوگوں نے جمع ہو کر یہ مشورہ کیا کہ ہمارے امیروں میں سے سردار قوم کون ہوگا ؂

اسی ضمن میں مولانا تمام رسولوں کے برحق ہونے اور اُن کے مقصد کے متحد ہونے کے متعلق فرماتے ہیں ؂

دہ چراغ ار حاضر آری در مکاں	۱	ہر یکے باشد بصورت غیر آں
فرق نتواں کرد نور ہر یکے	۲	چوں بنورش روئے آری بیشکے
اطلب المعنی من القراٰن و قل	۳	لا نفرق بین احاد الرسل
گر تو صد سیب و صد آبی بشمری	۴	صد نماید یک شود چوں بفشری
در معانی قسمت و اعداد نیست	۵	در معانی تجزیہ و افراد نیست

ترجمہ (۱) اگر تو ایک کمرے میں دس چراغ جلائے تو ہر ایک کی صورت دوسرے سے متمیز ہوگی (۲) لیکن جب تو اُن کی روشنی کو دیکھے گا تو روشنی میں کوئی فرق نہ ہوگا (۳) اس حقیقت کو قرآن سے ڈھونڈھ (۴) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم پیغمبروں میں کوئی تفریق نہیں کرتے (۴) اگر تو سو سیب یا آبی جمع کرے تو وہ

شمار میں سو نظر آئیں گے ۔ لیکن جب تو اُن کو نچوڑے گا تو وہ سب ایک ہو جائیں گے (۵) معانی میں تقسیم اور عدد نہیں ہوتے معانی میں تجزیہ اور افراد نہیں ہوتے ؁

جب عیسائیوں نے امیر کے انتخاب کا سوال اُٹھایا ۔ تو ایک امیر سامنے آیا اور کہا کہ یہ میری نیابت کی سند ہے اور یہ حکم نامہ ہے ۔ مرحوم امیر نے مجھ کو اپنا نائب مقرر کیا ہے ! اس پر ایک دوسرا امیر اُٹھا اور اس نے بھی یہی کہا ۔ حتیٰ کہ تمام امیر یکے بعد دیگرے اسی دعوے کے لئے اُٹھے ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں خانہ جنگی ہو گئی اور لاکھوں عیسائی اس لڑائی میں مارے گئے ؁

اس کہانی سے مولانائے روم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ۔ کہ کفار اپنی مکارانہ چالوں سے ہر وقت مسلمانوں کی تباہی کے درپے رہتے ہیں ۔ اس لئے ان کے برخلاف جہاد کرنا مسلمانوں کا قومی فرض ہے ؁

کفار کے ایذا و عذاب سے ڈرنا ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے

اس کے بعد مولانا نے ایک اور یہودی بادشاہ کا قصہ لکھا

ہے۔ جو عیسائیوں کا دشمن تھا۔ اس قصہ میں مولانا نے بتایا ہے کہ کافروں کے عذاب سے ڈر کر اعلائے کلمۃ الحق میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ عذاب عذاب نہیں بلکہ مسلمانوں کے لئے عین راحت ہے۔ قصہ اس طرح ہے کہ :۔

ایک اور یہودی بادشاہ پہلے یہودی بادشاہ کی سنّت پر چل کر عیسائیوں کو طرح طرح کی اذیّتیں پہنچایا کرتا تھا۔ اُس نے ایک دفعہ میدان میں آگ جلا کر ساتھ ہی ایک بُت نصب کر دیا اور عیسائیوں کو بُلا کر حکم دیا کہ جو آدمی اِس بت کے سامنے سجدہ نہ کرے گا اُسے آگ میں ڈال کر جلا دیا جائیگا۔

مولانا رح نے موقعہ دیکھ کر اس مقام پر نفس امّارہ کے بُت کا ذکر چھیڑ دیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

مادرِ بتہا بتِ نفسِ شماست	۱	زانکہ آں بت مار و ایں بت اژدہاست
آہن و سنگ است نفس و بت شرار	۲	آں شرار از آب مے گیرد قرار
سنگ و آہن ز آب کے ساکن شود	۳	آدمی با ایں دو کے ایمن شود
بت سیاہ آب است در کوزہ نہاں	۴	نفس مر آب سیہ را چشمہ داں
صد سبو را بشکند یک پارہ سنگ	۵	و آب چشمہ می رہاند بید رنگ

بت شکستن سہل باشد نیک سہل	۶	سہل دیدن نفس را جہل است جہل

ترجمہ (۱) تمہارے نفس کا بُت تمام بتوں کی ماں ہے۔ کیونکہ وہ بت سانپ ہے اور یہ بُت اژدہا (۲) نفس پتھر اور لوہا ہے اَور بُت شرارہ۔ شرارہ پانی سے ٹھنڈا ہو جاتا ہے (۳) لیکن پتھر اور لوہا (جن سے شرارہ نکلتا ہے) پانی سے ٹھنڈے نہیں ہوتے۔ ان دونو کی موجودگی میں آدمی بے خطر نہیں ہوتا (۴) بت سیاہ پانی کی طرح ہے جو کوزے میں ہو اور نفس سیاہ پانی کا چشمہ ہے۔ (۵) سو کوزے ایک پتھر سے ٹوٹ سکتے ہیں۔ لیکن چشمے سے پانی نکلتا ہی رہتا ہے۔ (۶) بُت کا توڑنا آسان ہے لیکن نفس کی بُت شکنی کو آسان سمجھنا سخت جہالت ہے ؂

یہودی ایک عیسائی عورت اور اس کے بچے کو آگ کے پاس لے آئے اور عورت کو کہا کہ بُت کو سجدہ کرو۔ ورنہ تمہیں آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ عورت پاک دین والی مومنہ تھی۔ سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر اس کے بچے کو اُٹھا کر یہودیوں نے آگ میں ڈال دیا۔ بچے کو جلتا دیکھ کر عورت ڈر گئی اَور چاہتی تھی کہ بت کو سجدہ کرے۔ لیکن بچے نے آگ میں سے پکار کر کہا کہ اماں جان مَیں زندہ ہوں اور خوش ہوں۔ یہ آگ میرے لئے عین راحت کا موجب ہے۔ اماں جان آگ کے

اندر چلی آؤ اور آکر دیکھو کہ اللہ کے پیارے کفار کے عذاب میں کس طرح خوش رہتے ہیں - پیدا ہونے کے وقت میں تیرے پیٹ سے باہر آنے کو اپنی موت سمجھتا تھا اور اُس سے ڈرتا تھا لیکن باہر آکر دیکھا کہ یہ تو ایک نئی زندگی ہے اور دنیا ایک خوش نما مقام ہے - اس وقت میں دنیا کو رحم مادر سمجھتا ہوں اور جانتا ہوں کہ اس سے نکل جانا ایک نئی زندگی ہے - اور اگلا جہان اس جہان سے بہت زیادہ خوش نما اور دلپذیر مقام ہے۔

اس سے مولانا کا مطلب یہ ہے کہ مرد غازی کے لئے میدان جنگ میں جان دے دینا حیات ابدی حاصل کرنے کے برابر ہے۔

بچے کی یہ تقریر سُن کر ماں بھی آگ میں کود پڑی اور اُس نے بھی وہی کچھ کہنا شروع کر دیا جو بچہ کہہ رہا تھا - اس پر تمام عیسائی جو وہاں جمع تھے آگ میں کود پڑے ؎

بے خطر کُود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

اس پر بعض آدمیوں نے بادشاہ کو اس فعل سے روکنے کی کوشش کی - مگر وہ اپنے ظلم پر مُصر رہا - اتنے میں آگ یکلخت پھیل گئی اور تمام یہودیوں کو اور اُن کے بادشاہ کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

نتیجہ یہ ہے کہ کفار کے ظلم سے ڈرنا کمزوری کی دلیل ہے کفار

آخر کار خود اپنے ظلم کا شکار ہو جائینگے ؛

اس کے بعد مولانا نے جہاد سے روکنے والی ایک اور طاقت کا ذکر کیا ہے۔ وہ طاقت توکل اور فلسفۂ جبر ہے۔ کمزور آدمی ہمیشہ جہد و جہاد سے جان بچانے کیلئے توکل کا بہانہ ڈھونڈھتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ خدا کو منظور ہو گا وُہ ہو کر رہے گا۔ ہماری کوششیں بے سود ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ سب کچھ خدا کے اختیار میں ہے۔ وہ جب چاہے گا کفار کے ظلم و ستم کا سدِباب کر دے گا۔ ہم توکل کر کے بیٹھے ہیں خدا خود کارساز ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق مولانا نے شیر اور نخچیر (وہ جانور جن کا شکار کر کے کھایا جائے) کا مکالمہ لکھا ہے اور جبر و توکل اور جہد و اختیار کا موازنہ کیا ہے؛

نخچیر اَور شیر کا مکالمہ
توکّل اَور جُہد کا موازنہ

مولانا فرماتے ہیں کہ ایک جنگل میں ہرن سیاہ گوش اور خرگوش وغیرہ جانور رہتے تھے۔ اس جنگل میں ایک شیر بھی رہتا تھا۔ جس کا اُن جانوروں پر گزارہ تھا۔ جانور ہمیشہ خطرے میں رہتے تھے۔ اور زندگی اُن پر تلخ ہو رہی تھی۔ اُنہوں نے

ایک حیلہ سوچا اور شیر کے پاس جا کر یہ تجویز پیش کی - کہ ہم ہر روز تمہارا وظیفہ تمہارے پاس بھیجدیا کرینگے - علاوہ اس وظیفہ کے ہمارا اشکار کرنا چھوڑ دو - شیر نے جواب دیا کہ ایسی تجویزوں کی تہ میں ہمیشہ مکروفریب ہوتا ہے - مَیں کئی دفعہ پہلے بھی دھوکا کھا چکا ہوں - تمہاری یہ تجویز مجھے منظور نہیں - جانوروں نے کہا کہ کوئی احتیاط تقدیر سے نہیں بچا سکتی - توکل کرنا چاہئیے اور قضا کا مقابلہ نہیں کرنا چاہئیے - شیر نے جواب دیا کہ بیشک توکل اچھا ہے - لیکن کوشش کرنا بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے ؎

گفت پیغمبر بآوازِ بلند	۱	با توکل زانوئے اشتر بہ بند
رمزِ الکاسب حبیب اللہ شنو	۲	از توکل در سبب کاہل مشو

ترجمہ (۱) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ توکل بھی کرو لیکن ساتھ ہی اونٹ کا گھٹنا بھی باندھ دو (یعنی احتیاط بھی لازم ہے) - (۲) یہ بھی فرمایا ہے کہ کوشش کرنیوالا خدا کا پیارا ہوتا ہے - توکل کی وجہ سے کوشش نہیں چھوڑنی چاہئیے ؛

جانوروں نے کہا کہ کوشش کرنا ضعفِ ایمان کی نشانی ہے صرف خدا پر توکل کرنا چاہئیے - کوشش توکل سے اچھی نہیں -

تسلیم و رضا سے کوئی بہتر چیز نہیں - آدمی حیلہ کرتا ہے اور وہی حیلہ اُس کے لئے جال ہوتا ہے -۔ بچہ جب تک چلتا نہیں باپ کی گردن پر سوار ہوتا ہے - جب فضولی کر کے چلنے لگتا ہے تو طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتا ہے - شیر نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے سامنے زردبان رکھا ہے - تاکہ ہم پایہ بپایہ اوپر چڑھ کر چھت تک پہنچ جائیں -۔ جبری ہونا خامی کی دلیل ہے - جب پاؤں ہیں تو لنگڑا بن کر کیوں بیٹھیں - خدا نے ہمیں ہاتھ پاؤں دیئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کام کریں - کوشش کرنا اپنی طاقت کا جو خدا نے ہمیں عطا کی ہے شکریہ ادا کرنا ہے - جبری ہونا کفرانِ نعمت ہے ؂

جانوروں نے کہا کہ کوشش کرنے کی رسم حریصوں نے قائم کی ہے - ازل کے بعد جو کچھ کسی کی قسمت میں لکھا گیا ہے - وہی اُسے ملے گا کسی کوشش سے زیادہ نہیں مل سکتا - شیر نے جواب دیا کہ یہ سب کچھ درست سہی لیکن انبیا کوشش کرتے رہے ہیں - مسلمان جہاد کرتے رہتے ہیں - خداوند تعالےٰ ہمیشہ ان کی کوشش اور جہاد کو پسند کرتا رہا ہے - جہاد کرنا قضا کا مقابلہ کرنا نہیں - بلکہ جہاد بھی قضا نے مقرر کیا ہے - یہ جہان قید خانہ ہے اس قید خانے میں نقب لگا کر اپنے آپ کو رہا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے ؂

آخر کار روباہ و خرگوش اور آہو و شغال جبر کے حق میں دلیلیں دینے سے عاجز آ گئے۔ اور اس بحث کو ختم کر دیا ؎

لیکن باوجود توکل پر جُہد کی ترجیح ثابت ہو جانے کے شیر نے بے وقوفی سے جانوروں کی یہ تجویز مان ہی لی۔ کہ ہر روز ایک دو جانور اُس کے لئے پہنچ جایا کریں گے۔ وہ شکار کرنا چھوڑ دے۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک ایسا ہی ہوتا رہا۔ ہر روز جانور قرعہ اندازی کر کے ایک دو جانور شیر کے پاس بھیجدیا کرتے تھے ؎

آخر کار خرگوش کی باری آئی۔ اُس مکار نے ایک حیلہ سوچا اور شیر کے پاس وقت مقررہ پر جانے میں دیر کر دی۔ شیر کو سخت غصہ آیا اور کہنے لگا کہ ان جبریوں نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ آیندہ مَیں اُن کی باتوں میں کبھی نہ آؤنگا ؎

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر بات سے بات نکال کر انسانی زندگی کے تواتر اور استمرار کے متعلق ایک عجیب بات لکھی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ہر نفس نو مے شود دنیا و ما	۱	بے خبر از نو شدن اندر بقا
عمر ہمچوں جوئی نو نو مے رسد	۲	مستمری مے نماید در جسد
آں ز تیزی مستمر شکل آمدہ است	۳	چوں شرر کش تیز جنبانی بدست

شاخ آتش را بجنبانی بساز	۴	در نظر آتش نماید بس دراز
ویں درازی مدت از تیزی صنع	۵	مے نماید سرعت انگیزی صنع

ترجمہ (۱) ہر سانس کے ساتھ ایک نئی دنیا پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن ہم اس کے نیا ہونے سے بیخبر ہیں (۲) عمر ایک نہر کی طرح ہے جس میں ہر لحظہ نیا پانی آرہا ہے۔ لیکن جسم میں یہ نئی زندگی اس طرح پرانی اور متواتر زندگی نظر آتی ہے جس طرح نہر میں نیا پانی (۳) یہ تواتر اور استمرار تیزی کی وجہ سے ہے جس طرح ایک شرارہ جسے تیزی کے ساتھ ہلایا جائے (۴) ایک شاخ کے سرے کو آگ لگا کر اگر تیزی سے جنبش دی جائے تو آگ کا وہ ایک نقطہ آگ کی ایک لمبی لکیر نظر آئے گا (۵) اسی طرح زندگانی کا یہ لمبا عرصہ صنعت الٰہی کی تیزی کا نتیجہ ہے جس سے قدرت کی سرعت انگیزی ظاہر ہوتی ہے ؛

شیر اسی غصّے اور انہی خیالات میں تھا کہ دُور سے خرگوش کو آتا ہوا دیکھا۔ خرگوش نہایت دہشت غصّے اور تندی سے دوڑا آرہا تھا۔ جب شیر کے نزدیک پہنچا تو شیر نے اُسے غصے میں بُرا بھلا کہا۔ لیکن خرگوش نے عاجزی سے کہا کہ حضور میری عرض سُنیں۔ مَیں اپنے وقت پر آرہا تھا کہ راستے میں ایک اور شیر مجھے مل گیا۔ میرے ہمراہی خرگوش کو اس نے پکڑ لیا لیکن میں

بھاگ آیا۔ میرے ہمراہی نے اسے ہر چند کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں جنگل کے بادشاہ کا وظیفہ ہوں۔ مگر شیر نے ایک نہ مانی اور کہا کہ میں خود بادشاہ ہوں۔ میری موجودگی میں اور کون بادشاہ ہو سکتا ہے۔ یہ قصہ سُن کر شیر کے غصے کی کوئی حد نہ رہی اور خرگوش کو کہا کہ مجھے وہاں لے چلو۔ تاکہ میں اس سرکش احمق کو اس کی حماقت کی سزا دوں۔ خرگوش شیر کو ایک کنویں کی طرف لے گیا اور کنوئیں کے نزدیک پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ شیر نے کہا کہ تم کھڑے کیوں ہو گئے۔ خرگوش نے جواب دیا کہ وُہ شیر اس کنوئیں میں ہے۔ میں آگے جانے سے ڈرتا ہوں۔ آپ براہ کرم مجھے اپنے پنجوں میں پکڑ لیں تاکہ مجھے سہارا رہے۔ شیر نے ایسا ہی کیا۔ اور جب کنوئیں کے کنارے پر پہنچا اور نیچے دیکھا تو اسے اپنا عکس نظر آیا۔ سمجھا کہ یہی وہ شیر ہے جس نے خرگوش کو راستے میں پکڑ لیا تھا۔ خرگوش کو چھوڑ کر کنوئیں میں کُود پڑا۔ تاکہ اس شیر کو اس کی گستاخی کی سزا دے۔ لیکن کنوئیں میں شیر کہاں تھا۔ خود اُس کی موت کنوئیں میں اس کا انتظار کر رہی تھی ؎

یہاں مولانا فرماتے ہیں کہ چاہ کن را چاہ در پیش۔ ظالم کو اپنے ظلم کا بدلہ مل جاتا ہے۔ لیکن اصل مدعا کو ہاتھ سے نہیں دیتے۔ فرماتے ہیں ؎

سخت درماند امیر سست ریش ۱ چون نه پس بیند نہ پیش از احمقیش

ہر کہ ماند از کاہلی بے شکر و صبر ۲ او ہمین داند کہ گیرد پائے جبر

ہر کہ جبر آورد خود رنجور کرد ۳ تا ہمان رنجوریش در گور کرد

حال آن کو قول دشمن را شنود ۴ بین سزائے آنکہ شد یار حسود

دشمن ار چہ دوستانہ گویدت ۵ دام دان گرچہ ز دانہ گویدت

شیر را خرگوش در زندان نشاند ۶ ننگ شیرے کو ز خرگوشے بماند

در چنیں ننگی و آنگہ ایں عجب ۷ فخر دیں خواہی کہ گویندت لقب

ترجمہ (۱) کاہل امیر بُری طرح خوار ہوتا ہے کیونکہ وہ بیوقوفی سے پس و پیش کا خیال نہیں کرتا (۲) جو شخص بوجہ کاہلی کے بے صبر اور ناشکر گذار ہوتا ہے ۔ وہ جبر کو اپنی پشت و پناہ بناتا ہے (۳) جو شخص جبر کا قائل ہوتا ہے اپنے آپ کو بیمار بنا لیتا ہے اور اسی بیماری سے وہ مرجاتا ہے (۴) جو شخص دشمن کی باتوں پر اعتبار کرتا ہے اُس کا یہی حال ہوتا ہے جو آدمی اپنے حاسدوں سے دوستی کرتا ہے اس کی یہی سزا ہوتی ہے (۵) دشمن اگرچہ تیرے ساتھ دوستی کی باتیں کرتا ہے ۔ لیکن اُس کے دانے کو دام سمجھنا چاہئے

(۶) شیر کو ایک خرگوش نے کنوئیں میں قید کر دیا۔ موجب ننگ ہے وہ شیر جو خرگوش سے مغلوب ہو جائے (۷) تو بھی اسی طرح باعث ننگ ہے لیکن تعجب ہے کہ اس پر بھی تیری خواہش ہے کہ لوگ تجھے فخر الدین کا لقب دیں ؎

اس کہانی میں مولانا نے مندرجہ ذیل اُصول بیان کئے ہیں :-

(۱) دشمن کی باتوں کا اعتبار کر کے جدوجہاد کو چھوڑنا نہیں چاہیئے ؎

(۲) توکل سے یہ مراد نہیں کہ آدمی کوشش چھوڑ دے ؎

(۳) فلسفۂ جبر تباہی کا باعث ہے ؎

(۴) دشمنوں کے ساتھ کبھی دوستانہ سلوک نہیں کرنا چاہیئے ؎

(۵) مسلمان کہلا کر کفار کے فریب میں پھنس جانا باعث ننگ ہے ؎

آگے چل کر مولانا دنیا کی زندگی اور دنیا کی دولت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں ؎

ترک این شرب ار بگوئی یک دو روز	۱	ترکنی اندر شراب خلد پوز
یک دو روزے چہ کہ دنیا ساعتے است	۲	ہر کہ ترکش کرد اندر راحتے است

معنی الترک راحت گوش کن	۳	بعد ازان جامِ بقا را نوش کن
باسگاں بگذار ایں مُردار را	۴	خُرد بشکن شیشۂ پندار را

ترجمہ (۱) اگر تو لذاتِ دنیا کو ایک دو روز کے لئے چھوڑ دے تو اُس کے بدلے تجھے شرابِ خلد عطا ہو گی (۲) ایک دو روز بھی نہیں دنیا تو صرف ایک ساعت ہے جو اسے ترک کرتا ہے اسے راحت نصیب ہوتی ہے (۳) اَلتَّرکُ رَاحَۃٌ کے یہی معنی ہیں اس کے بعد تجھے جامِ بقا مِل جائے گا (۴) اس مردار کو کتوں کے لئے چھوڑ دے اور پندار کے شیشے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے ۔

جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف رجُوع

دشمنانِ دین سے لڑنے کا نام اصطلاح میں جہاد اصغر یعنی چھوٹا جہاد ہے اور خود اپنے نفسِ امارہ کے مغلوب کرنے کا نام جہاد اکبر یعنی بڑا جہاد ہے ۔ مولانا رح اِس جہاد کے متعلق فرماتے ہیں ؎

اے شہاں کشتیم ما خصمِ بروں	۱	ماند خصمے زاں بتر در اندروں
دوزخ است ایں نفس و دوزخ اژدہا است	۲	کو بدریا ہا نگردد کم و کاست

چونکہ واگشتم زپیکار بروں	۳	روئے آوردم بہ پیکار دروں
قد رجعنا من جہاد الاصغریم	۴	باتیے اندر جہاد اکبریم
سہل شیرے داں کہ صفہا بشکند	۵	شیر آن است آنکہ خود را بشکند

ترجمہ (۱) اے بادشاہ ہم نے باہر والے دشمن کو قتل کر لیا ہے لیکن اس سے زیادہ خطرناک دشمن خود ہمارے اندر موجود رہا ہے (۲) ہمارا نفس ایک دوزخ ہے ایک اژدہا ہے جو دریاؤں سے بھی ٹھنڈا نہیں ہوتا (۳) جب کہ میں باہر کی لڑائی سے واپس ہوا۔ اندر کی لڑائی کی طرف متوجہ ہوا (۴) ہم جہاد اصغر سے واپس ہوئے اور بُتِ نفس کے ساتھ جہاد اکبر میں مصروف ہوئے (۵) وہ شیر مرد جو دشمن کی صفوں کو توڑتا ہے اتنا بہادر نہیں جتنا بہادر وہ شیر ہے جو اپنے آپ کو شکست دیتا ہے۔

بیانِ بالا کی تائید اور تمثیل میں مولانا نے حضرت عمرؓ کا ایک قصہ لکھا ہے۔ جس میں بتایا ہے کہ حضرتِ موصوف نے صرف جہادِ اصغر سے ہی ملکی فتوحات حاصل نہیں کی تھیں بلکہ جہاد اکبر سے اپنے نفس کو مغلوب کر کے اس کے ذریعہ سے بھی کئی دشمنوں کو شکست دی تھی۔

جہادِ اکبر سے دشمنوں کو مغلوب کرنا

ایک دفعہ قیصر روم کا ایک سفیر مدینے میں آیا۔ شہر میں داخل ہو کر لوگوں سے پوچھا۔ کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا محل کہاں ہے۔ لوگوں نے اسے جواب دیا کہ آں حضرت رض کا کوئی محل نہیں۔ وہ تو درویشوں کی طرح رہتا ہے۔ اُس کے محل کو دیکھنے کے لئے دل کی آنکھ روشن ہونی چاہیئے ؎

ہر کرا باشد ز سینہ فتح باب	۱	او ز ہر ذرہ بہ بیند آفتاب
دو سر انگشت بر دو چشم نہ	۲	ہیچ بینی از جہاں انصاف دہ
ور نہ بینی ایں جہاں معدوم نیست	۳	عیب جز انگشت نفس شوم نیست
آدمی دیدہ است باقی پوست است	۴	دید آنست آنکہ دید دوست است
چونکہ دید دوست نبود کور بہ	۵	دوست کو باقی نباشد دور بہ

ترجمہ (۱) جس شخص کے سینے کے دروازے کھلے ہوں اُس کو ہر ذرے میں آفتاب نظر آتا ہے (۲) دونوں آنکھوں پر دو انگلیاں رکھ دو تو پھر انصاف سے کہو کیا تم دنیا کو دیکھ سکو گے (۳) اور اگر نہ دیکھ سکو تو یہ جہان تو معدوم نہیں صرف تمہارے نفسِ شوم کی

انگلی کا قصور ہے (۴) آدمی آنکھ کا نام ہے باقی صرف چمڑا ہے اور آنکھ وہ ہے جو دوست کو دیکھ سکے (۵) جو آنکھ دوست کو نہ دیکھ سکے وہ اندھی ہو تو بہتر ہے اور دوست جو ہمیشہ ہنسنے والا نہ ہو دور ہو تو بہتر ہے ؂

سفیر یہ بات سُن کر حیران ہوُا - اور حضرت عمرؓ کو دیکھنے کیلئے زیادہ مشتاق ہوگیا - اُن کو ڈھونڈھنے کے لئے چاروں طرف پھرتا تھا - آخرکار ایک اعرابی عورت نے اُسے بتایا کہ دیکھو اُس کھجور کے درخت کے نیچے حضرت عمرؓ سوئے ہوئے ہیں - سفیر اس طرف گیا اور آں حضرتؓ سے ذرا دُور ہی کھڑا ہوگیا - اُن کو دیکھ کر سفیر کا تمام جسم کانپنے لگا - اور اس پر ایک سخت ہیبت طاری ہوگئی ؂

ہیبت حق است این از خلق نیست	۱	ہیبت آں مرد صاحب دلق نیست
ہر کہ ترسید از حق و تقوٰی گزید	۲	ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید

ترجمہ (۱) یہ ہیبت خدا کی ہیبت ہے کسی آدمی کی نہیں - یہ ہیبت اس دلق پوش مرد کی نہیں (۲) جو شخص خدا سے ڈر کر تقوٰی اختیار کرتا ہے جن و انس میں سے جو کوئی اسے دیکھے اس سے ڈر جاتا ہے ؂

سفیر تھوڑی دیر کے لئے ہاتھ باندھ کر کھڑا رہا - آخر حضرت عمرؓ بیدار ہوئے - سفیر نے سلام کیا آپ نے جواب دیا اور اُسے اپنے

پاس بٹھا لیا۔ اور اس کو مشتاق دیکھ کر طرح طرح کے دقیق نکات بیان فرماتے رہے ؎

اِس ضمن میں مولانا نے پھر موقع پا کر جبر و اختیار کے متعلق ایک مثال بیان فرما دی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک ہاتھ رعشہ سے کانپتا ہے۔ ایک ہاتھ کو تو خود جنبش دیتا ہے۔ دونوں حرکتیں خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ لیکن اس حرکت اور اُس حرکت میں بہت بڑا فرق ہے۔ تو اپنی حرکت سے بعض دفعہ پشیمان ہو جاتا ہے لیکن رعشہ کی حرکت سے کبھی پشیمانی نہیں ہوتی۔ گویا خود ہمارا دل اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ہم مجبور نہیں مختار ہیں ؎

گفتگو کا سلسلہ کچھ دیر تک جاری رہا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے سفیر کے دل کو نورِ ایمان سے روشن کر دیا۔ سفارت کے مقاصد بھول گئے اور مسلمان ہو گیا۔ اس پر مولانا فرماتے ہیں ؎

اے خنک آں مُردہ کز خود رستہ شد	۱	در وجودِ زندۂ پیوستہ شد
وائے آں زندہ کہ با مردہ نشست	۲	مُردہ گشت و زندگی از وے بجست
چوں تو در قرآنِ حق بگریختی	۳	با روانِ انبیا آمیختی
ور بخوانی و نۂ فرماں پذیر	۴	انبیا و اولیا را دیدہ گیر
ور پذیرائی چو برخوانی قصص	۵	مرغِ جانت تنگ آید در قفس

مرغ کو اندر قفس زندانی ست	۶	می نجوید رستن از نادانی ست

ترجمہ (۱) خوش نصیب ہے وہ مُردہ جو اپنے آپ سے آزاد ہوا اور کسی زندہ کے ساتھ پیوست ہو گیا (۲) قابل رحم ہے وہ زندہ جو مُردہ کے ساتھ بیٹھا مر گیا اور زندگی سے محروم ہو گیا۔ (۳) جب تو اللہ کے قرآن کی طرف متوجہ ہوا تو انبیا کی جان سے مل گیا۔ (۴) لیکن اگر تو قرآن پڑھ کر اُس کے احکام پر کاربند نہ ہوا تو انبیا اور اولیا کے ساتھ ملنے کا کیا فائدہ (۵) اور اگر تو قرآنی قصص کو پڑھ کر انہیں قبول کر لے گا تو تیری جان کا پرندہ جسم کے پنجرے سے تنگ آ جائے گا (۶) جو پرندہ پنجرے میں بند ہو وہ اگر رہائی نہ ڈھونڈے تو بے وقوف ہے؛

یہاں پھر مولانا نے دنیا کی زندگی کو قید سے مشابہت دی ہے اور اللہ کی راہ میں جان دینے کو آزادی کہا ہے۔ اِس کے بعد فرماتے ہیں کہ دنیاوی شہرت بھی انسان کے لئے ایک سخت قید ہے۔ اِس سے نجات حاصل کرنی چاہیئے ؛

خویش را رنجور ساز و زار زار	۱	تا ترا بیروں کنند از اشتہار
اشتہار خلق بندے محکم ست	۲	در رہ ایں از بند آہن کے کم ست

ترجمہ (۱) اپنے آپ کو بیمار اور زار بنا لے تاکہ تجھے شہرت

سے نکال ہیں (۲) دنیا میں مشتہر ہونا بھی ایک محکم بند ہے سفر میں یہ بند لوہے کی جولان سے کم نہیں ؎

حصولِ آزادی کے لئے جان کی قربانی ضروری ہے

اِس کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ ایک سوداگر نے ایک طوطا پال رکھا تھا جو نہایت خوب صورت اور خوش گفتار تھا۔ ایک دفعہ سوداگر ہندوستان جانے لگا تو اپنے ہر ایک غلام اور کنیز سے پوچھا کہ تیرے لئے ہندوستان سے کیا تحفہ لاؤں۔ طوطے سے بھی پوچھا۔ اُس نے جواب دیا کہ جب ہندوستان پہنچو تو وہاں کے طوطوں کو میرا سلام کہنا اور بتانا کہ فلاں طوطا جو تمہارا بڑا مشتاق ہے۔ ہماری قید میں ہے اور تم سے چارہ وارشاد کی درخواست کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مَیں قید ہوں اور تم سبزہ زاروں میں آزاد پھرتے ہو۔ یہ وفاداری سے بعید ہے ؎

سوداگر جب ہندوستان پہنچا تو ایک درخت پر چند طوطے دیکھے کھڑا ہوگیا۔ اور اپنے طوطے کا پیغام ان طوطوں کو پہنچایا یہ پیغام سُن کر ایک طوطا کانپنے لگا اور درخت سے گر کر مرگیا سوداگر سخت پشیمان ہوا کہ مَیں نے کیا کہا۔ اس پر مولانا فرماتے ہیں ؎

این زبان چون سنگ و ہم آہن وش است	۱	وانچہ بجہد از زبان چون آتش است

سنگ و آہن را مزن بر ہم گزاف	۲	گہ ز روئے نقل و گہ از روئے لاف
زانکہ تاریک است و ہر سو پنبہ زار	۳	درمیان پنبہ چوں باشد شرار
عالمے را یک سخن ویراں کند	۴	روبہان مردہ را شیراں کند
جانہا در اصل خود عیسیٰ دمند	۵	یکزمان زخم اند و دیگر مرہمند
گر حجاب از جانہا بر خاستے	۶	گفت ہر جانے مسیح آساستے

ترجمہ (۱) زبان پتھر اور منہ لوہا ہے۔ اور جو بات زبان سے نکلتی ہے آگ ہے (۲) لاف زنی اور تفریح کے لئے بیہودہ اس پتھر اور اس لوہے کو آپس میں نہ رگڑ (۳) کیونکہ اندھیرا ہے اور چاروں طرف پنبہ زار ہے۔ پنبہ زار میں آگ کی چنگاری پھینکنے کا نتیجہ تجھے معلوم ہے (۴) ایک بات دنیا کو ویران کر دیتی ہے۔ ایک بات مردہ لومڑی کو شیر بنا دیتی ہے (۵) جانیں در اصل تمام عیسیٰ دم ہیں کبھی زخم ہیں اور کبھی مرہم (۶) اگر جانوں سے پردے اٹھ جاتے۔ تو ہر ایک جان کا لفظ دم عیسیٰ کا حکم رکھتا ؎

اسی ضمن میں مولانا فرماتے ہیں ؎

کاملے گر خاک گیرد زر شود	۱	ناقص ار زر برد خاکستر شود
چوں قبول حق بود آں مرد راست	۲	دست او در کارہا دست خدا ست

جہل آید پیش او دانش شود	۳	جہل شد علمے کہ در ناقص رود
ہر چہ گیرد علتے علت شود	۴	کفر گیرد کاملے ملت شود

ترجمہ (۱) کامل آدمی اگر مٹی کو ہاتھ لگائے تو وہ سونا ہو جاتی ہے۔ ناقص آدمی اگر سونا اٹھائے تو راکھ ہو جاتا ہے (۲) مردِ خدا چونکہ مقبولِ حق ہوتا ہے اس لئے اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔ (۳) اس کے پاس آکر جہالت دانائی بن جاتی ہے اور ناقص آدمی کے پاس جا کر علم بھی جہالت بن جاتا ہے۔ (۴) ناقص آدمی جس چیز کو ہاتھ میں لے گا ناقص بن جائیگی اور کامل آدمی اگر کفر کو ہاتھ لگائے گا تو وہ اسلام بن جائے گا ؎

سوداگر جب ہندوستان سے واپس آیا۔ تو ہر شخص کے لئے جو تحفہ لایا تھا اُسے دیا۔ طوطے نے کہا کہ کیا آپ نے میرا پیغام طوطوں کو دیا اگر دیا تو انہوں نے کیا جواب دیا۔ سوداگر نے کہا میں تمہارا پیغام دے کر سخت پشیمان ہؤا میں نہیں چاہتا کہ وہ ماجرا تمہیں بتاؤں۔ طوطے کے اصرار پر آخر کار سوداگر نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ اِس پر طوطا کانپنے لگا اور پنجرے میں گر کر مر گیا ؎

تاجر سخت پشیمان ہؤا اور آہ وزاری کے بعد طوطے کو پنجرے سے باہر نکال کر پھینک دیا۔ اس پر طوطا اُڑ کر درخت پر جا

بیٹھا۔ سوداگر اور زیادہ پشیمان ہُوا۔ اور طوطے سے پوچھا کہ یہ بات کیا ہے۔ طوطے نے جواب دیا کہ ہندوستان کے طوطے نے اشارتاً مجھے یہ نصیحت کی تھی کہ تجھے تیری خوش گفتاری نے قید میں ڈالا ہے اسے چھوڑ دے تاکہ تو آزاد ہو جائے۔ اُس نے اپنے آپ کو مردہ بنا کر یہ سمجھایا کہ تو بھی مرجا، تاکہ تجھے رہائی حاصل ہو۔ اس پر مولانا فرماتے ہیں ؎

دانہ باشی مرغکانت برچنند	۱	غنچہ باشی کودکانت برکنند
دانہ پنہاں کن بکلّی دام شو	۲	غنچہ پنہاں کن گیاہِ بام شو
ہر کہ داد او حسن خود را بر مزاد	۳	صد قضائے بد سوئے او رُو نہاد
چشم ہا و خشم ہا و رشک ہا	۴	بر سرش بارد چو آب از مشکہا
دشمناں او را ز غیرت می درند	۵	دوستاں ہم روزگارش می برند
او چہ بیند خلق را سرمست خویش	۶	از تکبّر می رود از دست خویش
او نداند کہ ہزاراں را چو او	۷	دیو افگندست اندر آب جو
لطف و سالوس جہاں خوش لقمہ ایست	۸	کمترش خور کاں پر آتش لقمہ ایست
آتشش پنہان و ذوقش آشکار	۹	دُود او ظاہر شود پایانِ کار

ترجمہ (۱) اگر تو دانہ ہوگا تو پرندے تجھے کھا لینگے۔
اور اگر تو غنچہ ہوگا تو لڑکے تجھے توڑ لینگے (۲) دانے کو پوشیدہ
کر اور سراسر دام بن جا۔ غنچے کو چھپا دے اور چھت کا گھاس بن جا
(۳) جو شخص اپنے حسن کا مظاہرہ کریگا سو طرح کی مصیبتیں اسے پیش
آئیں گی (۴) نگاہیں غصے اور رشک اس کے سر پر اس طرح
برسیں گے جس طرح مشک سے پانی (۵) دشمن اس کو حسد سے
پھاڑیں گے اور دوست بھی اس کی زندگی کو تلخ بنائیں گے (۶)
جب وہ لوگوں کو اپنا گرویدہ دیکھتا ہے تو تکبر سے بے اختیار ہو
جاتا ہے (۷) وہ نہیں جانتا کہ اس جیسے ہزاروں کو شیطان نے
غرق کیا ہے (۸) لوگوں کی خوشامد اور مہربانی ایک میٹھا لقمہ ہے
لیکن اسے نہ کھاؤ وہ آگ کا لقمہ ہے (۹) اس کی آگ پوشیدہ
اور ذائقہ ظاہر ہے لیکن آخر کار اُس کا دھواں ظاہر ہو جاتا ہے۔

موت ایک تازہ زندگی کا نام ہے

جہاد اکبر اور جہاد اصغر کا ایک مشترکہ اصُول

اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ ہر موت ایک تازہ زندگی
کا پیش خیمہ ہے۔ حیات و ممات کا یہ سلسلہ متواتر اور مسلسل ہے
دنیا کی اس زندگی میں بھی ہر لحظہ موت و حیات کا یہ سلسلہ جاری

ہے - جہاد اکبر میں اپنی خودی کو مار دینا یا جہاد اصغر میں اپنی جان کی قربانی کرنا دونو اسی اصول کے ماتحت ہیں - فرماتے ہیں ؎

از عدم ہا سوئے ہستی ہر زماں	۱	ہست یا رب کارواں در کارواں
در خزاں بیں صد ہزاراں شاخ و برگ	۲	از ہزیمت رفتہ در دریائے مرگ
باز فرماں آید از سالار دہ	۳	مر عدم را کانچہ خوردی باز دہ
آنچہ خوردی وادہ اے مرگ سیاہ	۴	از نبات و دارو از برگ و گیاہ
اے برادر یک دم از خود دور شو	۵	با خود آ و غرق بحر نور شو
اے برادر عقل یک دم با خود آر	۶	دمبدم در تو خزان است و بہار
باغ دل را سبز و تر و تازہ بیں	۷	پر ز غنچہ و ورد و سرو و یاسمین

ترجمہ (۱) عدم سے ہستی کی طرف اے خدا کاروانوں پر کاروان چلے آرہے ہیں (۲) خزاں میں دیکھ کہ لاکھوں ٹہنیاں اور پتے شکست کھا کر موت کے دریا میں غرق ہو جاتے ہیں (۳) پھر بادشاہ کی طرف سے عدم کے نام حکم آتا ہے کہ جو کچھ تو نے کھایا ہے اُسے واپس کر (۴) اے سیاہ موت جو کچھ تو نے نباتات پھول اور گھاس پتے میں سے کھایا ہے اُسے واپس دیدے (۵)

اے بھائی ایک دم کے لئے اپنے آپ سے دُور ہو جا پھر اپنے آپ میں آ کر بحر نور میں غرق ہو جا (۶) اے بھائی ایک دم کے لئے عقل سے کام لے تجھ میں ہر وقت خزاں اور بہار آتی جاتی رہتی ہے (۷) اپنے دل کے باغ کو سبز اور تر و تازہ دیکھ کلیوں۔ پھولوں اور سرو و یاسمین سے ۔

موت اور زندگی کی اِس پے در پے آمد و رفت کا بیان کرنے کے بعد جہاد اکبر کے سلسلے میں عجز و نیاز کی تعلیم دیتے ہیں اور فرماتے ہیں ۔

تو کہ یوسف نیستی یعقوب باش	۱	ہمچو او با گریہ و آشوب باش
تو چو شیریں نیستی فرہاد باش	۲	چوں نۂ لیلیٰ تو مجنوں گرد فاش
بشنو ایں پند از حکیم غزنوی	۳	تا بیابی در تن کہنہ نوی

تا زر اروئے بیاید ہم چو ورد
چوں نداری گرد بد خوئے مگرد
عیب باشد چشم نابینا و باز
زشت باشد روئے نازیبا و ناز

پند او را از دل و جاں گوش کن	۴	ہوش را جاں ساز و جاں را ہوش کن

پیش یوسف نازش خوبی مکن	۵	جز نیاز و آہ یعقوبی مکن
معنی مردن ز طوطی بد نیاز	۶	در نیاز و فقر خود را مردہ ساز
در بہاراں کے شود سر سبز سنگ	۷	خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ
سالہا تو سنگ بودی دلخراش	۸	آزموں را یکزمانے خاک باش

ترجمہ (۱) جب تو یوسف نہیں ہے تو یعقوب بن جا اور اس کی طرح آہ وزاری سے کام رکھ (۲) جب تو شیریں نہیں ہے تو فرہاد بن جا اور جب تو لیلیٰ نہیں مجنوں بن جا (۳) حکیم سنائی کی یہ نصیحت سن تا کہ تجھے اپنے پرانے جسم میں تازگی نظر آئے۔

"ناز کے لئے پھول جیسا چہرہ ضروری ہے۔ اگر تیرا چہرہ ایسا نہیں تو بدخوئی نہ کر۔ آنکھ اندھی ہو اور کھلی ہو تو یہ عیب کی بات ہے۔ بدصورت چہرے کے ساتھ ناز کرنا برا معلوم ہوتا ہے"۔

(۴) اس کی نصیحت کو دل و جان سے سن۔ ہوش کو جان بنا اور جان کو ہوش (۵) یوسف کے سامنے خوبصورتی پر ناز نہ کر سوائے یعقوب کی آہ وزاری کے کچھ نہ کر (۶) طوطے کے مرنے کا مطلب یہی نیاز تھا۔ نیاز اور فقر سے اپنے آپ کو مردہ بنالے۔ (۷) بہار کے موسم میں پتھر سرسبز نہیں ہوتے۔ خاک بن جا تا کہ

رنگ رنگ کے پھول پیدا ہوں (۸) مدت تک تو دلخراش پتھر بنا رہا ہے آزمائش کے طور پر تھوڑی دیر کے لئے خاک بن جا۔

اِس کے بعد مولانا نے جہادِ اکبر کی مثال میں پیر چنگی (ایک بوڑھے ستار بجانے والے) کا قصہ لکھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک ستار بجانے والا مطرب تھا۔ جوانی کے زمانے میں اُس کی خوش آوازی اور چنگ نوازی کا شہرہ تھا۔ جب بوڑھا ہو گیا تو نہ وہ خوش آوازی رہی اور نہ چنگ نوازی۔ روٹی کے لئے بھی محتاج ہو گیا۔ اس تنگی کی حالت میں وہ ایک روز ستار لے کر قبرستان میں چلا گیا اور رونا شروع کیا کہ اے میرے پروردگار مَیں نے عمر کے ستر سال گناہوں میں گزارے ہیں۔ لیکن تو نے ایک دن بھی مجھے روزی عطا کرنے سے انکار نہیں کیا آج میرے پاس روزی کمانے کا ظاہری کوئی ذریعہ نہیں۔ آج میں تیرا مہمان ہوں اور تیرے دربار میں ستار بجاتا ہوں۔ اور تجھ سے صلہ مانگتا ہوں۔ کچھ دیر تک ستار بجاتا رہا۔ اور روتا رہا آخرکار اسے نیند آ گئی۔ اُسی وقت اِدھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیند آئی اور خواب میں ہاتف نے انہیں کہا کہ اے عمر اُٹھ اور سات سو دینار ساتھ لے کر قبرستان میں جا۔ وہاں ہمارا ایک خاص اور محترم بندہ حاجت مند ہے یہ دینار اسے جا کر دے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ اور

پیر چنگی باقی عمر کے لئے تنگدستی کی مصیبت سے چھوٹ گیا ؎
پیر چنگی کی داستان کے ضمن میں جہاں پیر چنگی کا ذکر آیا ہے وہاں ندائے الٰہی کے متعلق مولانا فرماتے ہیں ؎

آن ندا کہ اصل ہر بانگ و نواست	۱	خود ندا آن است این باقی صداست
ترک و کرد و پارسی گو و عرب	۲	فہم کردہ آن ندا بے گوش و لب
خود چہ جائے ترک و تاجیک است و زنگ	۳	فہم کردہ این ندا را چوب و سنگ
ہر دمے از وے ہمے آید الست	۴	جوہر و اعراض میگردند مست

ترجمہ (۱) وہ آواز جو ہر آواز کی اصل ہے آواز حقیقت میں وہی ہے باقی سب گونج ہے (۲) ترک کرد ایرانی اور عرب سب اس آواز کو کان اور زبان کی مدد کے بغیر سمجھتے ہیں (۳) ترک تازی اور زنگی کا کیا ذکر اس آواز کو پتھر اور لکڑی بھی سمجھ لیتے ہیں (۴) ہر وقت خدا کی طرف سے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی آواز آتی ہے۔ جوہر اور عرض اِس آواز کو سُن کر مست ہو جاتے ہیں ؎

اِسی سلسلے میں مولانا نے فراقِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں ستونِ حنانہ کے رونے اور ابوجہل کے ہاتھ میں پتھروں کے بولنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینے کا ذکر بھی

کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ معجزات کو استدلال سے اَور بعض تقلید سے مانتے ہیں۔ لیکن تقلید اور استدلال بعض دفعہ دھوکا دے جاتے ہیں۔ اِن معاملات میں نورِ ایمان اَور یقین کی ضرورت ہے ؂

صد ہزاراں زاہلِ تقلید و نشاں	۱	افگند شاں نیم وہمے در گماں
کہ بظن تقلید و استدلال شاں	۲	قائم است و جملہ پرّ و بال شاں
شبہ می انگیزد آں شیطانِ دُوں	۳	در فتند ایں جملہ کوراں سرنگوں
پائے استدلالیاں چوبیں بود	۴	پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

ترجمہ (۱) لاکھوں آدمی اہلِ تقلید و نشان ہیں کہ تھوڑا سا وہم ان کو شک میں ڈال دیتا ہے (۲) وہ خیال کرتے ہیں کہ ان کی تقلید اور استدلال قائم ہیں اَور اُن کے پر و بال درست ہیں (۳) کمینہ شیطان ان کے دل میں شبہ ڈال دیتا ہے اَور وہ اندھے سر کے بل گر پڑتے ہیں (۴) استدلال والوں کی ٹانگیں لکڑی کی ہوتی ہیں اور لکڑی کی ٹانگیں نہایت بے اعتبار ہوتی ہیں ؂

خدا کی راہ میں جان و مال کی قربانی ایک حقیر قربانی ہے

مولانا فرماتے ہیں کہ ایک غریب اعرابی کو ایک دن اس کی عورت نے شکایت کے رو سے کہا کہ تمام دنیا عیش کر رہی ہے اور ہم اس مفلسی میں مر رہے ہیں۔ نہ ہمارے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ ہے نہ پہننے کے لئے۔ صبح و شام کی روٹی کے لئے ہم سرگردان رہتے ہیں۔ خویش اور بیگانے سب ہم سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ اس حالت میں اگر تیرا مہمان آ گیا تو یقین جان کہ میں اس کے کپڑے چرا لوں گی۔ اور اس کی جوتیوں کو گوشت کی جگہ پکا کر اُسے بھی کھلاؤنگی اور خود بھی کھاؤں گی۔ اس پر مولانا فرماتے ہیں ؎

بہر ایں گفتند دانایاں بفن	۱	میہمانِ محسناں باید شدن
تو مرید و میہمانِ آں کسی	۲	کو ستاند حاصلت را از خسی
حرف درویشاں بدزدد بسے	۳	تا گماں آید کہ ہست او خود کسے
خردہ گیرد در سخن بر بایزید	۴	ننگ دارد از درونِ او یزید
دیر باید تا کہ سرّ آدمی	۵	آشکارا گردد از بیش و کمی

زیرِ دیوار بدن گنجے ست یا	۶	خانۂ مورست و مار و اژدہا
چونکہ پید اگشت کاں چیزے نبود	۷	عمر طالب رفت آگاہی چہ سود

ترجمہ (۱) داناؤں نے اسی لئے کہا ہے کہ محسن آدمی کا میہمان بننا چاہیئے (۲) تو ایسے شخص کا مہمان اور مرید ہے جو منگی سے تیری کمائی تجھ سے چھینتا ہے (۳) بعض آدمی درویشوں کی چند باتیں سیکھ لیتے ہیں تاکہ لوگ خیال کریں کہ وہ اہل اللہ ہیں (۴) ایسے آدمی گفتگو میں حضرت بایزید رح کی بھی غلطیاں نکالتے ہیں لیکن اُن کے اندر کا یہ حال ہے کہ یزید بھی اُن سے پناہ مانگتا ہے (۵) آدمی کا اصلی بھید اور اُس کی بیشی کمی معلوم کرنے میں بڑی دیر لگتی ہے (۶) تاکہ ظاہر ہو جائے کہ دیوار کے نیچے خزانہ ہے یا صرف سانپ اور اژدہا (۷) جب معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ آدمی کسی کام کا نہیں اُس وقت مرید کی عمر گزر چکی ہوتی ہے۔ اس وقت حقیقت کے معلوم ہو جانے کا کیا فائدہ ؟

اعرابی نے عورت کو کہا کہ اس شکوہ و شکایت سے کیا حاصل ہے۔ زیادہ عمر گزر چکی ہے۔ تھوڑی باقی ہے۔ جس طرح خدا کو منظور ہو گا۔ اسی طرح باقی دن بھی گزر جائیں گے۔ ہر حالت میں خدا کا شکر کرنا چاہیئے اور صبر۔ عورت کا غصہ اَور تیز ہو گیا اور خاوند کو برا بھلا کہنے لگی۔

خاوند نے ہر چند اس کو صبر کرنے کی تلقین کی اور کچھ سخت لفظ بھی کہے۔ لیکن وہ نہ مانی اور رونا شروع کر دیا ؛

اس پر اعرابی نرم ہو گیا اور چاپلوسی کی باتیں شروع کر دیں۔ یہاں مولانا فرماتے ہیں ؎

گفت پیغمبر کہ زن بر عاقلاں	۱	غالب آید سخت بر صاحبدلاں
باز بر زن جاہلاں چیرہ شوند	۲	زانکہ ایشاں تند بس خیرہ شوند
کم بودشاں رقت ولطف و وداد	۳	زانکہ حیوانی ست غالب بر نہاد
مہر و رقت وصف انسانی بود	۴	خشم وشہوت وصف حیوانی بود

ترجمہ (۱) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عورت عقلمند اور صاحبدل مردوں پر سخت غالب ہوتی ہے (۲) برخلاف اس کے جاہل آدمی عورتوں پر غالب ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ تند خو اور بے لحاظ ہوتے ہیں (۳) اُن میں نرمی مہربانی اور محبت کم ہوتی ہے بدیں وجہ کہ حیوانیت ان کی طبیعت پر غالب ہوتی ہے (۴) محبت اور نرمی انسانی خاصہ ہے۔ غصہ اور شہوت حیوانی وصف ہے ؛

بات سے بات پیدا کر کے اسی ضمن میں مولانا فرماتے ہیں کہ دنیا کا آرام اور تکلیف نیکی اور بدی عیب اور ہنر جہل اور عقل

وغیرہ وغیرہ سب اضافی کیفیتیں ہیں - کوئی چیز نہ مطلقاً یہ ہے اور نہ وہ ۔

در مقامے زہر در جائے دوا	۱	در مقامے کفر و در جائے روا
در مقامے خار و در جائے چو گل	۲	در مقامے سرکہ در جائے چو مُل
در مقامے فقر و در جائے غنا	۳	در مقامے قہر و در جائے رضا
در مقامے جور و در جائے وفا	۴	در مقامے بخل و در جائے سخا
در مقامے عیب و در جائے ہنر	۵	در مقامے سنگ و در جائے گہر
در مقامے ظلم و جائے محض عدل	۶	در مقامے جہل و جائے عین عقل
اینچنیں باشد تفاوت در امور	۷	مرد کامل ایں شناسد در ظہور

ترجمہ (۱) ایک ہی چیز ایک جگہ زہر ہے اور دوسری جگہ دوا - ایک جگہ کفر ہے اور دوسری جگہ ایمان (۲) ایک جگہ کانٹا ہے اور دوسری جگہ پھول - ایک جگہ سرکہ ہے اور دوسری جگہ شراب (۳) ایک جگہ غریبی ہے اور دوسری جگہ امیری - ایک جگہ قہر ہے اور دوسری جگہ رضا (۴) ایک جگہ جور ہے اور دوسری جگہ وفا - ایک جگہ بخل ہے اور دوسری جگہ سخا (۵) ایک جگہ عیب ہے دوسری جگہ ہنر ایک جگہ پتھر ہے دوسری جگہ موتی (۶) ایک جگہ

ظلم ہے اور دوسری جگہ محض عدل ایک جگہ جہالت ہے اور دوسری جگہ عین عقل (۷) امور میں اس طرح تفاوت ہوتا ہے۔ مردِ کامل اس کو اچھی طرح سمجھتا ہے :-

اعرابی اور اس کی بیوی کچھ دیر تک تنگ دستی کے مختلف علاج سوچتے رہے۔ آخر کار عورت نے کہا کہ خلیفہ بغداد کی سخاوت کا بہت شہرہ ہے۔ اگر اس کے پاس کچھ تحفہ لے جاؤ تو ممکن ہے۔ کہ وہ تمہیں اتنا انعام دیدے کہ ہمیں فاقوں سے نجات ملے۔ آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ اعرابی بارش کے پانی کا ایک گھڑا جو بیابان عرب میں ایک نہایت کمیاب چیز ہے خلیفہ کے پاس لے جاؤ۔ ان کا خیال تھا کہ صحرائے عرب کی طرح بغداد میں بھی میٹھے پانی کا قحط ہوگا۔ عورت نے گھڑے کا منہ بند کر کے اسے نمدے میں سی دیا اور اعرابی اسے لے کر بغداد کی طرف روانہ ہوگیا۔ رات دن منزل بمنزل چلتے چلتے آخر کار اعرابی بغداد پہنچ گیا اور خلیفہ کے محل پر جا کر دربانوں کو کہا کہ میں کئی سو میلوں کی مسافت طے کر کے بادشہ کے لئے میٹھے پانی کا ایک گھڑا لایا ہوں۔ میرا یہ ہدیہ بادشہ کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ دربان اعرابی کی اس حماقت پر ہنستے تھے۔ لیکن چونکہ وہ ایک مہربان عادل اور سخی بادشہ کے نوکر تھے۔ اس لئے وہ بھی رحم دل تھے۔ کیونکہ بادشاہ کے اوصاف کا

پرتو اس کے نوکروں کے دلوں پر بھی پڑتا ہے - اس مقام پہ مولانا فرماتے ہیں ؎

ہر ہنر کاستا بدان معروف شد ۱ جان شاگردش بدان موصوف شد

پیش استاد اصولی ہم اصول ۲ خواند آن شاگرد چُست با حصول

پیش استاد فقیہ آن فقہ خوان ۳ فقہ خواند نے اصول و نے بیان

پیش استادے کہ او نحوی بود ۴ جان شاگردش ازو نحوی شود

باز استادے کہ آن محو رہ است ۵ جان شاگردش ازان محو شہ است

زین ہمہ انواع دانش روز مرگ ۶ دانش فقر است ساز راہ و برگ

آن یکے نحوی بکشتی در نشست ۷ رو بکشتیبان نمود آن خود پرست

گفت ہیچ از نحو خواندی گفت لا ۸ گفت نیم عمر تو شد بر فنا

دل شکستہ گشت کشتیبان ز تاب ۹ لیک آن دم گشت خامُش از جواب

باد کشتی را بگردابے فگند ۱۰ گفت کشتیبان بآن نحوی بلند

ہیچ دانی آشنا کردن بگو ۱۱ گفت نے از من تو سباحی مجو

گفت کل عمرت اے نحوی فناست ۱۲ زانکہ کشتی غرق در گرداب ہاست

محو مے باید نہ نحو اینجا بداں	۱۳	گر تو محوی بے خطر در آب راں	
مرد نحوی را ازاں در دوختیم	۱۴	تا شمارا نحو محو آموختیم	

ترجمہ (۱) جس ہنر میں استاد مشہور ہوتا ہے شاگرد بھی وہی ہنر سیکھتا ہے (۲) استاد اصولی کے شاگرد اس سے علم اصول ہی حاصل کرتے ہیں (۳) استاد فقیہ ہو تو شاگرد بھی فقہ ہی سیکھتے ہیں نہ کہ اصول اور بیان (۴) استاد نحوی ہو تو اُس کے شاگرد کی جان بھی نحوی ہو جاتی ہے (۵) اور اگر استاد محوِ طریقت ہو تو اُس کا شاگرد بھی خدا میں محو ہونا سیکھے گا (۶) ان تمام علوم میں سے مرتے وقت علم فقر کام آئے گا (۷) ایک نحوی کشتی میں بیٹھا اور اپنے علم کے غرور میں کشتیبان سے مخاطب ہؤا (۸) پوچھا کہ تو نے علم نحو بھی پڑھا ہے ملاح نے جواب دیا کہ نہیں اس پر نحوی نے کہا کہ تیری آدھی عمر ضائع ہو گئی (۹) ملاح بہت شکستہ دل ہؤا لیکن اس وقت کچھ جواب نہ دیا (۱۰) اتفاقاً ہوا چلی اور کشتی گرداب میں آ گئی۔ ملاح نے نحوی سے چلا کر پوچھا (۱۱) کہ تجھے تیرنا آتا ہے۔ نحوی نے کہا کہ نہیں۔ مجھے تیرنے سے کیا کام (۱۲) ملاح نے کہا کہ تیری ساری عمر تباہ ہو گئی کیونکہ کشتی بھنور میں آ گئی ہے (۱۳) یہاں محو چاہیئے نہ کہ نحو اگر تو محوی ہے تو دریا سے نہ ڈر (۱۴) مرد نحوی کا قصہ

ہم نے اس لئے بیان کر دیا کہ تجھے محو کی نحو سکھائیں ؂

خلیفہ کے نوکر اعرابی کا تحفہ خلیفہ کے پاس لے گئے۔ خلیفہ نے اعرابی کو بلایا اس کی حالت دیکھی اور احوال پوچھا۔ حکم دیا کہ گھڑا سونے سے بھر کر اعرابی کو دیا جائے اور کچھ اور سونا بھی۔ پھر نوکروں کو حکم دیا کہ اسے دجلہ کے راستے واپس لے جائیں۔ کیونکہ یہ راستہ نزدیک ہے اور آسان۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب اعرابی کشتی میں بیٹھا اور دریائے دجلہ کو دیکھا۔ تو سخت شرمندہ ہؤا۔ کہ یہاں تو میٹھے پانی کا دریا بہ رہا ہے۔ بادشاہ کی سخاوت پر حیران ہوتا تھا کہ اُس نے پانی کا گھڑا قبول کر لیا اور اس کے انعام میں ہزاروں روپے دیدئے ؂

مولانا فرماتے ہیں کہ ہماری جان اور ہمارا مال بلکہ سارا جہان اعرابی کے گھڑے کی طرح ہے۔ خدا کی درگاہ میں یہ ایک نہایت ہی حقیر تحفہ ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے اسے قبول کر لیتا ہے اور اس کے عوض ہزار چند زیادہ دیتا ہے ؂

کل عالم را سبو داں اے پسر	۱	پر شدہ از لطف و خوبی تا بسر
قطرۂ از دجلۂ خوبیِ او ست	۲	کاں نمی گنجد ز پری زیر پو ست
وانکہ دیدندش ہمیشہ بیخودند	۳	بیخودانہ در سبو سنگے زدند

اے زغیرت در سبو سنگے زدہ	۴	وآں سبو زاشکست کاملتر شدہ

ترجمہ (۱) اے لڑکے تمام جہان کو ایک گھڑا سمجھ جو لطف و خوبی سے لبریز ہو رہا ہے (۲) لیکن خدا کے دریائے لطف کے سامنے یہ ایک قطرہ ہے۔ جو کہ پری کی وجہ سے اپنے آپ میں نہیں سماتا۔ (۳) جنہوں نے اس دجلہ کو دیکھا ہے وہ ہمیشہ بیخود رہتے ہیں۔ اور بیخودی میں اس گھڑے کو پتھر مار کر توڑ ڈالتے ہیں (۴) غیرت کی وجہ سے گھڑے کو توڑتے ہیں لیکن گھڑا ٹوٹ کر زیادہ کامل ہو جاتا ہے ؎

تکلیف سے گھبرانا نہیں چاہیئے

مولانا فرماتے ہیں کہ راہ خدا میں طرح طرح کی تکلیفیں پیش آتی ہیں۔ اُن سے گھبرانا نہیں چاہیئے ؎

در بہر زخمے تو پُر کینہ شوی		پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

ترجمہ۔ اور اگر تو ہر زخم پر ترش رو ہو گا۔ تو بغیر صیقل کے تو آئینہ کس طرح بنے گا ؎

اس کی مثال میں مولانا نے ایک قصہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ قزوینیوں کی عادت ہے کہ ہاتھوں، کندھوں اور جسم کے

مختلف حصوں پر چیتے اور شیر کی تصویریں بنواتے ہیں۔ ایک قزوینی دلاک (گودنے والے) کے پاس گیا اور کہا کہ میرے جسم پر تصویر بناؤ اور اپنی اُجرت لو۔ دلاک نے پوچھا کہ اے پہلوان کس چیز کی تصویر بناؤں۔ قزوینی نے جواب دیا کہ شیر ببر کی تصویر بناؤ۔ کیونکہ میرا طالع شیر ہے۔ دلاک نے پوچھا کہ جسم کے کس حصے پر شیر بناؤں۔ قزوینی نے کہا کہ کندھے پر بناؤ تاکہ میری پشت لڑائی میں مضبوط رہے اور میں عزم و جزم میں شیر کی طرح دلیر بنوں۔ جب دلاک نے سوئی سے اُسے گودنا شروع کیا۔ تو قزوینی کے کندھے میں درد ہوا۔ شور کیا کہ تو نے مجھے مار ڈالا۔ تو کیا بنا رہا ہے۔ دلاک نے کہا کہ آپ نے شیر بنانے کا حکم دیا تھا۔ شیر کی تصویر بنا رہا ہوں۔ قزوینی نے پوچھا کہ کونسا عضو بنانا شروع کیا ہے دلاک نے کہا کہ دُم بنا رہا ہوں قزوینی نے کہا کہ دُم کو چھوڑو اس کی کیا ضرورت ہے۔ شیر کی اگر دم نہ ہوئی تو کیا مضائقہ ہے۔ دلاک نے دوسری جگہ سوئی مارنا شروع کیا۔ قزوینی پھر درد سے بے تاب ہو کر بول اُٹھا کہ اب کونسا اندام بنا رہے ہو۔ دلاک نے کہا کہ کان بنا رہا ہوں۔ قزوینی نے کہا کہ کان کی کیا ضرورت ہے۔ مختصر کرو۔ اس پر دلاک نے ایک اور مقام کو گودنا شروع کر دیا۔ قزوینی پھر چلایا اور پوچھا کہ اب کیا بنا رہے ہو۔ دلاک نے جواب دیا کہ شیر کا

پیٹ بنا رہا ہوں - قزوینی نے کہا کہ پیٹ بنانے کا کیا فائدہ ہے - تصویر کے اس بدبخت شیر کو پیٹ کی کیا حاجت ہے - درد زیادہ ہو رہا ہے - دلاک یہ سن کر حیران ہو گیا اور بڑی دیر تک انگشتِ حیرت منہ میں لئے رہا - آخر سوئی کو زمین پر دے مارا - اور کہا کہ الٰہی میں کس بلا میں گرفتار ہو گیا ہوں - کیا کروں ؎

شیر بے گوش و دم و اشکم کہ دید	اینچنیں شیرے خدا ہم نافرید

ترجمہ - دُم پیٹ اور کانوں کے بغیر بھی کسی نے شیر دیکھا ہے - ایسا شیر تو خدا نے بھی پیدا نہیں کیا ؛

اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ ہر تکلیف کے بعد آرام اور ہر موت کے بعد زندگی ہے ؎

در محاق ار ماہِ نو گردد دو تا	۱	نے در آخر بدر گردد بر سما
گرچہ دُردانہ بہاون کوفتند	۲	نورِ چشم و دل شد و دفع گزند
گندمے از زیرِ خاک انداختند	۳	پس ز خاکش خوشہ ہا بر ساختند
بارِ دیگر کوفتندش ز آسیا	۴	قیمتش افزود و نان شد جانفزا
باز نان را زیرِ دنداں کوفتند	۵	گشت عقل و جان و فہمِ سودمند

باز آں جاں چوں بحق او محو شد	۶	باز ماند از سکر و سوئے صحو شد

ترجمہ (۱) زوال کے وقت نیا چاند ٹیڑھا ہو جاتا ہے لیکن کیا آخر کار وہ آسمان پر چودھویں کا چاند بن کر نہیں چمکتا (۲) اگرچہ موتی کے دانے کو ہاون میں کوٹ ڈالتے ہیں۔ لیکن پس کر وہ آنکھ اور دل کا نور بن جاتا ہے اور درد کی دوا ہو جاتا ہے۔ (۳) گندم کے دانے کو مٹی میں ڈال دیتے ہیں لیکن آخر کار اُس سے گندم کے کئی خوشے پیدا ہو جاتے ہیں (۴) پھر گندم کو چکّی میں پیستے ہیں تو اس کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے اور وہ روٹی بن جاتی ہے (۵) پھر روٹی کو دانتوں سے چباتے ہیں تو وہ عقل جان اور فہم بن جاتی ہے۔ (۶) پھر جان جب خدا میں محو ہو جاتی ہے تو نشہ دور ہو کر بیداری اور ہوشیاری کی حالت پیدا ہو جاتی ہے

اس بیان کے سلسلے میں مولانا نے چند چھوٹی چھوٹی ضمنی کہانیاں لکھی ہیں۔ اور چند ضمنی مسائل کا بھی ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ فلسفے کے متعلق فرماتے ہیں ؎

فلسفی مر دیو را منکر شود	۱	در ہماں دم سخرۂ دیوے بود
گر نہ دیدی دیو را خود را ببیں	۲	بے جنوں نبود کبودی بر جبیں
ہر کرا در دل شک و پیچانی ست	۳	در جہاں او فلسفی پنہانی ست

می‌نماید اعتقاد او گاہ گاہ	۴	آں رگِ فلسف کند رُویش سیاہ

ترجمہ: (۱) فلسفی شیطان کا انکار کرتا ہے لیکن عین اُسی وقت وہ کسی شیطان کے پنجے میں ہوتا ہے (۲) اے فلسفی اگر تو نے شیطان کو نہیں دیکھا تو اپنے آپ کو دیکھ بغیر جنوں کے ماتھے پر کبودی کے کیا معنے (۳) جس شخص کے دل میں شک اور پیچیدگی ہو وہ چھپا ہؤا فلسفی ہے (۴) کبھی کبھی وہ اعتقاد بھی ظاہر کرتا ہے۔ لیکن فلسفے کی رگ پھر اُس کو روسیاہ کر دیتی ہے ؎

آگے چل کر فرماتے ہیں ؎

صد ہزار ابلیس و بلعم در جہاں	۱	ہمچنیں بودست پیدا و نہاں
این دو را مشہور گردانید اِلٰہ	۲	تا کہ باشد این دو بر باقی گواہ
رہزناں را در بیاباں چوں کشند	۳	یک دو تن را سوئے دہ شاں برند
تا بہ بینند اہل دیگر پند	۴	روئیت ایشاں بود شاں ہمچو پند
این دو دزد آویخت بر دار بلند	۵	ور نہ اندر شہر بس دزداں بدند
نازنینی تو ولے در حدِ خویش	۶	اللہ اللہ پا منہ از حد بیش
گر زنی بر نازنیں تر از خودت	۷	در تگِ ہفتم زمیں زیر آردت

ترجمہ (۱) دنیا میں اسی طرح لاکھوں شیطان ہیں اور لاکھوں بلعم باعور کوئی ظاہر کوئی پوشیدہ (۲) خدا نے ان دو کو مشہور کر دیا تاکہ یہ باقیوں کے وجود کی گواہی دیں (۳) جب رہزنوں کو بیابان میں قتل کرتے ہیں تو ان میں سے ایک دو کو گاؤں میں لے جاتے ہیں (۴) تاکہ گاؤں والے ان کو دیکھ کر نصیحت حاصل کریں۔ ان کو دیکھنا دوسروں کے لئے عبرت ہے۔ (۵) خدا نے ان دو چوروں کو اونچی سولی پر چڑھایا ہے ورنہ شہر میں اور بھی بہت چور ہیں (۶) تو نازنین ہے لیکن اپنی حد میں رہنا چاہیئے۔ اللہ اللہ اپنے اندازے سے زیادہ پاؤں نہ پھیلا (۷) اگر تیرا مقابلہ کسی ایسے شخص سے ہو گیا جو تجھ سے زیادہ نازنین ہے تو وہ تجھے ساتویں زمین سے نیچے گرا کر چھوڑے گا ٭

جوازِ جہاد کی دلیل

جملہ حیواں را پے انساں بکش	۱	جملہ انساں را بکش از بہر ہش
ہش چہ باشد عقل کل اے ہوشمند	۲	عقل جزوی ہش بود اما نژند
جملہ حیوانات وحشی ز آدمی	۳	باشد از حیوان انسی در کمی

خون آنہا خلق را باشد سبیل	۴	زانکہ وحشی اند از عقل جلیل
خون ایشاں خلق را باشد روا	۵	زانکہ انساں را انیند ایشاں سزا
عزت وحشی بداں ساقط شدست	۶	کہ مر انساں را مخالف آمدست
پس چہ عزت باشدت اے نادرہ	۷	چوں شدی تو حُمرٌ مستنفرہ
خر نشاید کشت از بہر صلاح	۸	چوں شود وحشی شود خونش مباح
پس چو وحشی شد ازاں دم آدمی	۹	کے بود معذور اے یار سمی
لاجرم کفار را خوں شد مباح	۱۰	ہمچو وحشی پیش نشاب و رماح
جفت و فرزندانشاں جملہ سبیل	۱۱	زانکہ بے عقل اند و مطرود و ذلیل

ترجمہ (۱) انسان کے لئے تو تمام حیوانوں کو قتل کرسکتا ہے اور ہوشمندی کے لئے تو تمام انسانوں کو قتل کرسکتا ہے (۲) اے ہوشمند ہوشمندی سے مراد عقل کل ہے۔ جزوی عقل ہوشمندی ہے لیکن کمزور (۳) تمام حیوانات جو انسان سے وحشت کرتے ہیں حیوانِ انسی سے کم ہیں (۴) اُن کا خون انسانوں کے لئے جائز ہے کیونکہ وہ عقل جلیل سے وحشی ہیں (۵) اُن کا خون انسانوں کے لئے روا ہے کیونکہ وہ انسان کی برابری کے قابل نہیں (۶)

وحشیوں کی عزت اس لئے ساقط ہے کہ وہ انسان کے مخالف ہیں (۷) پس اے ناخالص تو کس عزت کے قابل ہے جب کہ تو وحشی گدھا ہو گیا ہے (۸) گدھے کو مصلحت کے لئے کوئی قتل نہیں کرتا۔ لیکن جب گدھا وحشی ہو جائے تو اس کا خون مباح ہے (۹) پس آدمی بھی جب وحشی بن جاتا ہے تو اے میرے بلند مرتبہ دوست وہ بھی قتل سے معذور نہیں ہو سکتا (۱۰) اسی لئے کفار کا خون مباح ہے وحشی جانوروں کی طرح تیر اور نیزے سے (۱۱) کفار کی عورتوں اور بیٹوں کا خون بھی جائز ہے کیونکہ وہ بے عقل مردود اور ذلیل ہیں ؟

حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَہ میں اشارہ ہے سورۂ مُدثر کی اس آیت کریمہ کی طرف کَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَة یعنی گویا وہ وحشی گدھے ہیں جو بھاگتے ہیں کھٹکے سے ؟

اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ نص صریح کے مقابلے میں اپنے قیاسات پر دار و مدار رکھنا شیطانی فعل ہے ؎

اوّل آنکس کاین قیاسکہا نمود	۱	پیش انوارِ خدا ابلیس بود
گفت نار از خاک بیشک بہتر است	۲	من زنار و او زخاک اکدر است
این قیاسات و تحری روز ابر	۳	یا بہ شب مر قبلہ را کردست جبر

لیک با خورشید و کعبہ پیش رو	۴	ایں قیاس و ایں تحری را مجو
کعبہ نادیدہ مکن رو زو متاب	۵	از قیاس اللہ اعلم بالصواب
چوں صفیرے بشنوی از مرغ حق	۶	ظاہرش را یاد گیری چوں سبق
وانگہے از خود قیاساتے کنی	۷	مرخیال محض را ذاتے کنی

ترجمہ (۱) سب سے پہلے جس نے خدا کے احکام کے مقابلے میں بیہودہ قیاس کرنے شروع کئے شیطان تھا (۲) اُس نے کہا کہ مَیں آگ سے پیدا ہُوا ہوں اور آدم مٹی سے۔ آگ مٹی سے بہتر ہے اِس لئے میں آدم کے سامنے سجدہ کیوں کروں (۳) قبلہ معلوم کرنے کے لئے قیاس اور تحري اندھیری رات میں یا بادل والے دن کی صورت میں مجبورًا کی جاتی ہے (۴) لیکن کعبہ سامنے ہو اور سُورج چمک رہا ہو تو قبلہ معلوم کرنے کے لئے قیاس اور تحري کے کیا معنے (۵) کعبہ سامنے ہے قیاسات سے اندھا نہ بن اور کعبے سے منہ نہ پھیر (۶) جب تو خدائی مُرغ کی آواز سنتا ہے تو اُس کے الفاظ کو تو سبق کی طرح یاد کر لیتا ہے (۷) لیکن بعد ازاں اپنی قیاس آرائی شروع کر دیتا ہے اور محض خیالات کو اصلیت سمجھنے لگ جاتا ہے ؁

جو لوگ اُن معجزات کی جو قرآن کریم میں صریحًا بیان ہوئے ہیں

قیاسی تادیلیں کرتے ہیں - اس بیان کو ذرا غور سے پڑھیں ؛
آگے چل کر ضمناً علم کے متعلق فرماتے ہیں کہ علم بعض صورتوں
میں مفید اور بعض صورتوں میں مضر ہوتا ہے

علم ہائے اہل دل حمّال شاں	۱	علم ہائے اہل تن احمال شاں
علم چوں بر دل زند یارے بود	۲	علم چوں بر تن زند مارے بود
گفت ایزد یحمل اسفارہ	۳	بار باشد علم کاں نبود زہو
علم کاں نبود زہو بے واسطہ	۴	آں نپاید ہمچو رنگ ماشطہ
لیک چوں ایں بار را نیکو کشی	۵	بار برگیرند و بخشندت خوشی
ہیں مکش بہر ہوا ایں بار علم	۶	تا بہ بینی در دروں انبار علم
چونکہ بر ہوار علم آئی سوار	۷	انگہاں افتد ترا از دوش بار
از ہوا ہا کے رہی بے جام ہو	۸	اے زہو قانع شدہ با نام ہو
ہیچ نامے بے حقیقت دیدۂ	۹	یا ز گاف و لام گل گل چیدۂ
اسم خواندی رو مسمّےٰ را بجو	۱۰	مہ ببالا دان نہ اندر آب جو

ترجمہ (۱) اہل دل کا علم اُن کی سواری ہے اور اہل تن کا علم اُن کا

بوجھ (۲) علم دل پر اثر کرے تو دوست ہوتا ہے اور تن پر اثر کرے تو سانپ ہوتا ہے (۳) خدا نے کہا ہے کہ یہ لوگ گدھے کی طرح کتاب (علم) کو اُٹھائے پھرتے ہیں - جو علم خدا کی طرف سے نہ ہو وہ بوجھ ہے (۴) جو علم خدا کی طرف سے بلا واسطہ نہ حاصل ہو وہ پوڈر کا رنگ ہے جو چہرے سے جلدی اتر جاتا ہے (۵) لیکن اگر تو اس بوجھ کو اچھی طرح اٹھائے تو یہ بوجھ تجھ سے اُٹھا لیا جائیگا اور تجھے خوشی حاصل ہوگی (۶) خبردار علم کا بوجھ حرص کے لئے نہ اُٹھا تاکہ تو اپنے دل میں علم کا خزانہ دیکھے (۷) جب تو علم کے گھوڑے پر سوار ہوگا - تیرے کندھوں سے بوجھ اُتر جائیگا۔ (۸) جام ہُو کے ذریعے تو حرص سے چھوٹ جائے گا - تو صرف نام ہُو پر قناعت کر کے بیٹھ گیا ہے (۹) کبھی تو نے کوئی ایسا نام دیکھا ہے جس کی حقیقت کچھ نہ ہو - یا کبھی تو نے لفظِ گل کے گاف اور لام سے پھول چنا ہے (۱۰) تو نے اسم پڑھا ہے جا کر مسمّیٰ کو ڈھونڈھ - چاند آسمان پر ہے - نہر کے پانی کے بیچ نہیں ؟

یحمل اسفادہ میں اشارہ ہے - سورہ جمعہ کی اس آیت کی طرف - مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ط یعنی مثال اُن لوگوں کو جو اُٹھائے تھے تورات کو اور نہیں اٹھاتے تھے اس کے احکام کو ان گدھوں کی مثال ہے جن پر بوجھ لادا جاتا ہے ۔

قیاسی تاویلیں کرتے ہیں۔ اس بیان کو ذرا غور سے پڑھیں ۞
آگے چل کر ضمناً علم کے متعلق فرماتے ہیں کہ علم بعض صورتوں میں مفید اور بعض صورتوں میں مضر ہوتا ہے ۞

علم ہائے اہل دل حمال شاں	۱	علم ہائے اہل تن احمال شاں
علم چوں بر دل زند یارے بود	۲	علم چوں بر تن زند مارے بود
گفت ایزد یحمل اسفارہ	۳	بار باشد علم کاں نبود ز ہو
علم کاں نبود ز ہو بے واسطہ	۴	آں نپاید ہمچو رنگ ماشطہ
لیک چوں ایں بار را نیکو کشی	۵	بار برگیرند و بخشندت خوشی
ہیں مکش بہر ہوا ایں بار علم	۶	تا بہ بینی در دروں انبار علم
چونکہ بر ہوار علم آئی سوار	۷	آنگہاں افتد ترا از دوش بار
از ہوا ہاکے رہی بے جام ہو	۸	اے ز ہو قانع شدہ با نام ہو
ہیچ نامے بے حقیقت دیدۂ	۹	یا ز گاف و لامِ گل گل چیدۂ
اسم خواندی رو مسمّٰے را بجو	۱۰	مہ ببالا دان نہ اندر آب جو

ترجمہ (۱) اہل دل کا علم اُن کی سواری ہے اور اہل تن کا علم اُن کا

بوجھ (۲) علم دل پر اثر کرے تو دوست ہوتا ہے اور تن پر اثر کرے
تو سانپ ہوتا ہے (۳) خدا نے کہا ہے کہ یہ لوگ گدھے کی طرح
کتاب (علم) کو اُٹھائے پھرتے ہیں ۔ جو علم خدا کی طرف سے نہ ہو
وہ بوجھ ہے (۴) جو علم خدا کی طرف سے بلا واسطہ نہ حاصل ہو وہ
پوڈر کا رنگ ہے جو چہرے سے جلدی اتر جاتا ہے (۵) لیکن اگر
تو اس بوجھ کو اچھی طرح اٹھائے تو یہ بوجھ تجھ سے اُٹھا لیا جائیگا
اور تجھے خوشی حاصل ہوگی (۶) خبردار علم کا بوجھ حرص کے لئے
نہ اُٹھا تاکہ تو اپنے دل میں علم کا خزانہ دیکھے (۷) جب تو علم
کے گھوڑے پر سوار ہوگا ۔ تیرے کندھوں سے بوجھ اُتر جائیگا ۔
(۸) جام ہُو کے ذریعے تو حرص سے چھوٹ جائے گا ۔ تو صرف
نام ہو پر قناعت کر کے بیٹھ گیا ہے (۹) کبھی تو نے کوئی ایسا
نام دیکھا ہے جس کی حقیقت کچھ نہ ہو ۔ یا کبھی تو نے لفظِ گل کے
گاف اور لام سے پھول چنا ہے (۱۰) تو نے اسم پڑھا ہے جا کر مسمّٰی
کو ڈھونڈھ ۔ چاند آسمان پر ہے ۔ نہر کے پانی کے نیچے نہیں ؛

یحمل اسفادہ میں اشارہ ہے ۔ سورہ جمعہ کی اس آیت
کی طرف ۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا
كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ یعنی مثال اُن لوگوں کی جو
اُٹھائے تھے تورات کو اور نہیں اٹھاتے تھے اس کے احکام کو
ان گدھوں کی مثال ہے جن پر بوجھ لادا جاتا ہے ؛

جہاد نفسانی اغراض سے پاک ہونا چاہیئے

فرماتے ہیں ؎

از علی آموز اخلاص عمل	شیر حق را داں منزّہ از دغل

ترجمہ - حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اخلاص عمل سیکھ - کیونکہ وہ خدا کا شیر کھوٹ سے پاک ہے ؛

ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جہاد میں ایک کافر پہلوان پر غالب آگئے - تلوار نکال لی اور اس کا سینہ چاک کرنا چاہتے تھے - کہ اُس نے آنحضرتؐ کے منہ پر تھوک دیا - آپ نے تلوار فوراً چھوڑ دی اور اس کے قتل کرنے میں تامّل کیا - کافر سخت حیران ہُوا کہ یہ بے محل رحم اور عفو کس لئے ہے - اس نے پوچھا کہ آپ نے مجھ پر تلوار کھینچ لی تھی - پھر چھوڑ کیوں دی اور مجھے قتل کیوں نہ کیا - کیا بات تھی کہ آپ کا غصّہ فرو ہو گیا - بجلی چمکی بھی اور چھپ بھی گئی - آپ سراسر عقل اور دانائی ہیں - جو کچھ اُس وقت آپ کے خیال میں آیا ہے - مجھے بھی بتائیں - غصّے کے وقت رحم کرنا کیا معنی رکھتا ہے ؛

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا کہ میں تلوار خدا کی راہ میں چلاتا ہوں - خدا کا بندہ ہوں اور اس کا مامور - مَیں خدا کا

شیر ہوں۔ حرص و ہوا کا شیر نہیں۔ مجھے تلوار سمجھ۔ تلوار چلانے والا خدا ہے ٭

خوں نپوشد گوہر تیغ مرا	۱	باد از جا کے برد میغ مرا
کہ نیم کوہم ز صبر و حلم و داد	۲	کوہ را کے در رباید تند باد
آنکہ از بادے رود از جا خسے ست	۳	زانکہ باد نا موافق خود بسے ست
باد خشم و باد شہوت باد آز	۴	بُرد او را کہ نبود اہل نیاز
باد کبر و باد عجب و باد خلم	۵	بُرد او را کہ نبود از اہل علم

ترجمہ (۱) میری تلوار کا جوہر خون میں پوشیدہ نہیں ہوتا۔ ہوا میرے بادل کو اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتی (۲) مَیں گھاس کا تنکا نہیں۔ صبر حلم اور انصاف کا پہاڑ ہوں۔ پہاڑ کو تند ہوا اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتی (۳) جو شخص ہوا سے اپنی جگہ چھوڑ دے وہ گھاس کے تنکے کی طرح ہے کیونکہ مخالف ہوائیں بہت ہیں۔ (۴) غصے کی ہوا شہوت کی ہوا اور حرص کی ہوا اُس شخص کو اُڑا لے جاتی ہے جو اہل نیاز نہ ہو (۵) تکبّر کی ہوا غرور کی ہوا اور غصے کی ہوا ایسے آدمی کو اڑا لے جاتی ہے جو صاحب علم نہ ہو ٭ جس وقت تو نے میرے منہ پر تھوکا۔ مجھے غصّہ آگیا۔ چونکہ

غزا میں ایک نفسانی غرض آگئی۔ اس لیۓ میں نے مناسب سمجھا کہ تلوار چھوڑ دوں۔ تاکہ میری محبّت خالص اللہ کے لئے اور میرا غصّہ خالص اللہ کے لئے ہو۔

اس پر وہ کافر مسلمان ہوگیا۔

جوازِ جہاد کی دلیل

اس کے بعد فرماتے ہیں ؎

جنگِ پیغمبر مدارِ صلح شد	۱	صلحِ این آخر زمان زاں جنگ بُد
صد ہزاراں سر بُرید آں دلستاں	۲	تا اماں یابد سرِ اہلِ جہاں
باغباں زاں می بُرد شاخِ مضر	۳	تا بیابد نخل قامت ہا و بر
می کند از باغ آں دانا حشیش	۴	تا نماید باغ و میوہ خرمیش
می کَند دنداں بد را آں طبیب	۵	تا رہد از درد و بیماری حبیب
پس زیادت ہا درونِ نقص ہاست	۶	مر شہیداں را حیات اندر فناست
چوں بُریدہ گشت حلق رزق خوار	۷	یرزقون فرحین شد خوشگوار
حلق حیواں چوں بُریدہ شد بعدل	۸	حلقِ انساں رُست و افزائید فضل

حلق انساں چوں ببرد ہیں ببیں	۹	تا چہ زاید کن قیاس آں باییں
حلق ثالث زاید و تیمار او	۱۰	شربت حق باشد و انوار او
بس کن اے دوں ہمت کوتہ بنال	۱۱	تا کیت باشد حیات جاں بنال

ترجمہ (۱) رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی لڑائی صلح کا موجب بنی۔ اس زمانے کی صلح اُسی لڑائی کا نتیجہ ہے (۲) اُس محبوب نے لاکھوں سر کاٹ ڈالے تاکہ اہل جہان کے سر امان حاصل کریں۔ (۳) باغبان سبز شاخیں اس لئے کاٹتا ہے کہ درخت اونچا ہو اور اسے پھل لگے (۴) وہ عقلمند باغ سے بوٹیاں اس لئے اکھاڑ پھینکتا ہے کہ باغ زیادہ سرسبز ہو اور میوے اچھے ہوں (۵) طبیب خراب دانتوں کو اس لئے نکال دیتا ہے کہ اس کا دوست بیماری اور درد سے نجات پائے (۶) پس ہر نقصان میں ایک فائدہ ہے۔ شہیدوں کے لئے مرجانے میں زندگی ہے (۷) جب رزق کھانے والا حلق کاٹا جاتا ہے تو اس کا خوشگوار نتیجہ یرزقون فرحین ہوتا ہے (۸) جب عدل سے حیوانات کا حلق کاٹا جاتا ہے۔ تو اس سے انسان کا حلق پرورش پاتا ہے اور فضیلت بڑھتی ہے (۹) جب انسان کا حلق کاٹا جائے تو دیکھ کہ اُس سے کیا پیدا ہوگا۔ اُس بات سے اِس بات کا قیاس کر

(۱۰۱) ایک تیسرا خلق پیدا ہوگا اور اس کی خوراک خدا کا شربت اور خدا کا نور ہوگا (۱۱۱) اے کم ہمت کمزور بنیاد والے آدمی تیری جان کی زندگی کب تک روٹی پر منحصر رہے گی ؎

یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْن میں اشارہ ہے سورۂ آل عمران کی اس آیت کی طرف وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یعنی اُن لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں مُردہ نہ سمجھو۔ بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں انہیں روزی ملتی ہے اور وہ خوش ہیں اس چیز کے ساتھ جو انہیں اللہ کے فضل سے ملتی ہے ؎

جہاد صرف خدا کے حکم کے ماتحت ہونا چاہیئے

آگے چل کر فرماتے ہیں ۔

پس شکستن حقِ او باشد کہ او	۱	ہر شکستہ گشتۂ او اندر رفو
آنکہ داند دوخت او داند درید	۲	ہرچہ او بفروخت نیکوتر خرید
خانہ را کند و چو جنت ساخت او	۳	پست کرد و بر فلک افراخت او
خانہ ویراں کند زیر و زبر	۴	پس بیک ساعت کند معمور تر

گر یکے را سر ببرد از بدن	۵	صد ہزاراں سر برآرد در زمن
گر نفرمودے قصاص او بر جنات	۶	تا نگفتے فی القصاص آمد حیات
خود کرا زہرہ بدے تا او ز خود	۷	بر اسیر حکم حق تیغے زند
زانکہ داند ہر کہ چشمش را کشود	۸	کاں کشندہ سخرۂ تقدیر بود
آنکہ رویانید داند سوختن	۹	وانکہ بدرید دست داند دوختن
مے بسوزد ہر خزاں مر باغ را	۱۰	باز رویاند گل صباغ را
کاے بسوزیدہ برون آ تازہ شو	۱۱	بار دیگر خوب و خوش آوازہ شو

ترجمہ (۱) پس توڑنا صرف اُسی کا حق ہے جو ٹوٹے ہوئے کو جوڑ سکتا ہو (۲) جو سی سکتا ہے وہی پھاڑ سکتا ہے ۔ جو کچھ اُس نے بیچا اُس سے بہتر اُس نے خریدا (۳) گھر کو گرایا اور پھر اُسے بہشت کی طرح تعمیر کر لیا پہلے اُسے زمین کے برابر کیا پھر اُسے آسمان پر پہنچایا۔ (۴) پرانے ویران گھر کو زیر و زبر کر کے پھر ایک ساعت میں اسے آباد کر دیا (۵) اگر وہ (خدا) ایک کا سر کاٹ کر بدن سے جدا کرتا ہے تو لاکھوں سر دنیا میں پیدا کرتا ہے (۶) اگر خدا مجرموں کے لئے قصاص کا حکم نہ دیتا اور یہ نہ کہتا کہ قصاص زندگی کا موجب ہے (۷) تو کس کی طاقت تھی کہ وہ کسی انسان پر جو خدا کے حکم کا بندہ

ہے قتل کا حکم صادر کرتا (۸) کیونکہ ہر عقل مند آدمی جانتا ہے کہ قاتل اپنے فعل میں تقدیر کا محکوم تھا (۹) جس نے اُگایا ہے وہی جلاسکتا ہے۔ اور جس نے پھاڑا ہے وہ سینا جانتا ہے۔ (۱۰) ہر خزاں کے موسم میں باغ کو جلا دیتا ہے اور پھر بہاریں رنگا رنگ پھول اُگاتا ہے (۱۱) حکم دیتا ہے کہ اے جلے ہوئے باہر آ اور تازہ ہو جا دوبارہ خوبصورت اور نیک نام بن جا۔

فی القصاص آمد حیات' میں اشارہ ہے سورۂ بقر کی اس آیہ کریمہ کی طرف۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّآ اُولِي الْاَلْبَاب یعنی تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے اے عقلمندو۔

مولانا فرماتے ہیں کہ قاتل کے لئے سزائے قتل کی اجازت اگر خدا کے حکم کے رو سے نہ ہوتی تو کسی انسان کا حق نہ تھا کہ وہ قاتل کو قتل کرتا۔ اسی طرح جہاد بھی صرف خدا کے حکم کے مطابق ہو سکتا ہے۔ ورنہ کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کو لڑائی میں قتل کرے۔

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ کی تفسیر

سورۂ بقرہ میں ہے۔ وَلَا تلقوا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التهلكة یعنی نہ ڈالو اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں۔ بعض کمزور ایمان والے آدمی اس آیت سے یہ مطلب لیتے ہیں کہ کفار

کے ساتھ جو بظاہر تم سے زیادہ طاقتور ہیں لڑائی کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ لیکن راسخ اعتقاد والے مسلمان اس آیت کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ تہلکہ سے مراد جہاد میں لڑ کر مرنے سے نہیں بلکہ ترکِ جہاد سے مراد ہے کیونکہ مسلمانوں کی ہلاکت جہاد کے ترک کرنے میں ہے ؂

مولانا روم رح اس آیت کی تفسیر اپنے رنگ میں کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مرنے کو ہلاکت سمجھنا غلطی ہے۔ کیونکہ جہاد میں لڑ کر مرنے والے مرتے نہیں بلکہ خدا کے نزدیک زندہ ہوتے ہیں۔ یہ نہی ایک دانۂ شیرین سے ہے۔ تلخ چیز سے منع کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کی تلخی خود اُس کی نہی ہے۔ جو لوگ مرنے کو تہلکہ کہتے ہیں وہ جہاد سے ڈرتے ہیں اور جو لوگ جہاد میں مرجانے کو خدا کی مغفرت کا باعث سمجھتے ہیں وہ سَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ پر عمل کر کے جہاد کی طرف دوڑتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

زانکہ مرگم ہمچو جان خوش آمد است	۱	مرگ من در بعث چنگ اندر زد است
برگ بے برگی ترا چون برگ شد	۲	جان باقی یافتی و مرگ شد
آنچہ خوف دیگراں آں امن تست	۳	بط قوی در بحر و مرغ خانہ سست

ظاہرش مرگ و بباطن زندگی	۴	ظاہرش ابتر نہاں پایندگی
از رحم زادن جنین را رفتن است	۵	در جہاں او را ز نو بشگفتن است
آنکہ مردن پیش جانش تہلکہ است	۶	امر لا تلقوا بگیرد او بدست
چوں مرا سوئے اجل عشق و ہوا است	۷	نہی لَا تلقوا بایدیکم مرا است
آنکہ مردن پیش او شد فتح باب	۸	سَارِعوا آمد مر او را در خطاب
زانکہ نہی از دانۂ شیریں بود	۹	تلخ را خود نہی حاجت کے شود
دانۂ کش تلخ باشد مغز و پوست	۱۰	تلخی و مکروہیش خود نہی اوست
دانۂ مردن مرا شیریں شدست	۱۱	بَل ہُم اَحیَاءٌ پے من آمدست
اقتلونی یا ثقاتی لائما	۱۲	ان فی قتلِی حیوتی دائما
ان فی موتی حیوتی یا فتے	۱۳	کم افارق موطنی حتی متے
فرقتی لو لم تکن فی ذا السکون	۱۴	لم یقل انا الیہ راجعون
راجع آں باشد کہ باز آید بشہر	۱۵	سوئے وحدت آید از تفریق دہر

ترجمہ (۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبانی فرماتے ہیں کہ میرے

لئے موت جان کی طرح عزیز ہے۔ میری موت کے ہاتھ میں زندگی
کا دامن ہے (۲) تیرے لئے جب بے سامانی سامان بن جائے تو
دائمی زندگی تجھے حاصل ہو جائے اور موت کا نام تک باقی نہ رہے۔
(۳) جو چیز اوروں کے لئے خوف کا موجب ہے وہ تیرے لئے امن
کا باعث ہو جائے۔ بطخ پانی میں چالاک ہوتی ہے اور مرغ سُست
(۴) بظاہر میں موت ہے لیکن باطن میں زندگی ہے۔ ظاہر میں
ابتری ہے باطن میں ہمیشگی (۵) بچے کے لئے ماں کے پیٹ سے
باہر آنا موت ہے۔ لیکن دنیا میں آکر اسے نئی شگفتگی ملتی ہے۔
(۶) جس شخص کے لئے مرنا جان کی ہلاکت کے برابر ہے وہ
لاتلقوا کے حکم کی صحیح تعبیر نہیں کرتا (۷) مجھے چونکہ موت کے
ساتھ محبت ہے۔ لاتلقوا کی نہی میرے لئے ہے (۸) جو شخص
مرنے کو آیندہ زندگی کا دروازہ سمجھے اس کے کانوں میں
سارعوا الی المغفرۃ کی آواز آتی ہے (۹) کیونکہ نہی ہمیشہ میٹھے
دانے سے ہوتی ہے تلخ چیز کے لئے نہی کی ضرورت ہی کیا ہے۔
(۱۰) جس دانے کا مغز اور پوست تلخ ہو۔ خود اُس کی تلخی اور
بدمزگی اس کی نہی ہے (۱۱) موت کا دانہ میرے لئے میٹھا ہو گیا
ہے "بلکہ شہید زندہ ہیں" میرے لئے آیا ہے (۱۲) اے دوستو
ملامت کرتے ہوئے مجھے قتل کر ڈالو کیونکہ میرے قتل میں میرے
لئے ہمیشہ کی زندگی ہے (۱۳) اے جوان میری موت میں میری

زندگی ہے۔ مَیں اپنے وطن سے کب تک مہجور رہونگا (۱۴) دنیا کی زندگی اگر ہجر و مفارقت نہ ہوتی تو مرنے پر انا الیہ راجعون کیوں کہتے (۱۵)، کیونکہ راجع اُسی شخص کو کہتے ہیں جو اپنے شہر میں واپس آئے۔ جو زمانے کی تفریق سے وحدت کی طرف مڑ کر آئے۔

سارعوا میں اشارہ ہے سورۂ آل عمران کی اِس آیت کی طرف وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ ..... یعنی دوڑ کر آؤ اپنے رب کی مغفرت کی طرف .....

اقتلونی میں تضمین ہے حسین ابن منصور حلاج کے اِس قول کی۔ اقتلونی یا ثقاتی انّ فی قتلی حیاتی۔

اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ کوئی مسلمان مرجائے تو حکم قرآنی کی رُو سے کہتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یعنی ہم خدا ہی کے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ رجوع سے مراد ہے اپنی اصلی جگہ پر جانا۔ مرنے والا اگر اپنے اصلی وطن کی طرف نہیں جاتا۔ تو پھر راجعون کیوں کہتے ہیں۔

جوع الارض کے لئے جہاد حرام ہے

محض ملکی فتوحات کے لئے لڑائی کرنا جہاد کی تعریف میں نہیں آتا۔

جہاد کے لئے قطعاً ضروری ہے کہ وہ فی سبیل اللہ ہو۔ اِس میں شک نہیں کہ جہاد میں کامیاب ہونے کے بعد ملکی فتوحات خود بخود حاصل ہو جاتی ہیں اور سلطنت وسیع ہو جاتی ہے۔ لیکن صرف انہی چیزوں کی نیت پر لڑائی کرنا جائز نہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ کی راہ میں جان دینے پر تیار ہوتا ہے۔ وہ بادشاہی کی پرواہ نہیں کرتا۔ اِس کا اصلی مدعا صرف اعلائے کلمۂ حق ہے۔ جو لوگ جہاد کو ملکی فتوحات کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ اپنی حالت سے اندازہ کر کے مجاہدین فی سبیل اللہ کے حق میں بدگمانی کرتے ہیں۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آنکہ او تن را بدینساں پے کند	۱	حرص میری و خلافت کے کند
زاں بظاہر کوشد اندر جاہ و حکم	۲	تا امیراں را نماید راہ و حکم
تا بیاراید بہر تن جامۂ	۳	تا نویسد او بہر کس نامۂ
تا امیری را دہد جانِ دگر	۴	تا دہد نخلِ خلافت را ثمر
میری او بینی اندر این جہاں	۵	فکرت پنہانیت گردد عیاں
ہیں گمان بد مبر اے ذولباب	۶	با خود آ و اللہ اعلم بالصواب

جهد پیغمبر بفتحِ مکه هم	۷	کے بود در حُبِّ دنیا متهم
چونکه مخزن ہائے افلاک و عقول	۸	چوں خسے آمد برِ چشم رسول
پس چه باشد مکه و شام و عراق	۹	که نماید او نبرد و اشتیاق
آں گماں بر وے ضمیرِ بد کند	۱۰	کو قیاس از جہل و حرص خود کند
زآبگینه زرد چوں سازی نقاب	۱۱	زرد بینی جمله نور آفتاب
بشکن آں شیشه کبود و زرد را	۱۲	تا شناسی گرد را و مرد را
گرد فارس گرد سر افراشته	۱۳	گرد را تو مرد حق پنداشته
گرد دید ابلیس و گفت ایں فرع طیں	۱۴	چوں فزاید بر منِ آتش جبیں
تا تو مے بینی عزیزانِ البشر	۱۵	دانکه میراث بلیس است آں نظر
گر نه فرزند بلیسی اے عنید	۱۶	پس ترا میراث آں سگ چوں رسید
شیرِ دنیا جوید اشکارے و برگ	۱۷	شیرِ مولیٰ جوید آزادی و مرگ
چونکه اندر مرگ بیند صد وجود	۱۸	ہمچو پروانه بسوزاند وجود
ور نبی فرمود کاے قوم یہود	۱۹	صادقاں را مرگ باشد گنج و سود

ہمچناں کہ آرزوے سود ہست	۲۰	آرزوے مرگ گردن زن اہست
اے جہوداں بہر ناموسِ کساں	۲۱	بگذرانید ایں تمنا بر زباں
یک جہودی آں قدر زہرہ نداشت	۲۲	چوں محمد[۱۴] ایں علم را بر فراشت

ترجمہ (۱) جو شخص اپنے جسم کو اس طرح کٹوا سکتا ہے وہ امیری اور بادشاہی کی حرص کب کرتا ہے (۲) وہ بظاہر جاہ و حشمت اور حکمرانی کی کوشش اِس لئے کرتا ہے کہ دنیا کے امیروں اور بادشاہوں کو حکومت کا صحیح راستہ دکھائے (۳) تاکہ وہ ہر جسم پر جامہ آرائی کرے اور ہر کسی کے لئے نامۂ ہدایت لکھے (۴) تاکہ بادشاہی میں ایک نئی رُوح پھونکے اور سلطنت کے درخت کو میوہ دار بنائے (۵) تو جب اس کی ظاہری سلطنت کو دیکھتا ہے۔ تو تیرے دل کے اندر طرح طرح کے خیال پیدا ہوتے ہیں۔ (۶) اے عقل مند بدگمانی نہ کر۔ ہوش کر خدا اچھا جانتا ہے (۷) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ میں جو کوشش کی وہ دنیا کی محبت کے لئے نہ تھی (۸) زمینوں اور آسمانوں کے تمام خزانے اُس کی نظروں میں ایک تنکے کی حیثیت رکھتے تھے (۹) پس مکہ اور شام اور عراق چیز ہی کیا ہے کہ وہ اس کے لئے اتنے شوق سے لڑے (۱۰) بُری ضمیر اس پر یہ بدگمانی

کرتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی حرص اور جہالت پر قیاس کرتی ہے
(۱۱) جب تو زرد عینک لگا لیتا ہے۔ سورج کی تمام روشنی تجھے
زرد نظر آتی ہے (۱۲) اس کبود اور زرد شیشے کو توڑ دے تاکہ
تو گرد اور مرد میں تمیز کر سکے (۱۳) سوار کے ساتھ گرد اٹھتی ہے
تو اس گرد کو مردِ خدا سمجھتا ہے (۱۴) شیطان نے گرد دیکھی
اور کہا کہ مٹی کا بنا ہوا آدم مجھ آتشی نژاد سے افضل کیوں ہے،
(۱۵) اگر تو مردانِ خدا کو معمولی آدمیوں کی طرح سمجھتا ہے تو
سمجھ لے کہ یہ خیال شیطانی میراث ہے (۱۶) اے دشمن
صداقت اگر تو شیطان کا بیٹا نہیں تو اس کتے کی میراث تجھے
کس طرح پہنچی (۱۷) دنیا کا شیر شکار ڈھونڈھتا ہے۔ خدا کا
شیر آزادی اور موت ڈھونڈھتا ہے (۱۸) چونکہ وہ موت میں
طرح طرح کی زندگیاں دیکھتا ہے اس لئے پروانہ وار وہ اپنے
آپ کو جلا دیتا ہے (۱۹) قرآن میں آیا ہے کہ اے یہودیو۔
سچے آدمیوں کے لئے موت میں فائدے اور سامان ہیں (۲۰)
جس طرح آدمی کو فائدے کی آرزو ہوتی ہے۔ سچے آدمی کے
لئے موت کی آرزو اس سے بھی بہتر ہے (۲۱) اے یہودیو
تم اپنے ناموس کے لئے (اگر سچے ہو تو) موت کی آرزو کرو
(۲۲) اس کے جواب میں ایک یہودی کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ
موت کی آرزو کرے جب کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نشان

بلند کیا ؂

شعر (۱۹) میں اشارہ ہے سورۂ جمعہ کی اس آیت کی طرف
قُلْ یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّکُمْ أَوْلِیَاءُ لِلّٰهِ
مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ؂
یعنی اے یہودیو اگر تمہارا خیال ہے کہ تم خدا کے دوست ہو
اور دوسرے لوگ نہیں تو موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو ؂

خاتمہ دفتر اوّل

مثنوی شریف مولانائے روم

رحمۃ اللہ علیہ

دفتر دوم

مثنوی مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دفتر اول کے خاتمہ پر مولانا نے لکھا ہے کہ اب طبیعت مکدر سی ہو گئی ہے اور اشعار صاف نہیں نکلتے۔ چنانچہ مثنوی کی تصنیف کچھ عرصہ بند رہی۔ دفتر دوم اس طرح شروع ہوتا ہے ؎

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد	۱	مہلتے بایست تا خوں شیر شد
تا نزاید بخت تو فرزند نو	۲	خوں نگردد شیر شیریں خوش شنو
مطلع تاریخ ایں سودا و سود	۳	سال ہجرت ششصد و شصت و دو بود

ترجمہ (۱) کچھ مدت اس مثنوی میں تاخیر ہو گئی۔ خون کو دودھ

بننے میں وقت لگتا ہے (۲) جب تک تیرا بخت نیا لڑکا پیدا نہ کرے۔ خون دودھ نہیں بنتا۔ اس دفتر کے شروع ہونے کی تاریخ ۶۶۲ھ ہے ؎

اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی تفسیر

سورۂ فتح میں آیا ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا۔ یعنی محمد رسول اللہ کا اور جو اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں۔ تو دیکھے اُن کو رکوع میں اور سجدے میں ڈھونڈھتے ہیں اللہ کا فضل اور اُس کی خوشی ؎

یہ تعریف تھی اُن مسلمانوں کی جنہوں نے دنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کیا تھا۔ اب مسلمانوں کی حالت بالکل برعکس ہے۔ کفار کے سامنے اس طرح ہیں جس طرح شیر کے سامنے گیدڑ۔ اور اپنوں کے ساتھ خونریزی اور قتل و مقاتلہ کرنے میں اس قدر جاہلانہ دلیری کا ثبوت دیتے ہیں کہ اغیار حیران ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

عقل با عقل دگر دو تا شود	۱	نور افزوں گشت و رہ پیدا شود

نفس با نفس دگر خنداں شود	۲	ظلمت افزوں گشت رہ پنہاں شود
یار چشم تست اے مرد شکار	۳	از خس و خاشاک او را پاک دار
چونکہ مومن آئینہ مومن بود	۴	روئے او ز آلودگی ایمن بود
یار آئینہ است جاں را در حزن	۵	بر رخ آئینہ اے جاں دم مزن
تا نپوشد روئے خود را از دمت	۶	دم فرو بردن بباید از دمت
آں درختے کو شود با یار جفت	۷	از ہوائے خوش ز سر تا پا شگفت
در خزاں چوں دید او یار خلاف	۸	در کشید او زود سر زیر لحاف

ترجمہ (۱) عقل جب دوسری عقل کے ساتھ ملتی ہے تو نور زیادہ ہوتا ہے اور راستہ نظر آتا ہے (۲) نفس جب دوسرے نفس کے ساتھ مل کر ہنستا ہے تو اندھیرا زیادہ ہوتا ہے اور راستہ چھپ جاتا ہے (۳) اے شکاری مرد تیرا دوست تیری آنکھ ہے اس کو خس و خاشاک کی کدورت سے پاک رکھ (۴) جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہوتا ہے تو اس کا منہ آلودگی سے محفوظ ہوتا ہے (۵) دوست دوست کی جان کے لئے غم کا آئینہ ہوتا ہے اے جان اس آئینہ پر نہ پھونک (۶) تاکہ وہ آئینہ اپنے منہ کو تیری

پھونک سے چھپا نہ لے ۔ تجھے سانس روک لینا چاہیئے (۷) جو درخت اپنے دوست (یعنی بہار) سے ملتا ہے وہ خوشگوار ہوا سے سرتاپا شگفتہ ہو جاتا ہے (۸) خزاں کے موسم میں جب وہ دشمن سے ملتا ہے تو جلدی منہ لحاف میں چھپا لیتا ہے ٭

مطلب یہ ہے کہ مسلمان کا مسلمان سے ملنا عقل کا عقل سے ملنا ہے ۔ مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے اس کو مکدر کرنا اپنا نقصان کرنا ہے ۔ مسلمان مسلمان کے لئے بہار کی ہوا ہے اور دشمنانِ اسلام اس کے لئے موسم خزاں کے برابر ہیں ۔ آگے چل کر فرماتے ہیں ۔ کہ حس ظاہر خزاں کی طرف لے جاتی ہے ۔ اور حس باطن بہار کی طرف ؎

راہِ حس راہ خزان است اے سوار	۱	اے خزاں را تو مزاحم شرم دار
پنج حسے ہست جز این پنج حس	۲	آں چو زر سرخ و ایں حسہا چو مس
اندران بازار کایشاں ماہر اند	۳	حس مس را چوں حس زر کے خرند
حس ابداں قوت ظلمت مے خورد	۴	حس جاں از آفتابے می چرد
روح با علم است و با عقل است یار	۵	روح را با تازی و ترکی چہ کار

ترجمہ (۱) اے سوار حس ظاہر کا راستہ خزاں کا راستہ ہے تو

خزاں کے مقابل کھڑا ہے شرم کر (۲) ان ظاہری پانچ حسوں کے علاوہ باطنی پانچ حسیں بھی ہیں۔ وہ خالص سونا ہیں اور یہ مس۔ (۳) اس بازار میں جہاں ماہر رہتے ہیں حس مس کو حس زر کی جگہ نہیں خریدتے (۴) جسمانی حس کی خوراک اندھیرا ہے اور باطنی حس کی خوراک آفتاب کا نور (۵) روح کو علم اور عقل سے واسطہ ہے روح کو عربی اور ترکی سے کیا مطلب ؟

یعنی عربی اور ترکی ظاہری چیزیں ہیں۔ ان پر کچھ دارو مدار نہیں۔ اصل چیز علم ہے اور عقل۔ روح انسانی کو صرف علم اور عقل سے غرض ہے۔ عربی اور ترکی سے نہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ اسلام جغرافیائی قیود و حدود سے بالاتر ہے اور حسب نسب کی تمیز سے پاک۔ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ دنیا کی ہر ایک چیز اپنی ہم جنس چیز کو ڈھونڈھتی ہے ؟

در ہر آں چیزے کہ تو ناظر شوی	۱	مے کند با جنس سیر معنوی
در جہاں ہر چیز چیزے جذب کرد	۲	گرم گرمی را کشید و سرد سرد
ناریاں مر ناریاں را جاذب اند	۳	نوریاں مر نوریاں را طالب اند
زنگ را ہم زنگیاں باشند یار	۴	روم را با رومیاں افتاد کار

ترجمہ (۱) تو جس چیز کو دیکھے گا وہ اپنی ہم جنس چیز کے ساتھ

روحانی سیر میں مشغول ہوگی (۲) دنیا میں ہر ایک چیز دوسری چیز کو کھینچتی ہے۔ گرمی گرمی کو اور سردی سردی کو (۳) ناری ناریوں کو جذب کرتے ہیں اور نوری نوریوں کے طالب ہوتے ہیں (۴) زنگی زنگیوں کے دوست ہوتے ہیں اور رومی رومیوں کے ؂

اس کے بعد فرماتے ہیں ؎

راست کن اجزات از راستان	۱	سر مکش اے راست رو زاں آستان
ہر کہ با ناراستان ہم سنگ شد	۲	در کمی افتاد و عقلش دنگ شد
ہم ترازو را ترازو راست کرد	۳	ہم ترازو را ترازو کاست کرد
رو اشداء علی الکفار باش	۴	خاک بر دلداری اغیار پاش
بر سر اغیار چوں شمشیر باش	۵	ہیں مکن روباہ بازی شیر باش
تا ز غیرت از تو یاراں نگسلند	۶	زانکہ آں خاراں عدوے ایں گلند
آتش اندر زن بگرگاں چوں سپند	۷	زانکہ ایں گرگاں عدوے یوسفند

ترجمہ (۱) اپنے اجزا کو صحیح آدمیوں کی صحبت سے صحیح کرلے اے راست رو اس آستانہ سے منہ نہ پھیر (۲) جو شخص ناراست آدمیوں کی صحبت اختیار کرتا ہے وہ ناراست ہو جاتا ہے اور اسکی

عقل دنگ ہو جاتی ہے (۳) صحیح پیمانہ دوسرے پیمانے کو صحیح کر دیتا ہے اور غلط پیمانہ دوسرے پیمانے کو غلط بنا دیتا ہے (۴) جا اور کفار کے ساتھ نہایت سختی سے پیش آ اور اغیار کی لداری پر خاک ڈال (۵) اغیار کے سر پر تلوار بن کر رہ۔ خبردار روباہ بازی نہ کر شیر بن جا (۶) تاکہ تیرے دوست غیرت کی وجہ سے تجھ سے علحدہ نہ ہو جائیں کیونکہ یہ کانٹے اُن پھولوں کے دشمن ہیں (۷) اِن بھیڑیوں کو سپند کی طرح جلا دے کیونکہ یہ بھیڑیے یوسف کے دشمن ہیں ؁

جاہ و مال کی ہوس

فرماتے ہیں کہ دولت دنیا اللہ کی راہ میں ایک روڑا ہے۔ اس کی آرزو نہ کر اور اگر تو اس دولت سے محروم رہے تو گلہ نہ کر ے

جان بابا گویدت ابلیس ہیں	۱	تا بدم بفریبدت دیو لعین
اینچنیں تلبیس با بابات کرد	۲	آدمی را آں سیہ دل مات کرد
بر سر شطرنج چست است ایں غراب	۳	تو مبین بازی بچشم نیم خواب
زانکہ فرزیں بندہا داند بسے	۴	کو بگیرد در گلویت چوں خسے

درگلو ماند خس او سالہا	۵	چیست آن خس مہر جاہ و مالہا
مال خس باشد چو ہست اے بے ثبات	۶	درگلویت مانع از آب حیات
گر برد مالت عدوئے پُر فنے	۷	رہزنے را برده باشد رہزنے

ترجمہ (۱) خبردار تجھے شیطان جانِ پدر کہہ کر پیار سے بلائیگا تاکہ وہ ملعون اس طرح تجھے دھوکا دے (۲) یہی دھوکا اُس نے تیرے باپ (حضرت آدم) سے کیا تھا۔ یہ سیاہ دل آدمی کو مات کر دیتا ہے (۳) یہ فریبی بڑا بھارا شاطر ہے تو نیم خواب آنکھوں سے اس کے ساتھ شطرنج نہ کھیل (۴) کیونکہ اُس کو بڑی چالیں یاد ہیں۔ جو تنکے کی طرح تیرے گلے میں پھنس جائینگی (۵) اس کا تنکا سالہا سال تک تیرے گلے میں پھنسا رہے گا۔ وہ تنکا کیا ہے جاہ و مال کی محبت (۶) دولت ایک تنکا ہے کیونکہ وہ ناپائدار ہے لیکن گلے میں اٹک کر وہ تجھے آبِ حیات سے محروم کر سکتا ہے (۷) اگر تیرا مال کوئی چالاک دشمن لے جائے تو سمجھ کہ ایک چور دوسرے چور کو لے گیا ۔

اِس پر ایک کہانی بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک چور کسی سپیرے کا سانپ چرا کر لے گیا۔ اور اپنی بیوقوفی سے اسے غنیمت سمجھا۔ سانپ زہریلا تھا۔ سپیرا تو بچ گیا۔ چور کو سانپ نے

کاٹا اور وہ مرگیا۔ سپیرے نے جب اُسے دیکھا۔ پہچان لیا کہ
وہی میرا سانپ ہے اور کہا کہ میں دُعا کرتا تھا کہ چور مجھے مل جائے
تاکہ میں اپنا سانپ اس سے واپس لے لوں۔ خدا کا شکر ہے کہ
میری دُعا قبول نہ ہوئی ورنہ میرا بھی یہی حشر ہوتا ؂

بس دعاہا کاں زیان است و ہلاک	۱	وز کرم مے نشنود یزدانِ پاک
مصلح است و مصلحت را داند او	۲	کاں دُعا را باز مے گرداند او
واں دعا گوینده شاکی مے شود	۳	مے برد ظن بد و آں بہ بود
مے نداند کو بلائے خویش خواست	۴	وز کرم حق آں بلا را دور ساخت

ترجمہ (۱) بہت ایسی دعائیں ہوتی ہیں جو موجب زیان و ہلاکت
ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی مہربانی سے نہیں سنتا (۲) وہ مصلح
ہے اور مصلحت کو جانتا ہے اور دعا کو واپس کر دیتا ہے (۳)
دعا کرنے والا شکوہ کرتا ہے اور بدگمانی کرتا ہے لیکن اس میں
بہتری ہوتی ہے (۴) وہ نہیں جانتا کہ وہ اپنے لئے بلا ڈھونڈتا
ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے بچاتا ہے ؎

اغیار پر اعتبار کرنا غلطی ہے

فرماتے ہیں کہ ایک صوفی ہمیشہ سیر و سیاحت کرتا رہتا تھا۔ ایک رات کسی خانقاہ میں جا ٹھہرا۔ اس کے پاس سواری کیلئے ایک گدھا تھا اُسے طویلے میں باندھا اور خود خانقاہ کے صوفیوں کے پاس چلا گیا ؎

دفتر صوفی سواد و حرف نیست	۱	جز دل سپید ہمچوں برف نیست
زاد دانشمند آثار قلم	۲	زاد صوفی چیست انوار قدم
ہمچو صیادے سوئے اشکار شد	۳	گام آہو دید و بر آثار شد
چند گاہش گام آہو در خور است	۴	بعد ازاں خود ناف آہو رہبر است
سیر زاہد ہر مہے تا پیش گاہ	۵	سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

ترجمہ (۱) صوفی کا دفتر کتاب اور الفاظ پر مشتمل نہیں۔ اس کا دفتر صرف برف کی طرح سفید دل ہے (۲) عقلمند کا سامان قلم کی تحریریں ہیں صوفی کا سامان ازلی انوار ہیں (۳) مثلاً جب شکاری شکار کے پیچھے جاتا ہے تو ہرن کے پاؤں کے نشانات پر چلتا ہے (۴) کچھ دور تک تو وہ انہی نشانوں کا محتاج رہتا ہے لیکن آگے جا کر نافے کی خوشبو اُس کی رہبری

کرتی ہے (۵) اسی طرح زاہد ہر مہینے کے بعد صرف پیشگاہ تک پہنچتا ہے لیکن عارف ہر لحظہ بادشاہ کے تخت تک جا پہنچتا ہے۔

مسافر صوفی خانقاہ کے صوفیوں کے ساتھ وجد و طرب میں مشغول ہوگیا۔ اِس کے بعد مہمان کے لئے کھانا آیا۔ اس وقت صوفی کو اپنا گدھا یاد آگیا۔ خانقاہ کے خادم کو کہا کہ طویلے میں جاؤ اور گدھے کے لئے دانے گھاس کا بندوبست کرو۔ خادم نے کہا لاحول ولا قوۃ آپ کیوں فکر کرتے ہیں۔ یہ تو میرا قدیمی کام ہے۔ صوفی نے کہا کہ دانے اور گھاس کو ذرا تر کرلینا کیوں کہ گدھا بوڑھا ہے اور اس کے دانت کمزور ہیں۔ خادم نے جواب دیا لاحول ولا قوۃ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ سب ترکیبیں مجھے اچھی طرح آتی ہیں۔ صوفی نے کہا کہ پالان اُتار کر رکھ دو اور گدھے کی زخمی پیٹھ پر مرہم لگا دو۔ خادم نے جواب دیا کہ لاحول ولاقوۃ ان حکمتوں کو چھوڑو آپ کی طرح ہزاروں مہمان یہاں آتے رہتے ہیں اور سب خوش جاتے ہیں۔ صوفی نے کہا کہ گدھے کو شیر گرم پانی پلا دینا۔ خادم بولا کہ لاحول ولا قوۃ مجھے آپ کی اِن باتوں سے شرم آتی ہے۔ صوفی نے کہا کہ طویلے کے فرش کو صاف کردینا اور اگر فرش تر ہو تو خشک مٹی ڈل دینا۔ خادم نے کہا کہ لاحول ولا قوۃ آپ کیوں اس قدر تردد فرماتے ہیں میں سب انتظام ٹھیک کردونگا۔ یہ کہہ کر خادم خانقاہ سے نکل گیا۔

اور اپنے اوباش دوستوں کے پاس چلا گیا۔ گدھا رات بھر بھوکا پیاسا رہا۔ اور کسی نے اس کے حال پر نظر نہ کی۔ صبح سویرے خادم آیا اور گدھے کو اصطبل سے نکال کر صوفی کے پاس لے گیا۔ گدھا پہلے ہی کمزور تھا۔ رات بھر کی سردی اور بھوک پیاس سے بالکل ضعیف ہو گیا تھا۔ جب صوفی اس پر سوار ہوا تو گدھے نے بجائے چلنے کے منہ کے بل گرنا شروع کیا۔ لوگ بار بار اُسے اٹھاتے تھے اور مار مار کر چلانے کی کوشش کرتے تھے۔ کوئی اس کے پاؤں اُٹھا کر دیکھتا تھا کہ نعلوں میں پتھر نہ اٹکا ہو۔ کوئی اُس کی آنکھوں کا رنگ دیکھتا تھا۔ آخر کار جب کوئی چارہ گری مفید ثابت نہ ہوئی۔ تو لوگوں نے صوفی سے پوچھا کہ آپ کے گدھے کو کیا ہو گیا ہے۔ صوفی نے جواب دیا کہ جس گدھے نے رات بھر سوائے لاحول کے کچھ نہ کھایا ہو۔ وہ اسی طرح چل سکتا ہے۔ اس پر مولانا فرماتے ہیں ؎

چوں ندارد کس غم تو ممتحن	۱	خویش کار خویش باید ساختن
آدمی خوار اند اغلب مے دماں	۲	از سلام علیک شاں کم جو اماں
خانۂ دیو ست دلہائے ہمہ	۳	کم پذیر از دیو مردم دمدمہ
از دم دیو آنکہ او لاحول خورد	۴	ہمچو آں خر در سر آید در نبرد

۵ عشوہ ہائے یار بد منبوش ہیں — دام بیں اے امین مرد تو در زمیں

۶ دم دہد گوید ترا اے جان دوست — تاچو قصابے کشد از دوست پوست

۷ دم دہد تا پوستت بیروں کشد — وائے آں کز دشمناں افیوں چشید

۸ ہمچو شیراں صید خود را خویش کن — ترک عشوہ اجنبی و خویش کن

۹ در زمین مرد ماں خانہ مکن — کار خود کن کار بیگانہ مکن

۱۰ کیست بیگانہ تن خاکی تو — کز برائے اوست غم ناکی تو

۱۱ تا تو تن را چرب شیریں مے دہی — جوہر جاں را نہ بینی فربہی

۱۲ تو رہائی جو زنا جنساں بجد — صحبت نا جنس گور است و لحد

۱۳ جنس ہا با جنس ہا آمیختہ — زیں تجانس زینتے انگیختہ

ترجمہ (۱) اے آزمائشیں دیکھے ہوئے انسان جب اور کسی کو تیرا غم نہیں تو ضروری ہے کہ اپنا کام تو خود کرے (۲) اکثر لوگ آدمی خور ہوتے ہیں ان کی سلام علیک پر اعتبار نہ کر (۳) ان سب لوگوں کے دل شیطان کا گھر ہوتے ہیں ان انسانی شیطانوں کے دھوکے میں نہ آ (۴) جو شخص شیطان کے فریب میں آکر لاحول کھاتا ہے وہ اُس گدھے کی طرح میدان میں سر کے بل گرتا ہے۔ (۵)

بُرے ساتھیوں کی باتوں میں خبردار مت آ۔ ہر جگہ جال بچھے ہوتے ہیں احتیاط سے چل (۶) وہ تجھے دھوکا دیتا ہے اور کہتا ہے اے دوست کی جان۔ تاکہ قصاب کی طرح وہ تیرا چمڑا اتار لے (۷) وہ تجھے دھوکا دیتا ہے تاکہ تیرا چمڑا اُتارے۔ افسوس ہے اُس آدمی پر جو دشمن کے ہاتھ سے افیون کھائے۔ (۸) شیروں کی طرح اپنا شکار آپ کر اپنے بیگانے کے فریب میں نہ آ۔ (۹) اور لوگوں کی زمین میں مکان نہ بنا۔ اپنا کام کر بیگانوں کا کام نہ کر (۱۰) بیگانہ کون ہے تیرا خاکی جسم جس کے لئے تو ہر وقت فکر کرتا رہتا ہے (۱۱) جب تک تو جسم کو گھی اور شکر کھلاتا رہے گا۔ روح میں طاقت نہ دیکھے گا (۱۲) ناجنسوں سے کوشش کر کے اپنے آپ کو چھڑا۔ ناجنس کی صحبت قبر کے برابر ہے (۱۳) جنس جنس کے ساتھ ملتی ہے تو اس سے زینت پیدا ہوتی ہے ۵

اسی مضمون کے سلسلے میں ضمناً فرماتے ہیں ؎

بس کلام پاک در دلہائے کور	۱	ہے نیابد میرود تا اصل نور
واں فسونِ دیو در دلہائے کژ	۲	میرود چوں کفش کژ در پائے کژ
گرچہ حکمت رے ابتکرار آوری	۳	چوں تو نااہلی شود از تو بری

گر چہ بنویسی نشانش مے کنی	۴	ور چہ مے لافی بیانش مے کنی
او ز تو رو در کشد اے پُرستیز	۵	بندہا ر بگسلد وز تو گریز

ترجمہ (۱) اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پاک کلام اندھے دلوں میں داخل نہیں ہوتا بلکہ اپنے اصلی نور کی طرف واپس چلا جاتا ہے۔ (۲) اور شیطانی وسوسے ٹیڑھے دلوں میں اِس طرح داخل ہو جاتے ہیں۔ جس طرح ٹیڑھی جوتی ٹیڑھے پاؤں میں (۳) اگرچہ تو حکمت کو بار بار پڑھ کر حاصل کرتا ہے۔ لیکن چونکہ تو نااہل ہے وہ تجھ سے بیزار ہوتی ہے (۴) اگرچہ تو لکھتا ہے اور اس پر نشان لگاتا ہے اور حکمت کی لافیں مارتا ہے اور اسے بیان کرتا ہے (۵) لیکن وہ تجھ سے منہ پھیر لیتی ہے اَور بھاگ جانے کے لئے تمام زنجیریں توڑ دیتی ہے ؂

طاقتور دشمن سے ڈرنا ایمان کی کمزوری ہے

فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہی باز بادشاہ سے بھاگ کر ایک بڑھیا کے پاس چلا گیا۔ بڑھیا نے باز کے ناخن کاٹ ڈالے اور پر کتر دئے۔ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے آخرکار بادشاہ کو

باز مل گیا - اُس کی خستہ حالی پر بادشاہ کو رحم آیا - اور باز بھی سخت پشیمان ہوا - اِس ضمن میں مولانا فرماتے ہیں کہ جو شخص خدا کے قادر مطلق ہونے پر کامل ایمان رکھتا ہو وہ دشمنانِ خدا کی طاقت اور شان و شوکت سے نہیں ڈرتا ہے

گرچہ ناخن زفت چوں باشی مرا	١	بر کنم من پرچم خورشید را
ور چہ پرم رفت چوں بنوازیم	٢	چرخ بازی کم کند در بازیم
گر کمر بخشیم کہ را بر کنم	٣	گرد ہی کلکم علمہا بشکنم
آخر از پشہ نہ کم باشد تنم	٤	ملک نمرودے بپر برہم زنم
در ضعیفی مرمرا بابیل گیر	٥	ہر یکے خصمم مرا چوں پیل گیر
قدر فندق افگنم گر در حریق	٦	بند قمم در فعل صد چوں منجنیق
گرچہ سنگم ہست مقدارِ نخود	٧	لیک در ہیجا نہ سر ماند نہ خود
موسیٰ آمد در وغا بایک عصاش	٨	زد برآں فرعون و بر شمشیرہاش
ہر رسولے یک تنہ کاں در زدہ است	٩	بر ہمہ آفاق تنہا بر زدہ است
نوح چوں شمشیر در خواہید ازو	١٠	موج طوفاں گرد حق شمشیر او

ترجمہ - باز کی زبانی - (۱) اگرچہ میرے ناخن نہیں رہے لیکن اگر تو میرے ساتھ ہو - تو مَیں سُورج کے جھنڈے کو بھی پھاڑ سکتا ہوں (۲) اگرچہ میرے پر کتر ڈالے گئے ہیں - لیکن اگر تیری مہربانی ہو تو آسمان بھی میرے کاموں میں مداخلت نہیں کر سکتا (۳) اگر تو میری کمر کو مضبُوط کرے تو مَیں پہاڑ کو اکھاڑ ڈالوں اگر تو مجھے قلم عطا کرے تو مَیں جھنڈے پھاڑ ڈالوں (۴) آخر میرا جسم مچھر سے تو کم نہیں ہے مَیں ایک پر سے نمرود کے ملک کو درہم برہم کر دوں (۵) فرض کر لے کہ مَیں کمزوری میں ابابیل کی طرح ہوں - اور یہ بھی فرض کر لے کہ میرا ہر ایک دشمن ہاتھی کی طرح زور آور ہے (۶) لیکن مَیں اگر چھوٹا سا کنکر بھی دشمن کی فوج پر پھینکوں تو وہ ایک کنکر سو توپوں کے برابر ہوگا (۷) اگرچہ میرا پتھر چنے کے ایک دانے کے برابر ہے - لیکن لڑائی میں ہزاروں سر اور ہزاروں خود اُس سے اُڑ جائیں (۸) موسٰے علیہ السّلام لڑائی میں صرف ایک چھڑی لے کر آئے اور فرعون اور اُسکی مسلح فوج پر حملہ کیا (۹) ہر پیغمبرؑ نے تن تنہا حملہ کیا ہے اور ساری دنیا کو زیر و زبر کیا ہے (۱۰) نوح علیہ السّلام نے جب خدا سے تلوار مانگی تو خدا نے طوفان کی موج کو اس کی تلوار بنا دیا ہے

خدا کی راہ میں جان و مال کی قربانی
اور گریہ وزاری کا فائدہ

فرماتے ہیں کہ شیخ احمد خضرویہ ہمیشہ مقروض رہتے تھے امیروں سے قرض لے کر فقیروں کو کھلایا کرتے تھے - قرض کے روپے سے ہی خانقاہ بھی بنوائی تھی - خداوند کریم اس کے قرض کی ادائیگی کی کوئی نہ کوئی سبیل ہمیشہ پیدا کر دیا کرتا تھا - اس پر مولانا فرماتے ہیں ؎

گفت پیغمبر کہ در بازارہا	۱	دو فرشتہ می کنند دائم ندا
کائے خدا تو منفقاں را دہ خلف	۲	وے خدا تو ممسکاں را دہ تلف
خاصہ آں منفق کہ جاں انفاق کرد	۳	حلق خود قربانی خلاق کرد
حلق پیش آورد اسمٰعیل وار	۴	کارد بر حلقش نیارد کردگار
پس شہیداں زندہ زیں رویند خوش	۵	تو بداں قالب بمنگر گبروش
چوں خلف دادست شاں جان بقا	۶	جانِ ایمن از غم و رنج و شقا

ترجمہ (۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بازاروں

ہیں دو فرشتے ہمیشہ یہ صدا لگاتے رہتے ہیں (۲) کہ اے خدا خرچ کرنے والوں کو تُو خلف عطا کر اور کنجوسوں کو تباہ کر (۳) خصوصاً وہ خرچ کرنے والے جو جان خرچ کرتے ہیں اور اپنے حلق کو خدا کی راہ میں قربان کرتے ہیں (۴) اسماعیل کی طرح وہ اپنا حلق پیش کرتے ہیں لیکن خدا اُن کے حلق پر چھُری نہیں پھیرتا (۵) اسی لئے کہا گیا ہے کہ شہید زندہ ہیں اور خوش۔ تو گبروں کی طرح صرف جسم کو نہ دیکھ (۶) جب کہ خدا ان کو ہمیشہ کی زندگی بطور خلف کے عطا کرتا ہے ایسی زندگی جو غم رنج اور شقاوت سے محفوظ ہے۔

شیخ احمد خضرویہ جب مرض الموت میں تھے۔ اُن کے قرض خواہ آکر اکٹھے ہوگئے چار سو اشرفی ان پر قرضہ تھا۔ قرض خواہ نومید اور ترش رو ہو کر بیٹھے تھے کہ یہ قرض کس طرح ادا ہوگا۔ اتنے میں ایک حلوا فروش لڑکے نے باہر گلی میں آواز کی۔ شیخ نے خادم کو اشارہ کیا کہ تمام حلوا خرید لائے۔ خادم لڑکے کو اندر لے آیا۔ سارا حلوا نصف اشرفی پر خرید لیا گیا۔ اور قرض خواہوں کو کھلا دیا گیا۔ جب لڑکے نے حلوے کی قیمت مانگی تو شیخ نے کہا کہ میں مر رہا ہوں۔ ایک کوڑی پاس نہیں۔ قیمت کہاں سے دوں۔ یہ سُن کر لڑکا زار زار رونے لگا۔ کہ میرا استاد آج مجھے مار ڈالے گا۔ میں خالی ہاتھ اُس کے پاس کس طرح جاؤں۔ لڑکا شام تک روتا رہا اور قرض خواہ شیخ کو بُرا بھلا کہتے رہے کہ اُس نے

کتنا ظلم کیا ہے۔ شیخ ان تمام باتوں سے بے پرواہ منہ لحاف میں ڈالے موت کے انتظار میں تھے ؎

درشب مہتاب مہ را بر سماک	۱	از سگان و عوعو ایشان چہ باک
سگ وظیفہ خود بجا مے آورد	۲	مہ وظیفہ خود برخ مے گسترد
کار کے خود مے گزارد ہر کسے	۳	آب نگزارد صفا بہر خسے
خس خسانہ مے رود بر روئے آب	۴	آب صافی میرود بے اضطراب
بانگ سگ ہرگز رسد در گوش ماہ	۵	خاصہ ماہے کو بود خاص اللہ

ترجمہ (۱) چاندنی رات میں آسمان پر چاند کتوں اور اُن کی عف عف کی کیا پروا کرتا ہے (۲) کتا اپنا کام کئے جاتا ہے اور چاند اپنا کام (۳) ہر کوئی اپنا اپنا کام کرتا ہے۔ پانی ایک تنکے کی وجہ سے اپنی صفائی نہیں چھوڑتا (۴) تنکا پانی کی سطح پر بہتا چلا جاتا ہے اور صاف پانی بھی بے تردد بہتا چلا جاتا ہے (۵) کتے کی آواز چاند کے کانوں تک ہرگز نہیں پہنچتی۔ خصوصًا وہ چاند جو خالص اللہ کا ہو۔

لڑکا ابھی رو ہی رہا تھا۔ قرض خواہ برا بھلا کہہ ہی رہے تھے اور شیخ اپنے اسی بے پرواہی کے عالم میں ہی تھے کہ ایک

نیک دل امیر کا نوکر سر پر ایک طبق اٹھائے مکان میں داخل ہوا طبق میں چار سو اشرفیاں پڑی تھیں اور ایک کونے میں کاغذ میں لپیٹی ہوئی ایک نصف اشرفی تھی ۔ نصف اشرفی حلوا فروش لڑکے کو دے دی گئی اور چار سو اشرفیاں قرض خواہوں میں تقسیم کر دی گئیں ۔ قرض خواہ سخت حیران اور نادم ہوئے اس پر مولانا شیخ کی زبانی فرماتے ہیں ؎

گفت این دنیا اگرچہ اندک است	۱	لیک موقوف غریو کودک است
تا نگرید کودک حلوا فروش	۲	بحر بخشائش نمے آید بجوش
کام تو موقوف زاری دل است	۳	بے تضرع کامیابی مشکل است
گر ہمے خواہی کہ مشکل حل شود	۴	خار محرومی بگل مبدل شود
گر ہمے خواہی کہ آن خلعت رسد	۵	پس بگریان طفل دیدہ بر جسد

ترجمہ (۱) دنیا کی دولت اگرچہ معمولی چیز ہے ۔ تاہم اس کا ملنا لڑکے کے رونے پر موقوف ہے (۲) جب تک حلوا فروش لڑکا گریہ وزاری نہ کرے بخشش کا سمندر جوش میں نہیں آتا (۳) تیرا مدعا دل کی زاری پر منحصر ہے ۔ بغیر زاری کے کامیابی مشکل ہے (۴) اگر تو چاہتا ہے کہ مشکل حل ہو جائے اور مایوسی کا

کانٹا پھول میں تبدیل ہو جائے (۵) اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے وہ خلعت مل جائے تو اپنی آنکھوں کے لڑکے کو جسم پر رُلا ٭

اس کے بعد جان و مال کی ہوس کے متعلق فرماتے ہیں ؎

زندگی تن مجو از عیسیت	۱	کام فرعونی مخواہ از موسیت
بر دل خود کم نہ اندیشہ معاش	۲	عیش کم ناید تو بر درگاہ باش
ایں بدن خرگاہ آمد روح را	۳	یا مثال کشتیٔ مر نوح را
ترک چوں باشد بیابد خرگہے	۴	خاصہ چوں باشد عزیزِ درگہے

ترجمہ (۱) اپنے عیسیٰ سے بدن کی زندگی نہ مانگ۔ اپنے موسیٰ سے فرعونی مرادیں نہ مانگ (۲) اپنے دل پر فکر معاش کا بوجھ نہ ڈال۔ تو درگاہ شاہی پر حاضر رہ۔ معاش خود بخود تیرے پاس آئے گی (۳) یہ جسم روح کا خیمہ ہے۔ یا یہ سمجھو کہ نوحؑ کی کشتی ہے (۴) اگر ترک ہو تو خیمہ خود بخود مل جاتا ہے۔ خصوصاً وہ ترک جو بادشاہی درگاہ سے تعلق رکھتا ہو ٭

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ دولت جمع کر کے دشمنوں کیلئے چھوڑ جانا بیوقوفی ہے ؎

اے بسا کس ہمچو آں شیرِ ژیاں	۱	حیف دنیا خوردہ رفتہ از جہاں

قسمتش کاہے و حرصش چو کوہ	۱ ۲	ناموجہ کردہ تحصیل وجوہ
جمع کردہ مال و رفتہ سوئے گور	۳	دشمناں در ماتم او کردہ سور
اے میسر کردہ بر ما در جہاں	۴	سخرہ و بیگار ما را وارہاں
طعمہ بنمودہ بما واں بودہ شست	۵	آنچناں بنما بما آں را کہ ہست

ترجمہ (۱) اکثر آدمی کہانی کے اُس شیر ببر کی طرح اپنا شکار کھائے بغیر دنیا سے چلے جاتے ہیں (۲) ایسے آدمی کی قسمت میں ایک تنکا بھی نہیں ہوتا لیکن اُس کی حرص پہاڑ کی طرح ہوتی ہے۔ فضول دولت جمع کرتا رہتا ہے (۳) مال اکٹھا کر کے قبر میں جا رہتا ہے اور اُس کے دشمن (وارث) اس کے ماتم پر خوشیاں مناتے ہیں (۴) اے خدا تو نے جہان میں ہمیں سہولتیں بہم پہنچائی ہیں۔ ہمیں اس بیگار سے بھی رہائی دے۔ (۵) جو چیز ہمیں دانہ نظر آتی ہے وہ در اصل جال ہے۔ ہمیں توفیق عطا کر کہ ہم سب چیزوں کو ایسا ہی دیکھ سکیں جیسی کہ وہ در اصل ہیں ✦

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم دولت دنیا کے پیچھے اس لئے پھر رہے ہیں کہ ہم کو اُس کی اصلی حقیقت معلوم نہیں۔ اور حقیقت اس لئے معلوم نہیں کہ ہم چیزوں کی حقیقت معلوم کرنے

کے لئے تحقیق سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ اور لوگوں کی تقلید کرتے ہیں۔ اس مقام پر تقلید کے متعلق فرماتے ہیں ؎

زانکہ تقلید آفت ہر نیکوئی ست	۱	کہ بود تقلید اگر کوہ قوی ست
از مقلد تا محقق فرقہاست	۲	کاین چو داؤد است و آن دیگر صدا ست
منبع گفتار این سوزے بود	۳	وآن مقلد کہنہ آموزے بود
ہین مشو غرہ بدان گفت حزین	۴	بار بر گاو است و بر گردون حنین
کافر و مومن خدا گویند لیک	۵	در میان ہر دو فرقے ہست نیک
آن گدا گوید خدا از بہر نان	۶	متقی گوید خدا از عین جان
اللہ اللہ مے زنی از بہر نان	۷	بے طمع پیش آئی و اللہ الخوان
گر بدانستے گدا از گفت خویش	۸	پیش چشم او نہ کم ماندے نہ بیش
گر بدل دریافتے گفت لبش	۹	ذرہ ذرہ گشتہ بودے قالبش

ترجمہ (۱) کیونکہ تقلید ہر نیکی کے لئے آفت کا حکم رکھتی ہے۔ تقلید اگر پہاڑ کی طرح مضبوط ہو تو بھی ایک تنکے کے برابر ہے (۲) مقلد اور محقق میں بڑا فرق ہے۔ محقق داؤد ہے اور مقلد محض صدا (۳)

محقق کی باتوں کا سرچشمہ درد و سوز ہے اَور مقلد سیکھی سکھائی باتیں کرتا ہے (۴) خبردار مقلد کی دردناک باتوں پر اعتبار نہ کر کیونکہ بوجھ تو بیل کی گردن پر ہے۔ گاڑی خواہ مخواہ روتی ہے (۵) کافر اور مومن دونوں خدا کا نام لیتے ہیں۔ لیکن اُن میں بہت بڑا فرق ہے (۶) گدا اگر خدا کا نام لیتا ہے لیکن روٹی کے لئے اور متقی خدا کا نام عین جان سے لیتا ہے (۷) تو روٹی کے لئے اللہ اللہ کرتا ہے بے طمع ہو کر سامنے آ اور خدا کا نام لے (۸) اگر گدا اگر کو اپنے الفاظ کی حقیقت معلوم ہوتی تو اُس کے دل سے کم و بیش کا فرق مٹ جاتا۔ (۹) اگر اس کی زبان کے لفظ اس کے دل پر بھی اثر کرتے تو اُس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

اس پر فرماتے ہیں کہ ایک زمیندار رات کے وقت اپنا بیل باندھ کر پاس ہی کہیں سوگیا۔ شیر آیا بیل کو کھا گیا اور خود وہیں لیٹ رہا۔ آدھی رات کو زمیندار جاگا اور شیر کو بیل سمجھ کر اُس پر ہاتھ پھیرنے لگا ؎

زہرہ اش بدریدے و دل خوں شدے	۱	گفت شیر ار روشنی افزوں بدے	
کاندریں شب گاؤ مے پندار دم	۲	ایں چنیں گستاخ زیں می خاردم	

ترجمہ (۱) شیر نے کہا کہ اگر روشنی زیادہ ہوتی تو اُس کا کلیجہ

پھٹ جاتا اور دل خون ہو جاتا (۲) اس طرح گتا خانہ مجھے اس لئے کھجلا رہا ہے کہ اندھیری رات میں مجھے بیل سمجھ رکھا ہے۔ اس پر فرماتے ہیں ؎

حق ہمے گوید کہ اے مغرور کور	۱	نے زنامم پارہ پارہ گشت طور
از پدر و از مادر ایں بشنیدۂ	۲	لاجرم غافل دریں پیچیدۂ

ترجمہ (۱) خدا کہتا ہے کہ اے مغرور اندھے۔ کیا میرے نام سے کوہ طور ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو گیا تھا (۲) تو نے صرف ماں باپ سے میرا نام سُن لیا ہے۔ اس لئے غفلت میں پڑا ہے۔

جدّ و جہد

اِس کے بعد چند ضمنی مضامین پر ایک دو کہانیاں لکھ کر فرماتے ہیں کہ قسمت پر توکل کر کے ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جانا نادانی ہے۔ ہر حالت میں کوشش ضروری ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ہیچ واز روز غیرِ بر ندا شت	۱	ہیچکس ندرود تا چیزے نہ کاشت
طمع خام است آں مخور خام اے پسر	۲	خام خوردن علت آرد در بشر

کاں فلانے یافت گنجے ناگہاں	۳	من ہم آں خواہم چرا جویم دکاں
کار بخت است آں و آں ہم نادر است	۴	کسب باید کرد تا تن قادر است
کسب کردن گنج را کے مانع است	۵	پا مکش از کار کاں خود در پے است
تا نگردی تو گرفتار اگر	۶	کہ اگر ایں کردمے یا آں دگر
کز اگر گفتن رسول با وفاق	۷	منع کرد و گفت ہست آں از نفاق
کاں منافق در اگر گفتن بمرد	۸	وز اگر گفتن بجز حسرت نبرد
اے بسا کس مردہ در بوک و اگر	۹	از نہال عافیت ناخوردہ بر

ترجمہ (۱) کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا جس شخص نے کچھ بویا ہی نہیں وہ کاٹے گا کیا (۲) طمع کچی چیز ہے خبردار کچی چیز نہ کھا کیونکہ کچی چیز کھانے سے آدمی بیمار ہوجاتا ہے (۳) یہ کہنا فضول ہے کہ فلاں آدمی کو اچانک خزانہ مل گیا میں بھی ایسا اتفاقی خزانہ ہی چاہتا ہوں کاروبار کیوں کروں (۴) کیونکہ خزانہ ملنا بخت کا کام ہے اور یہ شاذ و نادر ہوتا ہے۔ جب تک جسم میں طاقت ہے کام کرنا چاہئے۔ (۵) کام کرنا خزانے کے لئے مانع نہیں۔ کام سے ہاتھ نہ اٹھا

خزانہ خود مل جائیگا (۶) تاکہ تو "اگر" میں مبتلا نہ ہو جائے کہ اگر میں یہ کرتا تو یوں ہو جاتا اور اگر وہ کرتا تو یوں ہو جاتا (۷) کیونکہ "اگر" کہنے سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ منافقی کی نشانی ہے (۸) منافق "اگر" کہتے کہتے مر گیا۔ اور اگر کہنے سے سوائے حسرت کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ (۹) بہت ایسے آدمی ہیں جو "شاید" اور "اگر" کہتے کہتے مر گئے اور کبھی عافیت کے درخت سے پھل نہ کھایا ۔

شعر (۱) میں اشارہ ہے سورہ ملائکہ کی اس آیت کی طرف وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا ۔

شعر (۷) میں اشارہ ہے اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ۔ ایاك ولو فان لو من الشیطان ۔ بچ کے رہ "اگر" سے کیونکہ "اگر" شیطانی کام ہے ۔

اس پر تمثیلاً فرماتے ہیں کہ ایک مسافر شب باشی کے لئے کسی گھر کی تلاش میں تھا کہ ایک پرانا دوست اُسے مل گیا۔ اور ایک ویران گھر کی طرف اسے لے گیا وہاں جاکر اُسے کہا کہ اگر اس گھر کی چھت ہوتی تو تو یہاں میرے پاس رہتا۔ اگر اس مکان میں دو کمرے ہوتے تو تیرا عیال بھی یہاں آرام کرتا بلکہ اگر کوئی تیرا مہمان بھی آجاتا تو گزارہ ہو جاتا۔ اگر یہ گھر

ویران نہ ہوتا تو بڑی خوشی سے میں اسے تیرے سپرد کر دیتا۔
مسافر نے کہا کہ آپ کی بڑی مہربانی ہے۔ دوستوں کے پاس رہنا
بڑی راحت کا موجب ہوتا ہے۔ لیکن میری جان "اگر" میں
رات کیونکر بسر ہو سکے گی ؀

جاہ و مال کی آرزو غولِ راہ ہے

اِس کے بعد فرماتے ہیں ؎

بانگِ غولاں است بانگِ آشنا	۱	آشنائے کو کشد سوئے فنا
بانگ میدارد کہ ہاں اے کارواں	۲	سوئے من آئید نک نام و نشاں
نام ہر یک مے برد غول اے فلاں	۳	تا کند آں خواجہ را از آفلاں
چوں رسد آنجا بہ بیند گرگ و شیر	۴	عمر ضائع راہ دور و روز دیر
چہ بود آں بانگِ غول آخر بگو	۵	مال خواہم جاہ خواہم و آبرو
از درونِ خویش ایں آوازہا	۶	منع کن تا کشف گردد رازہا
ذکرِ حق کن بانگِ غولاں را بسوز	۷	چشمِ نرگس را ازیں کرگس بدوز
تا بود کز دیدگانِ ہفت رنگ	۸	دیدۂ پیدا کند صبر و درنگ

رنگہا بینی بجز ایں رنگ ہا	۹	گوہراں بینی بجائے سنگ ہا

ترجمہ (۱) غول کی آواز آشنا آواز ہے ایسی آشنا جو فنا کی طرف کھینچتی ہے (۲) غول آواز دیتا ہے کہ اے قافلے والو میری طرف آؤ میں تمہارا آشنا ہوں یہ لو نام اور نشان (۳) پھر قافلے والوں میں سے ہر ایک کا نام لے کر پکارتا ہے تاکہ ان لوگوں کو تباہ کرے (۴) جب آدمی غول کی طرف جاتا ہے تو وہاں شیر اور بھیڑیے ہوتے ہیں عمر ضائع ہوتی ہے رستہ دور اور وقت دیر (۵) آخر کہو وہ غول کی آواز کیا ہے یہ کہ مجھے مال چاہیئے جاہ چاہیئے اور آبرو چاہیئے (۶) اپنے اندر سے ان آوازوں کو روک تاکہ راز ظاہر ہوں (۷) خدا کا نام لے اور غولوں کو بالکل جلا دے۔ نرگس کی طرح اس مردار (دنیا) سے آنکھ بند کر لے (۸) تاکہ ان ہفت رنگ آنکھوں سے کوئی آنکھ صبر اور حوصلہ پیدا کرے (۹) پھر تو اُن رنگوں کے علاوہ اور رنگ دیکھے گا اور پتھروں کی جگہ جواہرات دیکھے گا۔

اِس کے بعد فرماتے ہیں کہ مال و دولت کا خیال تجارت اور سیم و زر کا خیال فرزند و زن اور کالا و قماش کا خیال زمین اور مکان باغ اور راغ کا خیال تمام شیطانی وسوسے ہیں جو تمہیں خدا کی راہ سے روکتے ہیں ؎

استعیذ الله من شیطانه	۱	قد هلکنا آه من طغیانه
یک سگ است و در هزاران میرود	۲	هر که در وی رفت او آن میشود
هر که سردت کرد میدان کو دروست	۳	دیو پنهان گشته اندر زیر پوست
چون نیابد صورت آید در خیال	۴	تا کشاند آن خیالت در وبال
از خیالات تو مے آید بلا	۵	چون خیالت فاسد آمد جابجا
گاه خیال فرجه و گاهے دکان	۶	گه خیال علم و گاهے خانمان
گه خیال مکسب و سوداگری	۷	گه خیال تاجری و داوری
گه خیال نقره و فرزند و زن	۸	گه خیال بو الفضول و بو الحزن
گه خیال کاله و گاهے قماش	۹	گه خیال مفرش و گاهے فراش
گه خیال آسیا و باغ و راغ	۱۰	گه خیال میغ و ماغ و بیغ و لاغ
گه خیال آشتی و جنگ ها	۱۱	گه خیال نام ها و ننگ ها
هین برون کن از سر این تخیلها	۱۲	هین برو از دل چنین تبدیلها
هان بگو لاحول ها اندر زمان	۱۳	از زبان تنها نه بل از عین جان

ترجمہ (۱) میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں شیطان سے افسوس کہ اُس نے اپنے طغیان سے ہمیں ہلاک کر دیا (۲) شیطان ایک کتا ہے لیکن ہزاروں میں داخل ہو جاتا ہے۔ جس شخص میں وہ داخل ہوا وہ بھی شیطان ہو گیا (۳) جو شخص تجھے سرد کر دے سمجھ لے کہ اس میں شیطان ہے۔ اس کے چمڑے کے نیچے شیطان چھپا ہوا ہے (۴) شیطان علانیہ آدمی میں داخل نہ ہو تو خیال کی صورت میں داخل ہو جاتا ہے تاکہ وہ خیال تجھے وبال میں ڈال دے۔ (۵) تیرے خیالات سے بلا پیدا ہوتی ہے کیونکہ تیرے خیالات جا بجا فاسد ہیں (۶) کبھی آسائش کا خیال کبھی دکان کا۔ کبھی علم کا خیال کبھی خان و مان کا (۷) کبھی کسب کا کبھی سوداگری کا۔ کبھی تجارت کا خیال کبھی مقدمات کا (۸) کبھی چاندی کا خیال اور کبھی بیوی اور بچوں کا۔ کبھی ایک فضول خیال کبھی دوسرا۔ (۹) کبھی سامان اور اسباب کا خیال کبھی مفرش اور فراش کا (۱۰) کبھی پن چکی کا خیال اور کبھی باغ و راغ کا۔ کبھی بادل اور تجارات کا خیال اور کبھی بد دلی اور شوخی کا (۱۱) کبھی صلح کا خیال اور کبھی لڑائی کا۔ کبھی نام کا خیال اور کبھی ننگ و ناموس کا (۱۲) خبردار ان خیالات کو دل سے دور کر دے۔ دل سے ان تبدیلیوں کو مٹا دے (۱۳) ہر وقت لاحول پڑھ لیکن صرف زبان سے نہیں بلکہ عین دل سے ٭

خدا کا قرب حاصل کرنے کیلئے جسمانی زندگی کی قربانی ضروری ہے

فرماتے ہیں ؎

مالک الملکم نیم من طبل خوار	۱	طبل باز م سے زند شہ از کنار
طبل باز من ندائے ارجعی	۲	حق گواہ من بر غم مدعی
من نیم جنس شہنشہ دور از و	۳	لیک دارم در تجلی نور از و
نیست جنسیت زروئے شکل و ذات	۴	آب جنس خاک آمد در نبات
جنس ما چوں نیست جنس شاہ ما	۵	مائے ما شد بہر مائے او فنا
چوں فنا شد مائے ما او ماند فرد	۶	پیش پائے اسپ او گردم چو گرد
خاک شد جان و نشانی ہائے او	۷	ہست بر خاکش نشانِ پائے او
خاک پایش شو زبہر ایں نشاں	۸	تا شوی تاج سر گردن کشاں

ترجمہ باز کی زبانی (۱) میں مالکِ ملک ہوں پیٹو نہیں ہوں۔ بادشاہ مجھے بلاتے کے لئے ایک کونے سے طبل بجاتا ہے (۲)

مجھ باز کو بلانے کے لئے جو طبل بجاتا ہے وہ ارجعی کی آواز ہے
علی الرغم انف دشمن خدا میرا گواہ ہے (۳) میں شہنشاہ کی
جنس سے نہیں ہوں وہ اس سے پاک تر ہے لیکن میری تجلّی
میں اسی کا نور ہے (۴) جنسیّت شکل و ذات کی رُو سے
نہیں۔ نباتات میں پانی خاک کی جنس بنا ہے (۵) ہماری جنس
چونکہ بادشاہ کی نہیں ہے۔ ہماری من و مائی اس کی ذات کے لئے
فنا ہوگئی (۶) جب ہماری من و مائی اُس کیلئے فنا ہوگئی تو وہ
فرد رہ گیا۔ میں اُس کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی بن جاؤں
(۷) جان خاک ہوگئی اور اس کی نشانیاں رہ گئیں۔ خاک پر
اُس کے پاؤں کے نشان موجود ہیں (۸) اس نشان کے لئے
خاک ہوجا۔ تاکہ تُو بڑے بڑے گردن کش سرداروں کا سردار
بن جائے ؛

شعر (۲) میں اشارہ ہے سورہ الفجر کی اس آیت کی طرف
یا ایّتھا النّفس المُطمئنۃ ارجعی الیٰ ربّك راضیۃ
مّرضیۃ فادخلی فی عبادی وَادخلی جنّتی۔ اے مطمئن
نفس واپس ہو اپنے رب کی طرف تو اُس سے راضی اور وہ تجھ
سے راضی۔ پھر داخل ہو جا میرے بندوں میں اور داخل ہو جا
میرے بہشت میں ؛

اسی مضمون کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ ایک نہر کے کنارے پر

ایک بلند دیوار تھی - اس دیوار پر ایک مستسقی پیاسا بیٹھا تھا جو پانی کے لئے بیحد بے قرار تھا - وہ دیوار اسے پانی تک پہنچنے میں مانع تھی - وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا - ناگہاں اُس نے ایک اینٹ دیوار سے اُکھاڑ کر پانی میں پھینکی - اینٹ کے گرنے سے اُسے پانی کی آواز آئی - گویا معشوق کی آواز عاشق کے کانوں میں آئی اس دل خوش کن آواز کے لئے وہ دیوار سے اینٹیں اُکھاڑتا اور پانی میں پھینکتا جاتا تھا - پانی نے اس سے پوچھا کہ تم مجھے اینٹیں کیوں مارتے ہو - اس نے جواب دیا کہ اس میں میرے دو فائدے ہیں - پہلا فائدہ یہ کہ میرے کانوں میں تیری آواز آتی ہے - کیونکہ پانی کی آواز پیاسے کے لئے نہایت روح افزا آواز ہے - وہ اسرافیل کی آواز ہے جو مردوں کو زندہ کرتی ہے - یا رعد کی آواز ہے جو موسم بہار میں باغ کو سرسبز کرتی ہے - دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہر ایک اینٹ جو مَیں دیوار سے اکھاڑتا ہوں مجھے نہر کے نزدیک لا رہی ہے - کیونکہ دیوار کی بلندی کم ہو رہی ہے - دیوار کا پست ہونا پانی کے قرب کا ذریعہ ہے ؂

سجدہ نتواں کرد بر آب حیات	۱	تا نیابی زیں تنِ خاکی نجات
بر سرِ دیوار ہر کو تشنہ تر	۲	زود تر مے بر می کند خشت و مدر

هر که عاشق تر بود بر بانگ آب	۳	او کلوخ زفت تر کند از حجاب
او ز بانگ آب پر مے تا عنق	۴	نشنود بیگانه جز بانگ بلق
اے خنک آنرا که او ز ایام پیش	۵	مغتنم دارد گزارد دام خویش
اندر آں ایام کش قدرت بود	۶	صحت و زور دل و قوت بود
واں جوانی همچو باغ سبز و تر	۷	مے رساند بے دریغے بار و بر
خانهٔ معمور و سقفش بس بلند	۸	معتدل ارکان و بے تخلیط و بند
نور چشم و قوت ایدان بجا	۹	قصر محکم خانه روشن پر صفا
ہیں غنیمت داں جوانی اے پسر	۱۰	سر فرود آور بکن خشت و مدر
پیش از آں کایام پیری در رسد	۱۱	گردنت بندد بحبل من مسد
پشت دو تا گشته دل سست و طپاں	۱۲	تن ضعیف و دست و پا چوں ریسمان
عمر ضائع سعی باطل راه دور	۱۳	نفس کاہل دل سیہ جاں ناصبور
موے بر سر همچو برف از خوف مرگ	۱۴	جمله اعضا لرزلرزاں همچو برگ

ترجمہ (۱) ہم ذاتی زندگی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک

کہ اس جسم خاکی سے نجات حاصل نہ کریں (۲) دیوار پر بیٹھا ہوا آدمی جتنا زیادہ پیاسا ہو گا۔ اتنا ہی زیادہ اینٹ اور مٹی اکھاڑ کر نیچے پھینکے گا (۳) جو شخص پانی کی آواز پر عاشق ہو گا۔ وہ دیوار کے بڑے بڑے ٹکڑے اکھاڑ کر نیچے پھینکے گا (۴) وہ پانی کی آواز سے سراسر مست ہے اور ناواقف آدمی اس آواز کو صرف اینٹ گرنے کی آواز سمجھتا ہے (۵) خوش قسمت ہے وہ آدمی جو وقت پر ہی اپنے جال سے جان چھڑا لے۔ (۶) ان دنوں میں ہی جب اسے طاقت صحت دل کا زور اور قوت حاصل ہو (۷) جوانی سرسبز باغ کی طرح بے دریغ بارِ بر پیدا کرتی ہے (۸) گھر آباد اور چھت کافی بلند ارکان معتدل بغیر خلط ملط کے (۹) آنکھوں کی بینائی اور جسم کی طاقت قائم۔ محل مضبوط گھر روشن اور صاف (۱۰) اے لڑکے جوانی کو غنیمت جان اور جسم کی دیوار سے اینٹ اور مٹی اکھاڑ کر نیچے پھینک (۱۱) پیشتر اس کے کہ بڑھاپا آجائے اور تیری گردن حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ سے باندھی جائے (۱۲) پیٹھ ٹیڑھی ہو جائے اور دل سست اور بے قرار۔ جسم کمزور ہو جائے اور ہاتھ پاؤں رسی کی مانند ہو جائیں (۱۳) عمر ضائع ہو جائے کوشش بے سود اور راستہ دور۔ نفس کاہل دل سیہ اور جان بے صبر (۱۴) موت کے ڈر سے بال برف کی طرح سفید ہو جائیں

تمام اعضا پتے کی طرح لرزنے لگیں ؃

شعر (۱۱) میں اشارہ ہے سورہ اللہب کی اس آیت کی طرف فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ - اس کی (ابولہب کی جورو کی) گردن میں رسی ہے مونج کی ؃

اسی سلسلے میں فرماتے ہیں کہ جسمانی زندگی اور جسمانی لذات وشہوات کی حرص آدمی کو بارگاہ الٰہی سے دور رکھتی ہے ؃

پند من بشنو کہ تن بند قوی ست	۱	کہنہ بیروں کن گرت میل نوی است
لب ببند و کف پُر زر برگشا	۲	بخل تن بگذار و پیش آور سخا
ترک لذتہا و شہوتہا سخاست	۳	ہر کہ در شہوت فرو شد بر نخاست
ایں سخا شاخے ست از سرو بہشت	۴	وائے او کز کف چنیں شاخے بہشت
عروۃ الوثقیٰ ست ایں ترک ہوا	۵	بر کشد ایں شاخ جاں را بر سما
یوسف حسنی تو ایں عالم چو چاہ	۶	ویں رسن صبر است از امر الٰہ
یوسفا آمد رسن در زن تو دست	۷	از رسن غافل مشو بیگہ شد ست
در رسن زن دست و بیروں زچاہ	۸	تا بہ بینی بارگاہ بادشاہ
تا بہ بینی عالم جان جدید	۹	عالمے بس آشکارا و ناپدید

۱۰ این جہان نیست چون ہستان شدہ	وآن جہان ہست بس پنہان شدہ
۱۱ خاک بر بادست و بازی میکند	کژنمائی پردہ سازی میکند
۱۲ چشم خاکی را بخاک افتد نظر	باد بین چشمے بود نوع دگر
۱۳ این کہ برکارست بیکارست و پوست	وآن کہ پنہانست مغز و اصل اوست

ترجمہ (۱) میری نصیحت سن کہ جسم ایک مضبوط بند ہے۔ پرانے کو باہر نکال دے اگر تجھے نئے کی خواہش ہے (۲) لب بند کر اور سونے سے بھری ہوئی مٹھی کھول۔ جسم کا بخل چھوڑ دے اور سخاوت اختیار کر (۳) لذات اور شہوات کو چھوڑنا سخاوت ہے جو شخص شہوات میں گر گیا وہ پھر اٹھ نہیں سکتا (۴) سخاوت بہشت کے سرو کی شاخ ہے! افسوس ہے اس شخص پر جس نے اس شاخ کو چھوڑ دیا (۵) ہوا و ہوس کو چھوڑنا عروۃ الوثقیٰ ہے یہ جان کی شاخ کو آسمان پر لے جاتا ہے (۶) تو حسن کا یوسف ہے اور یہ جہان کنواں۔ اور رسی صبر ہے خدا کے حکم سے (۷) اے یوسف رسی آگئی ہے اسے پکڑ لے۔ رسی سے غافل نہ ہو وقت ہو رہا ہے۔ (۸) رسی کو پکڑ اور کنوئیں سے باہر نکل آ۔ تاکہ تو بادشاہ کی بارگاہ کو دیکھ لے (۹) تاکہ تو نئی جان کے جہان کو دیکھے۔ ایسا جہان کہ بالکل ظاہر بھی ہے اور پوشیدہ بھی (۱۰) یہ معدوم

جہان ایسا نظر آتا ہے گویا موجود ہے اور وہ موجود جہان بالکل نظر نہیں آتا (۱۱) وجہ یہ ہے کہ مٹی ہوا میں رل کر کھیل رہی ہے کج نمائی اور پردہ سازی کر رہی ہے (۱۲) ان خاکی آنکھوں کو مٹی تو نظر آ رہی ہے لیکن ہوا کو دیکھنے والی آنکھیں اور ہوتی ہیں (۱۳) جو چیز کام کرتی نظر آتی ہے وہ محض بیکار ہے اور صرف پوست۔ اور جو چیز نظر نہیں آ رہی اصلی چیز وہی ہے ؎

شعر (۴) میں اشارہ ہے اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ السخاء شجرۃ من اشجار الجنت اغصانها متدليات فی الدنيا فمن اخذ غصنًا منها فاوه ذلك الغض الى الجنت۔ یعنی سخاوت بہشتی درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی شاخیں لٹک کر دنیا میں آئی ہوئی ہیں جو شخص اُن میں سے کسی شاخ کو پکڑ لیتا ہے۔ وہ شاخ اسے کھینچ کر بہشت میں لے جاتی ہے ؎

شعر (۵) میں اشارہ ہے سورہ بقر کی اس آیت کی طرف فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى۔ جس شخص نے انکار کیا طاغوت کا اور ایمان لایا اللہ پر پس پکڑ لیا اُس نے مضبوط رسی کو ؎

اللہ کی راہ میں ہر تکلیف کو خوشی سے برداشت کرنا چاہیئے

فرماتے ہیں کہ لقمان کے آقا نے جب لقمان کو پہچان لیا۔ تو اُس کے ساتھ بیحد محبت کرنے لگا۔ جو کھانے کی چیز اُس کے پاس لاتے تھے۔ پہلے لقمان کو کہتا تھا کہ ایک دو لقمے اس میں سے کھالو تا کہ مَیں تمہارا پس خوردہ کھاؤں۔ جس طعام سے لقمان کچھ کھا نہ لیتا تھا۔ وہ اُسے ہرگز نہیں کھاتا تھا۔ اور اگر کبھی کچھ کھا بھی لیتا تھا تو نہایت بے دلی سے۔ ایک دفعہ کوئی شخص اُس کے لئے خربوزے بطور تحفہ کے لایا۔ لقمان اس وقت موجود نہ تھا۔ آقا نے حکم دیا کہ فوراً لقمان کو بلایا جائے۔ جب لقمان آیا اور بیٹھ گیا تو آقا نے چھری لیکر ایک خربوزے کو کاٹا اور ایک تراشہ لقمان کو دیا۔ لقمان نے اسے شہد و شکر کی طرح کھا لیا۔ اس پر آقا نے ایک اور تراشہ لقمان کو دیا۔ لقمان اُسے بھی اسی طرح کھا گیا حتیٰ کہ سترہ تراشے کھائے۔ جب خربوزہ تھوڑا سا رہ گیا۔ تو آقا نے کہا یہ مَیں کھاتا ہوں بہت لذیذ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ لقمان اسے نہایت خوشی اور ذوق سے کھا رہا ہے۔

جب آقا نے ایک تراشہ کھایا تو اُس کی تلخی سے زبان پر چھالے پڑ گئے اور حلق جلنے لگا۔ کچھ دیر دم بخود رہا پھر لقمان سے پوچھا کہ تم یہ زہر اس ذوق و شوق سے کس طرح کھاتے رہے ہو۔ کوئی حیلہ حجت کر کے کھانے سے انکار کر دیتے۔ لقمان نے جواب دیا کہ مَیں اتنی مدت آپ کی عطا کی ہوئی نعمتیں کھاتا رہا ہوں۔ شرم و حیا نے اجازت نہ دی کہ ایک دفعہ تلخ چیز ملی ہے تو اس سے انکار کر دوں۔ میرے تمام اجزا آپ کے انعام و اکرام کے پروردہ ہیں۔ اگر آپ کی دی ہوئی ایک کڑوی چیز سے میں آہ و فریاد کرنے لگوں تو مجھ پر حیف ہے۔ آپ کے شکر بخش ہاتھ نے اس خربوزے میں تلخی کہاں چھوڑی تھی۔ اس پر مولانا فرماتے ہیں ؎

از محبّت تلخ ہا شیریں شود	۱	از محبّت مس ہا زریں شود
از محبّت درد ہا صافی شود	۲	از محبّت درد ہا شافی شود
از محبّت خار ہا گل مے شود	۳	وز محبّت سرکہ ہا مُل مے شود
از محبّت دار تختے مے شود	۴	وز محبّت بار بختے مے شود
از محبّت سجن گلشن مے شود	۵	بے محبّت روضہ گلخن مے شود

از محبت نار نورے می شود	۶	وز محبت دیو حورے می شود
از محبت سنگ روغن می شود	۷	بے محبت موم آہن می شود
از محبت حزن شادی می شود	۸	وز محبت غول ہادی می شود
از محبت نیش نوشے می شود	۹	وز محبت شیر موشے می شود
از محبت خار سوسن می شود	۱۰	وز محبت خانہ روشن می شود
از محبت مردہ زندہ می شود	۱۱	وز محبت شاہ بندہ می شود

ترجمہ (۱) محبت سے کڑوی چیز میٹھی ہو جاتی ہے محبت سے مس سونا بن جاتی ہے (۲) محبت سے دُرد صاف بن جاتی ہے محبت سے درد دوا ہو جاتا ہے (۳) محبت سے کانٹے پھول بن جاتے ہیں۔ محبت سے سرکہ شراب بن جاتا ہے (۴) محبت سے پھانسی کا تختہ تخت بن جاتا ہے۔ محبت سے تکلیف خوش نصیبی بن جاتی ہے (۵) محبت سے قید خانہ باغ بن جاتا ہے اور بغیر محبت کے بہشت دوزخ بن جاتا ہے (۶) محبت سے آگ نور بن جاتی ہے اور محبت سے دیو حور بن جاتا ہے (۷) محبت سے پتھر روغن بن جاتا ہے اور بغیر محبت کے موم لوہا بن جاتا ہے (۸) محبت سے غم خوشی بن جاتا ہے اور محبت سے غول رہنما

بن جاتا ہے (۹) محبت سے زہر تریاک بن جاتی ہے اور محبت سے شیر چوہا بن جاتا ہے (۱۰) محبت سے کانٹا سوسن بن جاتا ہے اور محبت سے گھر روشن ہو جاتا ہے (۱۱) محبت سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے اور محبت سے بادشاہ غلام بن جاتا ہے ٭

عشق اور آدابِ رسمی

آگے چل کر مولانا نے ایک ضمنی مضمون کے سلسلے میں ایک نہایت دلچسپ اور معنی خیز کہانی لکھی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

دید موسیٰ یک شبانے را براہ	۱	کو ہمے گفت اے خدا و اے الٰہ
تو کجائی تا شوم من چاکرت	۲	چارقت دوزم کنم شانہ سرت
تو کجائی تا کہ خدمت ہا کنم	۳	جامہ ات را دوزم و بخیہ زنم
جامہ ات شویم شپشہایت کشم	۴	شیر پیشت آورم اے محتشم
ور ترا بیمارئے آید بہ پیش	۵	من ترا غمخوار باشم ہمچو خویش
دستکت بوسم بمالم پایکت	۶	وقت خواب آید بروبم جایکت
گر بہ بینم خانہ ات را من مدام	۷	روغن و شیرت بیارم صبح و شام
ہم پنیر و نانہائے روغنیں	۸	خمرہا جغرات ہائے نازنیں

٩ سازم و آرم بہ پیشت صبح و شام / از من آوردن ز تو خوردن طعام

١٠ اے فدائے تو ہمہ بزہائے من / وے بیادت ہی ہی و ہیہاے من

١١ زین نمط بیہودہ میگفت آن شبان / گفت موسیٰ باکیست این اے فلان

١٢ گفت با آنکس کہ ما را آفرید / این زمین و چرخ ازو آمد پدید

١٣ گفت موسیٰ ہائے خیرہ سر شدی / خود مسلمان ناشدہ کافر شدی

١٤ ہین چہ ژاژ است اینچہ کفرست و فشار / پنبۂ اندر دہان خود فشار

١٥ گند کفر تو جہان را گندہ کرد / کفر تو دیبائے دین را ژندہ کرد

١٦ چارق و پاتابہ لائق مر ترا ست / آفتابے را چنینہا کے رواست

١٧ گر نبندی زین سخن تو حلق را / آتشے آید بسوزد خلق را

١٨ شیر او نوشد کہ در نشو و نماست / چارق او پوشد کہ او محتاج پاست

١٩ گفت اے موسیٰ دہانم دوختی / وز پشیمانی تو جانم سوختی

٢٠ جامہ را بدرید و آہے کرد تفت / سر نہاد اندر بیابانے و رفت

٢١ وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا / بندۂ ما را ز ما کردی جدا

تو برائے وصل کردن آمدی	۲۲	نے برائے فصل کردن آمدی
تا توانی پا منہ اندر فراق	۲۳	ابغض الاشیاء عندی الطلاق
ہر کسے را سیرتے بنہادہ ایم	۲۴	ہر کسے را اصطلاحے دادہ ایم
در حق او مدح در حق تو ذم	۲۵	در حق او شہد و در حق تو سم
در حق او نور در حق تو نار	۲۶	در حق او ورد و در حق تو خار
در حق او نیک در حق تو بد	۲۷	در حق او خوب و در حق تو رد
ما بری از پاک و ناپاکی ہمہ	۲۸	از گراں جانی و چالاکی ہمہ
ہندیاں را اصطلاح ہند مدح	۲۹	سندیاں را اصطلاح سند مدح
من نگردم پاک از تسبیح شاں	۳۰	پاک ہم ایشاں شوند و دُرفشاں
ما بروں را ننگریم و قال را	۳۱	ما دروں را بنگریم و حال را
چند ازیں الفاظ و اضمار و مجاز	۳۲	سوز خواہم سوز با آں سوز ساز
آتشے از عشق در جاں بر فروز	۳۳	سر بسر فکر و عبارت را بسوز
موسیا آداب دانان دیگرند	۳۴	سوختہ جان و روانان دیگرند

عاشقاں را ہر نفس سوزیدنے ست	۳۵	بر دہ ویراں خراج و عشر نیست
گر خطا گوید ورا خاطی مگو	۳۶	گر شود پر خوں شہید آں را مشو
خوں شہیداں را از آب اولیٰ تر است	۳۷	ایں خطا از صد صواب اولیٰ تر است
در درون کعبہ رسم قبلہ نیست	۳۸	چہ غم ار غواص را پاچیلہ نیست
ملت عشق از ہمہ دیں ہا جدا ست	۳۹	عاشقاں را ملت و مذہب خدا ست

ترجمہ (۱) حضرت موسےٰ علیہ السلام نے ایک گڈریئے کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ اے خدا اے اللہ (۲) تو کہاں ہے کہ میں تیرا خادم بن جاؤں۔ تیرے موزے سیا کروں اور تیرے بالوں میں کنگھی کروں (۳) تو کہاں ہے کہ میں تیری خدمت کروں تیرے کپڑوں کو سیئوں اور بخیہ کروں (۴) تیرے کپڑے دھوؤں اور جوئیں نکالوں اور تیرے لئے دودھ لاؤں (۵) اگر تو بیمار ہو جائے تو میں تیری تیمارداری کروں (۶) تیرے ہاتھ چوموں اور تیرے پاؤں دباؤں جب تو سونے لگے تو تیرے لئے جگہ صاف کروں (۷) اگر میں تیرا گھر دیکھ لوں تو ہمیشہ صبح اور شام تیرے لئے دودھ اور مکھن لایا کروں (۸) پنیر روغنی نان اور دودھ کی بنی ہوئی طرح طرح کی چیزیں (۹) تیار کر کے صبح و شام تیرے پاس

لاؤں۔ میں چیزیں لاتا رہوں اور تو کھاتا رہے (۱۰) میری تمام
بکریاں تجھ پہ قربان ہوں۔ میری تمام فریاد تیری یاد میں ہے۔
(۱۱) وہ گڈریا اسی طرح بیہودہ باتیں کر رہا تھا کہ حضرت موسیٰ
نے اُس سے پوچھا کہ تو یہ باتیں کسے کہہ رہا ہے (۱۲) گڈریئے
نے جواب دیا اُسے کہہ رہا ہوں جس نے ہمیں پیدا کیا اور جس نے
زمین و آسمان کو پیدا کیا (۱۳) موسیٰ نے کہا ہائے تو دیوانہ ہو گیا
مسلمان نہ بنا بلکہ کافر بن گیا (۱۴) یہ کیا بیہودہ گوئی کفر اور
بکواس ہے اپنے منہ میں روئی ڈال کر منہ بند کر (۱۵) تیرے
کفر کے گند نے جہان کو گندہ کر دیا۔ تیرے کفر نے دیبائے دین کو
گودڑی بنا دیا (۱۶) موزوں اور جوتیوں کی تجھے ضرورت ہے
آفتاب کو ان چیزوں کی کیا حاجت ہے (۱۷) اگر تو اس بکواس
کو بند نہیں کرے گا تو تمام دنیا جل جائے گی (۱۸) دودھ کی
اسے ضرورت ہے جو نشو و نما پاتا ہو۔ موزہ وہ پہنے جسے پاؤں
کی ضرورت ہو (۱۹) گڈریے نے کہا اے موسیٰ تو نے میرا منہ
سی دیا اور پشیمانی سے میری جان کو جلا دیا (۲۰) یہ کہہ کر کپڑے
پھاڑ ڈالے اور ایک سخت آہ کی۔ اور جنگل بیابان میں چلا گیا۔
(۲۱) حضرت موسیٰ کو خدا کی طرف سے وحی آئی کہ تو نے ہمارے
بندے کو ہم سے جدا کر دیا (۲۲) تو ملانے کے لئے آیا ہے۔
جدا کرنے کے لئے نہیں آیا (۲۳) جہاں تک ممکن ہو فراق کا

موجب نہ بن کیونکہ میرے نزدیک جُدائی سب سے بُری چیز ہے
(۲۴) ہم نے ہر شخص کو علیحدہ سیرت دی ہے اور ہر شخص کو علیحدہ
اصطلاح دی ہے (۲۵) وہی بات اس کے حق میں مدح ہے
اور تیرے حق میں مذمت (۲۶) اس کے حق میں نور ہے اور
تیرے حق میں نار اُس کے حق میں پھول ہے اور تیرے حق میں
کانٹا (۲۷) اس کے حق میں نیک ہے اور تیرے حق میں بد
اس کے حق میں اچھی ہے اور تیرے حق میں بری (۲۸) ہم
تمام پاکی اور ناپاکی سے بری ہیں۔ گراں جانی اور چالاکی سے
میرا ہیں (۲۹) ہندیوں کے لئے ہند کی اصطلاح مدح ہے۔
اور سندھیوں کے لئے سندھ کی اصطلاح مدح ہے (۳۰) میں
ان کی تسبیح سے پاک نہیں ہوتا بلکہ وہ خود پاک ہوتے ہیں۔
(۳۱) ہم ظاہر کو اور لفظوں کو نہیں دیکھتے ہم باطن کو اور
اندرونی حالت کو دیکھتے ہیں (۳۲) یہ الفاظ اور ضمیریں اور
مجاز کب تک مجھے سوز چاہئے سوز۔ سوز پیدا کر (۳۳) جان
کو عشق کی آگ لگا۔ فکر اور عبارت کو سراسر جلادے (۳۴)
اے موسٰی آداب کا لحاظ رکھنے والے اور لوگ ہوتے ہیں اور
دل جلے اور (۳۵) عاشقوں کے لئے ہر وقت جلنا ہی جلنا
ہے۔ غیر آباد گاؤں پر مالیہ اور ٹیکس نہیں ہوتا۔ (۳۶)
عاشق اگر غلط بات کہے تو اسے غلط نہ سمجھ۔ شہید اگر لہو سے

بھر جائے تو اُسے نہ دھو (۳۷) شہیدوں کے لئے خون پانی سے زیادہ پاک ہے۔ یہ خطا سو صواب سے اچھی ہے (۳۸) کعبہ کے اندر قبلہ کی رسم نہیں۔ غوطہ لگانے والے کے پاؤں میں اگر بارشی جوتی نہ ہو تو کیا غم ہے (۳۹) عشق کا مذہب تمام مذہبوں سے جدا ہے۔ عاشقوں کا مذہب خدا ہے اور بس ؎

یہ عتاب سُن کر حضرت موسٰی علیہ السلام اس گڈریے کی تلاش میں بیابان کی طرف چلے گئے۔ آخر کار گڈریا اُنہیں مل گیا اسے کہا کہ تجھے خوش خبری ہو کہ تیرے لئے اجازت آ گئی۔ تو آداب و رسوم کی پابندیوں سے معاف ہے۔ جو کچھ تیرا دل چاہتا ہے کہہ۔ گڈریئے نے جواب دیا کہ اے موسٰے میں اب اس حالت سے گزر گیا ہوں۔ ایک لحظہ میں ہزارہا سال کا راستہ طے کر لیا ہے۔ تو نے میرے گھوڑے پر ایک تازیانہ لگایا۔ وہ اُچھلا اور آسمان سے بھی اوپر نکل گیا ؎

جہد و جہاد کی تکلیفیں آخر مفید ثابت ہوتی ہیں

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے خداوند کریم سے کہا کہ مجھے انسانی کاروبار میں ایک الٹی سی بات نظر آتی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ جس طرح فرشتوں نے آفرینش آدم پر اعتراض کیا تھا۔ میں بھی اس امر میں اعتراض کروں۔ حیران ہوں

تو ایک نقش بناتا ہے اور پھر اُس میں فساد کا بیج بو دیتا ہے ظلم کی آگ شعلہ زن ہو جاتی ہے۔ مسجدیں اور سجدہ کرنے والے جل جاتے ہیں۔ کیا انسانی نطفہ و علقہ میں جوش دے کر اُس سے آدمی کا پیدا کرنا اسی کھیل کے لئے ہے؟ مجھے یقین ہے کہ اس میں بھی کوئی حکمت ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ یہ بھید مجھ پر آشکارا ہو جائے۔ اس پر موسٰے علیہ السلام کو یہ جواب ملتا ہے ؎

حشر تو گوید کہ سرِ مرگ چیست	۱	میوہ ہا گویند سرِ برگ چیست
سرِ خون و نطفہ حسن آدمی ست	۲	سابق ہر بیشئ آخر کمی ست
لوح را اوّل شوید بے وقوف	۳	انگہے بروے نویسد او حروف
خوں کند دل را از اشکِ مستہاں	۴	بر نویسد بروے اسرار نہاں
وقتِ شستن لوح را باید شناخت	۵	کہ مر آں را دفترے خواہند ساخت
چوں اساس خانۂ نو افگنند	۶	اولیں بنیاد را برمے کنند
گِل بر آرند اوّل از قعرِ زمیں	۷	تا بآخر بر کشی ماءِ معیں
از حجامت کودکاں گریند زار	۸	کہ نمے دانند ایشاں سرِّ کار

مردہ خود را زمے دہد حجام را	۹	مے نوازد نیش خون آشام را
مے دود حمال در بارِ گراں	۱۰	مے رباید بار را از دیگراں
جنگ حمالاں برائے بار بیں	۱۱	اینچنیں است اجتہاد کار دیں
چوں گرانی ہا اساس راحت است	۱۲	تلخہا ہم پیشوائے نعمت است
ہرکہ در زنداں قرین محنتے است	۱۳	آں جزائے لقمہ ہا و شہوتے است
ہرکہ در قصرے قرین دولتے است	۱۴	آں جزائے کار زار و محنتے است
ہرکہ را دیدی بزر و سیم فرد	۱۵	وانکہ اندر کسب کردن صبر کرد
آنکہ بیروں از طبائع جان او است	۱۶	منصب خرق سببہا آن او است

ترجمہ (۱) تیرا مر کر پھر زندہ ہونا بتا رہا ہے کہ موت کا بھید کیا ہے میوے بتا رہے ہیں کہ پتوں کے پیدا ہونے میں کیا راز ہے (۲) خون اور نطفے کا بھید انسانی حواس ہیں ہر آخری بیشی سے پہلے ایک کمی ہوتی ہے (۳) پہلے آدمی بے توقف تختی کو دھو ڈالتا ہے اس کے بعد اس پر حرف لکھتا ہے (۴) دل کو رو رو کر خون کرتا ہے تب کہیں جا کر اس پر پوشیدہ اسرار لکھتا ہے (۵) تختی کے دھوئے جانے کے وقت ہی سمجھ لینا

چاہیئے کہ یہ آخر کار ایک دفتر بنے گی (۶) جب نئے مکان کی
بنیادیں ڈالتے ہیں تو پہلی بنیادوں کو اکھاڑ ڈالتے ہیں۔
(۷) پہلے زمین کی گہرائی سے کیچڑ نکالتے ہیں تاکہ تو آخر کار
اُس سے صاف پانی نکالے (۸) بچے آپریشن کے وقت زار زار
روتے ہیں کیونکہ وہ اِس کے بھید سے ناواقف ہیں (۹)
لیکن باپ جرّاح کو روپے دیتا ہے اور اُس کے خون آشام نشتر
کی عزت کرتا ہے (۱۰) قلی بھاری بوجھ کے پیچھے دوڑتا ہے
اور دوسرے قلیوں سے اسے چھینتا ہے (۱۱) بوجھ کے لئے
قلیوں کا آپس میں لڑنا دیکھ۔ دین کے کاموں میں اجتہاد بھی
اس قبیل سے ہے (۱۲) جس طرح بوجھ راحت کا سبب ہے
اسی طرح تلخیاں بھی نعمت کا موجب ہیں (۱۳) ایک شخص
قید خانے میں سختیاں جھیل رہا ہے یہ کسی لقمے یا شہوت کا
نتیجہ ہے (۱۴) ایک شخص محل میں تخت پر بیٹھا ہے یہ لڑائیوں
اور تکلیفوں کا نتیجہ ہے (۱۵) جس شخص کے پاس تو بیحساب
سونا چاندی دیکھ رہا ہے۔ سمجھ کہ اُس نے کام کرنے میں حوصلے
اور صبر سے کام لیا ہے (۱۶) صرف وہی شخص اسباب کی
پابندی سے آزاد ہے۔ جس کی جان طبائع انسانی سے
بالاتر ہو ٭

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں جو تکلیفیں پیش

آئیں اُن سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ کیونکہ وہ تکلیفیں تیرے فائدے کے لئے ہیں۔ اس پر مثال کے طور پر ایک کہانی لکھی ہے۔

ایک عقلمند آدمی گھوڑے پر سوار جا رہا تھا کہ اُس نے ایک سوئے ہوئے آدمی کے منہ میں سانپ داخل ہوتے دیکھا۔ سوار نے گھوڑا دوڑایا تاکہ اُس آدمی کو بچالے۔ لیکن اس کے پہنچتے پہنچتے سانپ اندر داخل ہو گیا۔ سوار نے زور سے اس آدمی کو گرز مارنے شروع کئے۔ سویا ہؤا آدمی چونک اُٹھا اور دیکھا کہ ایک ترک سوار کے ہاتھ میں گرز ہے جو اسے مار رہا ہے۔ سوار بے تحاشا گرز مارتا جاتا تھا۔ کہ اس آدمی نے بھاگنا شروع کیا۔ بھاگتے بھاگتے ایک سیب کے درخت کے پاس پہنچا۔ وہاں بہت سے بوسیدہ سیب زمین پر پڑے تھے۔ سوار نے اُسے کہا کہ یہ سیب کھاؤ۔ اُس نے ڈر کے مارے سیب کھانے شروع کئے۔ سوار نے اتنے سیب اُسے کھلائے کہ اس کے منہ سے نکل نکل پڑتے تھے۔ وہ شخص آہ وزاری کرتا تھا کہ آخر میں نے تیرا کیا قصور کیا ہے کہ تو مجھ پر اتنا ظلم کر رہا ہے۔ مجھے ایک ہی دفعہ تلوار مار کر قتل کر دے۔ کونسی منحوس گھڑی تھی کہ تو یہاں آن پہنچا۔ کافر بھی کسی بے گناہ پر اس قدر ظلم نہیں کرتے۔ باتوں کے ساتھ میرے منہ سے خون نکل رہا ہے۔ خدا تجھ سے

اس ظلم کا بدلہ لے گا۔ جب وہ بہت سے گندے سیب کھا چکا تو سوار نے پھر اسے مارنا شروع کیا کہ دوڑو۔ وہ دوڑتا تھا اور سوار اس کو گرز مارتا جاتا تھا۔ کبھی وہ گرتا تھا کبھی پھر اُٹھتا اور دوڑتا تھا۔ اس کا تمام جسم گرز کی ضربات سے زخمی ہوگیا۔ سوار شام تک اُسے اسی طرح مارتا اور دوڑاتا رہا۔ آخر کار صفرا کی وجہ سے اُسے قے آنی شروع ہوئی۔ جو کچھ کھایا تھا۔ وہ قے کر دیا۔ سانپ بھی قے کے ساتھ باہر نکل آیا۔ جب اُس نے سانپ کو دیکھا تو حیران ہوگیا۔ اور سوار کے ظلم کی حقیقت اُسے معلوم ہوگئی۔ سوار کے پاؤں میں گر پڑا اور اس کا ہزار ہزار شکر ادا کیا۔ سیاہ سانپ کو دیکھ کر اس کو گرز کی ضربات کا درد بھول گیا۔ اور کہا کہ تو میرے لئے فرشتۂ رحمت تھا۔ مَیں نے بیوقوفی سے تجھے بُرا بھلا کہا سوار نے جواب دیا کہ خیر کچھ بات نہیں اگر اُس وقت میں تجھے حقیقتِ حال سے آگاہ کر دیتا۔ تو سانپ کے ڈر سے تیری جان نکل جاتی۔ نہ تو سیب کھا سکتا نہ دوڑ سکتا نہ قے کر سکتا:

مظلوموں کی حمایت مردانِ خدا کا فرض ہے

سورۂ آل عمران میں ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

وَ اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ اور چاہئے کہ رہے تم میں ایک جماعت جو بلاتی ہو نیکی کی طرف اور حکم کرتی ہو اچھی بات کا اور منع کرتی ہو بری بات سے۔ یہی لوگ ہیں جو پہنچے مراد کو ۞

مولانا فرماتے ہیں ؎

شیر مردانند در عالم مدد	۱	آن زمان کا فغانِ مظلوماں رسد
بانگ مظلوماں ز ہر جا بشنوند	۲	آن طرف چوں رحمت حق می دوند
آن ستونہائے خللہائے جہاں	۳	آن طبیباں مرض ہائے نہاں
محض مہر و داوری و رحمت اند	۴	ہمچو حق بے علت و بے رشوت اند

ترجمہ (۱) دنیا میں ایسے شیر مرد ہوتے ہیں جو مدد کو پہنچتے ہیں۔ جب کہ مظلوں کی فریاد ان تک پہنچتی ہے (۲) مظلوموں کی فریاد جہاں کہیں سے سنتے ہیں۔ رحمتِ خدا کی طرح اس طرف دوڑتے ہیں (۳) وہ دنیا کے تمام خلل دار مقامات کے لئے ستون کا حکم رکھتے ہیں اور تمام پوشیدہ بیماریوں کے طبیب ہیں (۴) وہ سرتاپا محبت انصاف اور رحم ہیں۔ اور خدا کی طرح بے علت اور بے رشوت ہیں ۞

اسی ضمن میں فرماتے ہیں ؎

مہربانی شد شکارِ شیر مرد	۱	در جہاں دارو نجوید غیر درد
ہر کجا دردے دوا آنجا رسد	۲	ہر کجا فقرے نوا آنجا رسد
ہر کجا پستی ست آب آنجا رسد	۳	ہر کجا مشکل جواب آنجا رسد
آب کم جو تشنگی آور بدست	۴	تا بجوشد آبت از بالا و پست
تا سقاہم ربہم آید خطاب	۵	تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب

ترجمہ (۱) مہربانی کرنا شیر مردوں ہی کا کام ہے دنیا میں دوا خود درد کو ڈھونڈھتی ہے (۲) جہاں درد ہو دوا وہاں پہنچ جاتی ہے۔جہاں فقر ہو دولت وہاں پہنچ جاتی ہے (۳) جہاں پستی ہو پانی وہاں جا رہتا ہے۔جہاں مشکل ہو وہاں جواب پہنچ جاتا ہے (۴) پانی نہ ڈھونڈھ پیاس پیدا کر تاکہ چاروں طرف سے پانی جوش کر کے آجائے (۵) تاکہ تجھے سَقَاهُمْ رَبُّهُمْ کا خطاب آئے۔ پیاسا بن۔ اللہ اچھا جانتا ہے ٭

شعر (۵) میں اشارہ ہے سورہ دھر کی اس آیت کی طرف وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا۔ اور پلائی اُن کو اُن کے رب نے پاک شراب ٭

اسی ضمن میں فرماتے ہیں ؎

ہر ندائے کاں ترا بالا کشد	۱	آں ندا داں کز بالا رسد
ہر ندائے کاں ترا حرص آورد	۲	بانگ گرگے داں کہ او مردم درد
ایں بلندی نیست از روئے مکاں	۳	ایں بلندیہا ست سوئے عقل و جاں

ترجمہ (۱) جو آواز تجھے اوپر کھینچے اسے سمجھ کہ اوپر سے آ رہی ہے (۲) اور جو آواز تجھ میں حرص پیدا کرے اُسے سمجھ کہ بھیڑیے کی آواز ہے جو انسانوں کو چیرتا پھاڑتا ہے (۳) اوپر سے مراد مکانی بلندی نہیں بلکہ عقل و جان کی بلندی ہے۔

مسلمانوں کے تعلقات دشمنانِ اسلام سے

فرماتے ہیں کہ ہر ایک چیز اپنی ہم جنس کو ڈھونڈھتی ہے۔ اگر ناجنس کے ساتھ ملتی ہے تو سمجھو کہ ان میں کچھ بات مشترک ہے۔ مسلمان اگر دشمنانِ اسلام سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں تو یقین جانو کہ مسلمانوں کے ایمان میں خلل ہے ؛

فرماتے ہیں ؎

چوں دو کس بہم زند بے ہیچ شک	۱	درمیانشاں ہست قدر مشترک

٢ کے پرد مرغے بجز با جنس خود / صحبت ناجنس گور است و لحد

٣ آں حکیمے گفت دیدم ہم تگے / در بیاباں زاغ را با لگ لگے

٤ در عجب ماندم بجستم حال شاں / تا چہ قدر مشترک یابم نشاں

٥ چوں شدم نزدیک من حیران و دنگ / خود بدیدم ہر دو آں بودند لنگ

٦ خاصہ شہبازے کہ او عرشی بود / با یکے جغدے کہ او فرشی بود

٧ آں یکے خورشید علیین بود / واں دگر خفاش کز سجین بود

٨ آں یکے نورے ز ہر عیبے بری / واں دگر کورے گدائے ہر دری

٩ آں یکے ماہے کہ بر پرویں زند / واں یکے کرمے کہ بر سرگیں تند

١٠ واں یکے یوسف رخے عیسیٰ نفس / ویں دگر گرگے و یا خر با خرس

١١ آں یکے پراں شدہ در لامکاں / ویں یکے در کاہداں ہمچو سگاں

١٢ آں یکے سرور شدہ ز اہل زماں / ویں دگر در خاک و خواری بس نہاں

١٣ بلبلاں را جائے مے زیبد چمن / مر جعل را در چمیں خوشتر وطن

١٤ با زبان معنوی گل با جعل / ایں ہمی گوید کہ اے گندہ بغل

گر گریزانی ز گلشن بے گماں	۱۵	ہست آں نفرت کمال گلستاں
ور بیا میزی تو با من اے دنی	۱۶	ایں گماں آید کہ از کان منی

ترجمہ (۱) جب دو آدمی آپس میں ملتے ہیں تو بیشک ان کے درمیان کچھ چیز مشترک ہے (۲) کوئی پرندہ ناجنس پرندے کے ساتھ نہیں اُڑتا۔ ناجنس کی صحبت قبر کے برابر ہے (۳) ایک دانا کہتا ہے کہ مَیں نے جنگل میں ایک کوّے کو ایک لقلق کے ساتھ چلتا دیکھا (۴) مَیں حیران ہُوا اور دیکھنے لگا کہ اِن میں کیا بات مشترک ہے (۵) اسی حیرانی کی حالت میں جب میں اُن کے نزدیک گیا تو دیکھا کہ دونو لنگڑے ہیں (۶) خصوصاً وہ شہباز (یعنی مسلمان) جو عرش کا رہنے والا ہو اُس اُلّو (یعنی دشمن اسلام) کے ساتھ کس طرح مل سکتا ہے جو فرش کا رہنے والا ہو (۷) وہ بلندیوں (یعنی بہشت) کا خورشید ہے اور یہ چمگادڑ جو دوزخ کی رہنے والی ہے (۸) وہ نور ہے جو ہر ایک عیب سے پاک ہے اَور یہ اندھا ہے جو دروازوں پر مانگتا پھرتا ہے (۹) وہ چاند ہے جو پروین پر حملہ کرتا ہے اَور یہ ایک کیڑا ہے جو گندگی پر دندناتا ہے (۱۰) وہ یوسف کے چہرے والا اور عیسٰے کے دم والا ہے اور یہ بھیڑیا ہے یا گدھا یا ریچھ (۱۱) وہ لامکان میں اُڑتا ہے اور یہ ڈھیروں پر کتوں کی طرح پھرتا ہے (۱۲) وہ زمانے کا سردار ہے اَور یہ

خاکِ مذلت میں پوشیدہ (۱۳) بلبلوں کو باغ میں رہنا زیب دیتا ہے اور گندگی کے کیڑے کو گندگی میں رہنا (۱۴) پھول زبانِ حال سے گندگی کے کیڑے کو کہتا ہے کہ اے گندہ بغل (۱۵) اگر تو باغ سے بھاگتا ہے تو یہ امر بے شک باغ کے لئے کمال کی دلیل ہے (۱۶) اے کمینے اگر تو مجھ سے ملے تو یہ شک پیدا ہوگا کہ تو میری جنس سے ہے ؎

دشمنوں کی حیلہ سازی سے مسلمانوں میں افتراق

فرماتے ہیں ؎

ہر کرا دیو از کریماں وا برد	۱	بے کسش یابد سرش را وا خورد
یک بدست از جمع رفتن یکزماں	۲	مکر شیطاں باشد و نیکو بداں

ترجمہ (۱) جس شخص کو شیطان اچھے ساتھیوں سے جدا کرتا ہے اُس کو بے کس بنا کر ہلاک کر دیتا ہے (۲) جماعت سے ایک بالشت بھر علیحدہ ہو جانا شیطان کے پنجے میں آجانا ہے۔ اچھی طرح سمجھ لو ؎

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ من فارق الجماعۃ

شبرًا فقد خلع ربقۃ الاسلام یعنی جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر علیحدہ ہو گیا اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسّی اُتار پھینکی ۔

ایک حدیث میں ہے کہ جماعت رحمت ہے ۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جماعت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے ۔

مولانا فرماتے ہیں کہ ایک باغبان نے اپنے باغ میں تین چور دیکھے اُن میں سے ایک فقیہ تھا دوسرا سیّد اور تیسرا صوفی ۔ ہر ایک شوخ فضول اور زیادہ گو تھا ۔ باغبان نے دل میں کہا کہ میں ان سے دو دو باتیں کرنا چاہتا ہوں ۔ لیکن یہ ایک جماعت ہیں اور جماعت رحمت ہے ۔ میں اکیلا ان تین کا مقابلہ کس طرح کرونگا ۔ بہتر ہے کہ میں ان کو علیحدہ علیحدہ کر دوں ۔ پھر ان سے سمجھوں گا ۔ صوفی کو کہا کہ مہربانی کر کے میرے گھر جاؤ اور اپنے ساتھیوں کے لیۓ کپڑے لاؤ ۔ جب صوفی کچھ دُور چلا گیا تو باقی دو کو آہستہ آہستہ کہا کہ آپ فقیہ دین ہیں اور یہ سیّد ۔ آپ کے فتوے سے ہم روٹی کھاتے ہیں ۔ یہ سیّد صاحب ہمارے بادشاہ اور شہزادے ہیں ۔ خاندان نبوی کے چشم و چراغ ہیں ۔ وہ صوفی پیٹو خسیس کس قابل ہے کہ آپ کا ہم صحبت ہو ۔ اس سے قطع تعلق کرو اور میرے باغ میں ایک ہفتہ رہو اور خوب کھاؤ پیو ۔ باغ کیا میری جان بھی حاضر ہے ۔ اُن کو اس طرح دھوکا دے کر

ایک لاٹھی لے کر صوفی کے پیچھے گیا۔ اس کو جا پکڑا اور کہا کہ اے کتے تو لوگوں کے باغ میں آکر پھل چراتا ہے۔ کیا جنید اور بایزید نے تجھے یہی کچھ سکھایا ہے۔ وہ کونسا پیر تھا جس نے تجھے یہ سبق پڑھایا۔ یہ کہ کر صوفی کو خوب مارا اور اسے ادھ موا کردیا واپس آکر کوئی اور بہانہ کرکے سید کو بھی علٰحدہ کردیا۔ جب سید کچھ دور چلا گیا تو فقیہ کو کہا کہ آپ تو فقیہ ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ آپ کا ساتھی سید ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ آج کل ہر احمق پیغمبر خدا اور حضرت علی کے ساتھ رشتہ جوڑتا ہے۔ کسی کو کیا معلوم ہے کہ اس کا باپ کون تھا اور اُس کی ماں کیسی تھی ایسے آدمیوں کے ساتھ آپ تعلق نہ رکھیں۔ یہ کہہ کر باغبان سید کے پیچھے چلا گیا اور اُس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو صوفی کے ساتھ کیا تھا۔ واپس آکر فقیہ کو کہا کہ تو بڑا کمینہ ہے۔ چوری کا فتویٰ ابوحنیفہؒ سے حاصل کیا ہے یا امام شافعیؒ سے۔ پرائے باغ سے پھل چُرانا وسیط میں جائز لکھا ہے یا محیط میں۔ یہ کہہ کر اُسے مارنا شروع کیا اور دل کا بخار خوب نکالا ؎

گفت حق ست اے زن دستت رسید	۱	این سزائے آنکہ از یاران برید
من سزاوارم بابن و صد چنیں	۲	تاچرا ببریدم از یاراں بکیں
ہر کہ تنہا ماند از یاران خود	۳	اینچنیں آید مر اورا جملہ بد

ترجمہ (۱) فقیہ نے کہا کہ تیرا حق ہے اور تیرا ہاتھ پہنچتا ہے مجھے خوب مار جو شخص اپنے ساتھیوں سے علیٰحدہ ہوتا ہے اُس کی یہی سزا ہے (۲) مَیں اسی لائق ہوں بلکہ اس سے بھی صد چند سزا کا مستوجب ہوں۔ کیونکہ مَیں نے اپنے یاروں سے کینہ کیا اور ان سے علیٰحدہ ہوُا (۳) جو شخص اپنے دوستوں سے علیٰحدہ ہوتا ہے۔ اُس کا یہی حال ہوتا ہے ؀

تکلیف کا نتیجہ آرام ہے

فرماتے ہیں ؎

رنج گنج آمد کہ رحمت ہا دروست	۱	مغز تازہ شد چو بخراشید پوست
اے برادر موضع تاریک و سرد	۲	صبر کردن بر غم و سستی و درد
چشمۂ حیوان و جام مستی است	۳	کاں بلندیہا ہمہ در پستی است
آں بہاراں مضمرست اندر خزاں	۴	در بہار است آں خزاں مگریز از آں
ہمرہ غم باش و با وحشت بساز	۵	مے طلب در مرگ خود عمر دراز

ترجمہ (۱) رنج سے خزانہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس میں رحمتیں ہیں۔ مغز تازہ ہوتا ہے جب چھلکا اُتارا جاتا ہے (۲)

اے بھائی سرد اور اندھیری جگہ میں سستی اور درد اور غم کی حالت میں صبر کرنا چاہیئے (۳) کیونکہ یہ آب حیات کا چشمہ اور مستی کا پیالہ ہے اور یہ بلندیاں ہمیشہ پستی میں ہوتی ہیں۔ (۴) بہار خزاں میں پوشیدہ ہے اور خزاں بہار سے بھری ہوئی ہے۔ اس سے نہ بھاگ (۵) غم کے ساتھ رہ اور وحشت کے ساتھ موافقت پیدا کر۔ اپنی موت سے دائمی زندگی ڈھونڈھ ؁

جہاد میں دشمن کی فوج کا کم نظر آنا

سورۂ الانفال میں آیا ہے۔ اذ یریکھم اللہ فی منامك قلیلاً ط ولو اراکھم کثیرًا لفشلتم ولتنازعتم فی الامر ولٰکن اللہ سلّم انہٗ علیم بذات الصدور۔ جب دکھائے تجھ کو اللہ نے وہ (یعنی کافر) تیری خواب میں تھوڑے اور اگر وہ تجھ کو بہت دکھاتا تو تم لوگ کمزوری کرتے اور جھگڑا ڈالتے کام میں۔ لیکن اللہ نے بچا لیا اُس کو معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں ؁

جنگ بدر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کی فوج تھوڑی نظر آئی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس میں حکمت تھی۔ اگر مسلمانوں کو کافروں کی فوج اُتنی ہی دکھائی دیتی جتنی کہ

وہ بھی تو مسلمان بددل ہو جاتے اور لڑنے سے انکار کرتے ۔
بہادر مسلمان ہمیشہ دشمن کی فوج کو حقیر سمجھتے رہے ہیں۔
اور یہی وجہ ہے کہ وہ دشمنوں پر کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ دشمن
کی فوج اور اس کے جنگی سامان سے مرعوب ہونا شکست کھانے
کے برابر ہے۔ کفار کے ظاہری جاہ وجلال اور شان و شوکت
سے ڈرنا ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے ۔

مولانا فرماتے ہیں ؎

۱	حکم خذہا لا تخف دادت خدا	تا بدستت اژدہا گردد عصا
۲	ہیں ید بیضا نما اے پادشاہ	صبح نو بکشا ز شبہائے سیاہ
۳	دوزخے افروخت بر وے دم فسوں	اے دم تو از دم دریا فزوں
۴	بحر مکارست و بنمودہ کفے	دوزخ است از مکر بنمودہ تفے
۵	زاں نماید مختصر در چشم تو	تا زبون بینیش و جنبد خشم تو
۶	ہمچناں کہ لشکر انبوہ بود	مر پیمبر را بچشم اندک نمود
۷	تا بر ایشاں زد پیمبر بے خطر	ور فزوں دیدے ازاں کردے حذر
۸	آں عنایت بود و فضل ایزدی	احمدا ورنہ تو بددل مے شدی

کم نمود او را و اصحاب ورا	۹	آں جہاد ظاہر و باطن خدا
کم نمودن مر ورا پیروز بود	۱۰	زاں نمودن وز او نوروز بود
کم نمودن بس خجستہ روز بود	۱۱	کہ حقش یار و طریق آموز بود

ترجمہ (۱) اللہ نے تجھے حکم دیا ہے کہ اسے پکڑ لے نہ ڈر۔ تاکہ اژدہا تیرے ہاتھ میں لاٹھی بن جائے (۲) اے بادشاہ ید بیضا دکھا اور اندھیری راتوں سے صبح صادق پیدا کر (۳) دوزخ شعلہ زن ہوا ہے اس پر دم پھونک کیونکہ تیرا دم دریا کے دم سے زیادہ ہے (۴) سمندر مکار ہے اس نے صرف جھاگ دکھائی ہے دوزخ ہے کہ اُس نے مکر سے صرف ایک شعلہ دکھایا ہے۔
(۵) تیری آنکھ میں یہ اس لئے تھوڑا نظر آتا ہے کہ تو اسے حقیر جانے اور تیرا غصہ جوش مارے (۶) جس طرح کہ کفار کا ایک بھاری لشکر پیغمبرؐ کی نظروں میں تھوڑا دکھائی دیا (۷) اسی لئے اُس نے اس لشکر پر حملہ کر دیا۔ اگر یہ لشکر زیادہ دکھائی دیتا تو وہ اس سے ڈر جاتا (۸) یہ عنایت خدائی فضل تھا۔ اے احمدؐ ورنہ تو بددل ہو جاتا (۹) رسولؐ کو اور اس کے اصحابؓ کو جہاد ظاہر (جہاد اصغر) اور جہاد باطن (جہاد اکبر) میں دشمن کی فوج تھوڑی نظر آئی (۱۰) یہ تھوڑا دکھائی دینا فتحمندی کا موجب

تھا۔ تھوڑا دکھائی دینے سے اس کا روزِ روزِ عید ہو گیا (۱)
کم دکھائی دینا مبارک تھا کیونکہ خدا اس کا مددگار اور رہنما تھا۔
شعر (۱) میں اشارہ ہے سورۂ طٰہٰ کی اس آیت کی طرف
قال خذها ولا تخف سنعيدها سيرتها الاولیٰ۔
حضرت موسےٰ علیہ السلام پر جب اللہ تعالےٰ وادیٔ مقدس میں جلوہ
افروز ہوا تو اس سے پوچھا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔ موسیٰؑ نے
جواب دیا کہ یہ میری لاٹھی ہے کہ اِس سے میں سہارا لیتا ہوں
اور اپنی بھیڑوں کی نگہبانی کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا
کہ اسے پھینک دے۔ جب موسیٰؑ نے لاٹھی پھینک دی تو وہ
سانپ بن گئی۔ حضرت موسیٰؑ ڈرے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ
اسے پکڑ لے نہ ڈر ہم اس کو اپنی پہلی حالت میں لے جائینگے۔
یعنی اسے پھر لاٹھی بنا دینگے ؛

کافروں کا اسلامی فوج کو کم دیکھنا

اس کے برعکس اگر کفار کو اسلامی فوج کم نظر آئے تو
چونکہ خدا اُن کا معاون و مددگار نہیں وہ دھوکے میں آکر
تباہ ہو جاتے ہیں ؛

سورہ الانفال میں ہے۔ واذ یریکموھم اذ التقیتم
فی اعینکم قلیلا و یقللکم فی اعینھم لیقضی اللہ

امراً کان مفعولا - جب تم کو دکھائی وہ فوج وقت ملاقات کے تمہاری آنکھوں میں تھوڑی اور تم کو تھوڑا دکھایا اُن کی آنکھوں میں تاکہ کردے اللہ وہ کام جو ہو جانے والا تھا ۔

مولانا فرماتے ہیں ؎

آنکہ حق پشتش نباشد از ظفر	١	وای کہ خرگوشش نماید شیر نر
وائے گر صد را یکے بیند ز دور	٢	تا بچالش اندر آید از غرور
زاں نماید ذوالفقارے حربۂ	٣	زاں نماید شیر نر چوں گربۂ
تا دلیر اندر فتد احمق بجنگ	٤	وندر آرد شاں بدیں حیلت بچنگ
تا بپائے خویش باشد آمدہ	٥	آں فلیواں جانب آتشکدہ
مے نماید موج خونش تل مشک	٦	مے نماید قعر دریا خاک خشک
خشک دید آں بحر را فرعون کور	٧	تا درو راند ز سر مستی و زور
چو در آید در تگ دریا بود	٨	دیدۂ فرعون کے بینا بود
دیدہ بینا از لقائے حق شود	٩	حق کجا همراہ هر احمق شود
قند بیند خود شود زہر قتول	١٠	راہ بیند خود بود آں بانگ غول

ترجمہ (۱) جس کا خدا مددگار نہ ہو سمجھ لو کہ وہ شیر ببر کو خرگوش سمجھے گا (۲) حیف ہے اس کی حالت پر کہ وہ دور سے سو کو ایک دیکھتا ہے اور اس لئے دھوکے سے لڑائی میں شامل ہو جاتا ہے (۳) یہی وجہ ہے کہ ذوالفقار ایک معمولی تلوار نظر آتی ہے یہی وجہ ہے کہ شیر ببر بلّی کی طرح نظر آتا ہے (۴) تاکہ احمق آدمی دلیری سے لڑائی شروع کر دے۔ اسی حیلے سے کفار کو لڑائی میں لایا جاتا ہے (۵) تاکہ وہ بے وقوف اپنے پاؤں سے چل کر آگ میں آجائے (۶) اسے خون کی لہر کستوری کا ڈھیر نظر آتا ہے اور دریا کی گہرائی خشک زمین (۷) اندھے فرعون نے سمندر کو خشک دیکھا تاکہ اس میں مستی اور زور سے داخل ہو جائے (۸) جب داخل ہوا تو سمندر کی تہ میں جا پہنچا۔ فرعون کی آنکھ میں بینائی کیسے ہو سکتی ہے (۹) آنکھ اللہ تعالٰے کے دیدار سے بینا ہوتی ہے۔ خدا ہر احمق کا مددگار کب ہوتا ہے (۱۰) اسے شکر دکھائی دیتی ہے حالانکہ وہ زہر قاتل ہوتی ہے۔ وہ راہ دیکھتا ہے حالانکہ وہ غول کی آواز ہوتی ہے ؎

اس کے بعد مولانا نے چند دعائیہ اشعار لکھے ہیں جو گویا ہمارے لئے ہی لکھے گئے تھے۔ کیونکہ جہاد کے جو دو اصول اوپر بیان ہوئے ہیں۔ آج کل بالکل ان کے برعکس معاملہ ہے

اے فلک در فتنۂ آخر زماں	۱	تیز مے گردی بدہ آخر اماں
خنجر تیز تو اندر قصد ما	۲	نیش زہر آلودۂ در فصد ما
اے فلک از رحم حق آموز رحم	۳	بر دل موراں مزن چوں مار زخم
حق آنکہ چرخۂ چرخ ترا	۴	کرد گرداں بر فراز ایں سرا
کہ دگرگوں گردی و رحمت کنی	۵	پیش ازاں کہ بیخ ما را بر کنی

ترجمہ (۱) اے آسمان آخر الزمان کے فتنے میں تو تیز چل رہا ہے آخر ہمیں امان دے (۲) تیری تیز تلوار ہمارے پیچھے پڑی ہے۔ تو ہمیں چیرنے کے لئے زہر آلود نشتر ہے (۳) اے آسمان خدا کے رحم سے مہربانی سیکھ۔ چیونٹیوں کے دلوں پر سانپ کی طرح زخم نہ لگا (۴) تجھے واسطہ ہے اس ذات کا جس نے تیرے پھرنے والے چرخے کو اس دنیا کے اوپر گردش دی (۵) ہم پر رحم کر اور اپنی گردش کو بدل دے پیشتر اس کے کہ تو ہماری بیخ و بنیاد اکھاڑ ڈالے ؂

دشمنوں کی چاپلوسی سے حذر کرو

فرماتے ہیں ؎

پیش خویشاں باش چوں آوارۂ	۱	بر مہ کامل زن ار مہ پارۂ
جزو را از کل خود پرہیز چیست	۲	با مخالف ایں ہمہ آمیز چیست
جنس را بیں نوع گشتہ در روش	۳	غیبہا بیں عین گشتہ در رہش
تا چو زن عشوہ خری اے بے خرد	۴	از دروغ و عشوہ کے یابی مدد
چاپلوسی لفظ شیرینی فریب	۵	مے ستانی مے نہی چوں زن بجیب
مر ترا دشنام و سیلی شہاں	۶	بہتر آید از ثنائے گمرہاں
صفع شاہاں خور مخور شہد خساں	۷	تا کسے گردی ز اقبال کساں
زانکہ زیشاں خلعت و دولت رسد	۸	در پناہ روح جاں گردد جسد

ترجمہ (۱) اگر تو آوارہ ہے تو اپنوں کے پاس رہ۔ اگر تو چاند کا ٹکڑا ہے تو چودھویں کے چاند کے ساتھ رہ (۲) جزو کو اپنے کل سے پرہیز کرنا درست نہیں۔ مخالفوں کے ساتھ ملنا جائز نہیں (۳) جنس جنس کے ہمراہ ہو کر ترقی کرتی ہے۔ عیب اس طرح ہنر ہو جاتے ہیں (۴) اے بے وقوف عورتوں کی طرح تو کب تک میٹھی باتوں سے دھوکا کھاتا رہے گا۔ جھوٹی اور میٹھی باتوں سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا (۵) لفظی چاپلوسی اور دھوکے کی شیرینی لے کر عورتوں کی طرح تو جیب میں رکھ لیتا ہے (۶) بادشاہوں

کی گالی اور مار گمراہوں کی تعریف سے اچھی ہے۔ (۷) بادشاہوں سے مار کھا لیکن ناکسوں کے ہاتھ سے شہد نہ کھا تاکہ تو اقبال سے کچھ بن جائے (۸) کیونکہ ان سے خلعت اور دولت ملتی ہے۔ روح کی پناہ میں آکر جسم جان بن جاتا ہے۔

دشمنوں کی اچھی بات پر بھی عمل نہ کرو

فرماتے ہیں کہ مومنوں کے خال امیر معاویہ رضؓ ایک رات اپنے محل میں سوئے ہوئے تھے۔ محل کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ اچانک ایک آدمی نے آکر انہیں جگایا۔ جب آپ نے آنکھ کھولی تو وہ آدمی غائب ہوگیا۔ آپ نے کہا کہ محل میں کوئی آ نہیں سکتا یہ گستاخی اور جرأت کس نے کی ہے۔ اِدھر اُدھر ڈھونڈھا تو آخر کار دروازے کے پیچھے ایک آدمی نظر آیا جو پردے کے پیچھے چھپا کھڑا تھا۔ آپ نے پوچھا تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ میرا نام ابلیس ہے، آپ نے پوچھا کہ تو نے مجھے کیوں جگایا۔ اس نے جواب دیا کہ نماز صبح کا وقت جا رہا ہے۔ مَیں نے آپ کو جگایا کہ آپ مسجد میں جا کر نماز پڑھیں۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تو شیطان ہو کر نیکی کی طرف کس طرح رہنمائی کر سکتا ہے۔ اگر چور مکان میں داخل ہو کر کہے کہ مَیں چوکیداری کرنے

آیا ہوں تو مجھے کس طرح یقین آئے گا۔ خصوصاً تجھ جیسا رہزن چور۔ تو کس طرح مجھ پر اتنا مہربان ہو گیا۔
شیطان کا جواب بہت دلچسپ ہے۔ مولانا کی زبانی سنئے ؎

گفت ما اول فرشتہ بودہ ایم	۱	راہ طاعت را بجاں پیمودہ ایم
سالکان راہ را محرم بدیم	۲	ساکنان عرش را ہمدم بدیم
پیشۂ اول کجا از دل رود	۳	مہر اول کے ز دل زائل شود
در سفر گر روم بینی یا ختن	۴	از دل تو کے رود حب وطن
ما ہم از مستان ایں مے بودہ ایم	۵	عاشقان درگہ وے بودہ ایم
ناف ما از مہر او ببریدہ اند	۶	عشق او در جان ما کاریدہ اند
روز نیکو دیدہ ایم از روزگار	۷	آب رحمت خوردہ ایم از جوئبار
اے بسا کز وے نوازش دیدہ ایم	۸	در گلستان رضا گردیدہ ایم
وقت طفلی ام کہ بودم شیر جو	۹	گاہوارم را کہ جنبانید او
از کہ خوردم شیر غیر از شیر او	۱۰	کہ مرا پروردہ جز تدبیر او

خوئے کاں با شیر رفت اندر وجود ۱۱ کے تواں او را ز مردم واکشود

گر عتابے کرد دریائے کرم ۱۲ بستہ کے گردند درہائے کرم

فرقت از قہرش اگر آبستن است ۱۳ بہر قدر وصل او دانستن است

تا دہد جاں را فراقش گوشمال ۱۴ جاں بداند قدر ایام وصال

چند روزے کہ ز پیشم راندہ است ۱۵ چشم من در روئے خوبش ماندہ است

ترک سجدہ از حسد گیرم کہ بود ۱۶ آں حسد از عشق خیزد نہ جحود

ایں حسد از دوستی خیزد یقیں ۱۷ کہ شود با دوست غیرے ہمنشیں

چوں کہ بر نطعش جز ایں بازی نبود ۱۸ گفت بازی کن چہ دانم در فزود

آں یکے بازی کہ بد من باختم ۱۹ خویشتن را در بلا انداختم

در بلا ہم مے چشم لذات او ۲۰ مات اویم مات اویم مات او

ترجمہ (۱) شیطان نے کہا کہ میں پہلے فرشتہ تھا۔ میں نے بندگی کا راستہ جان سے طے کیا ہے (۲) میں سالکان طریقت کا محرم تھا اور ساکنان عرش کا ہمدم (۳) پہلا پیشہ دل سے کب

نکلتا ہے۔ پہلی محبّت دل سے کب زائل ہوتی ہے (۴) سفر میں اگر تو رُوم جائے یا ختن۔ دل سے وطن کی محبت کب دور ہوتی ہے (۵) میں بھی اسی شراب کا مست رہ چکا ہوں۔ اُسی کی درگاہ کے عاشقوں میں سے ہوں (۶) میری ناف کو اس کی محبت پر کاٹا گیا اس کا عشق میری جان میں بویا گیا (۷) زمانے میں اچھے دن بھی مَیں نے دیکھے ہیں۔ نہر سے رحمت کا پانی پیا ہے (۸) اس کی بہت مہربانیاں دیکھی ہیں۔ رضا کے باغ میں پھرتا رہا ہوں (۹) بچپن کے زمانے میں جب میں شیر خوار تھا۔ میرے گہوارے کو وہی ہلاتا تھا (۱۰) وہی مجھے دودھ پلاتا تھا۔ اور اسی کی تدبیر سے مَیں نے پرورش پائی۔ (۱۱) جو عادت دودھ کے ساتھ وجود میں داخل ہوئی اس کو کب دور کر سکتے ہیں (۱۲) اگرچہ دریائے کرم نے عتاب ظاہر کیا ہے تاہم اس کی مہربانی کے دروازے بند نہیں ہو گئے۔ (۱۳) اگر اُس کے غضب سے فرقت پیدا ہوئی ہے تو یہ اس لئے ہے کہ اُس کے وصل کی قدر معلوم ہو (۱۴) تاکہ جان کو اس کا فراق گوشمالی کرے۔ اور جان زمانہ وصال کی قدر جانے (۱۵) گو چند روز کے لئے اُس نے مجھے اپنی درگاہ سے دور کیا ہوا ہے تاہم میری آنکھ ہمیشہ اُس کے خوبصورت چہرے پر لگی رہتی ہے (۱۶) فرض کیا کہ مَیں نے حسد کی وجہ سے (آدم

کو سجدہ نہ کیا۔ لیکن وہ حسد عشق کا نتیجہ تھا نہ کہ انکار کا۔ (۱۷) یقیناً یہ حسد محبت سے پیدا ہوا اور اس غیرت سے کہ غیر اُس کا ہم نشیں کیوں ہو (۱۸) چونکہ اس کی بساط پر سوائے اس کے اور کوئی چال نہ تھی اُس نے کہا کہ یہ چال چل میں چل گیا (۱۹) وہی ایک چال تھی جو میں چل گیا اور اپنے آپ کو بلا میں ڈال دیا (۲۰) بلا میں بھی اُس کی لذتوں سے بہرہ اندوز ہو رہا ہوں۔ مَیں اُسی کا مات ہوں اُسی کا مات ہوں اسی کا مات ہوں ؞

امیر معاویہ رضؓ نے کہا کہ یہ باتیں تو درست ہیں۔ لیکن اِن باتوں سے تجھے کیا تعلق۔ تجھ سے لاکھوں کو تو نے گمراہ کیا ہے اور نقب لگا کر خزانے میں داخل ہوا ہے۔ تو آگ ہے تیرا کام جلانا ہے۔ تُو نے خدا کے ساتھ سوال جواب کیا تھا۔ مَیں کیا چیز ہوں ؎

معرفت ہائے تو چون بانگِ صفیر	۱	بانگِ مرغان است لیکن مرغ گیر
صد ہزاراں مرغ را او راہ زد ست	۲	مرغ غرہ کاشنائے آمد ست
در ہوا چوں بشنود بانگِ صفیر	۳	از ہوا آید شود اینجا اسیر

ترجمہ (۱) تیری معرفت کی باتیں صفیر کی آواز کی طرح ہیں

جو اگرچہ پرندے کی ہی آواز ہوتی ہے لیکن دوسرے پرندوں کو پکڑوانے والی ہوتی ہے (۲) اس آواز نے ہزارہا پرندوں کو گرفتار کرایا ہے۔ پرندہ اس دھوکے میں ہوتا ہے کہ یہ میرے آشنا کی آواز ہے (۳) ہوا میں صفیر کی آواز سنتا ہے تو نیچے اُتر آتا ہے اور قید ہو جاتا ہے ۔

تو نے نوح علیہ السلام کی قوم کو تباہ کیا۔ عاد کو برباد کیا۔ قوم لوطؑ کو سنگسار کرایا۔ ہزاروں مسلمانوں کو کافر بنایا۔ میں تیری بات پر کیسے اعتبار کروں ۔

شیطان نے جواب دیا کہ میں تو صرف کسوٹی ہوں جو کھرے کھوٹے کی تمیز کرتی ہے۔ مجھے خدا نے شیر اور کتے کے درمیان فرق بتانے کیلئے مقرر کیا ہے۔ کھوٹے کو سیاہ رو میں تو نہیں کرتا۔ میں صرف اس کی حقیقت بیان کرتا ہوں۔ نیکوں کی رہنمائی کرتا ہوں اور بروں کی پیشوائی۔ میں باغبان ہوں خشک شاخ کو کاٹ دیتا ہوں اور تر کی پرورش کرتا ہوں۔ میں نیک کو بد نہیں بنا سکتا۔ میں خدا تو نہیں ہوں۔ میں خوبصورت کو بدصورت نہیں بنا سکتا میں رب نہیں ہوں۔ میں صرف آئینہ ہوں۔ خوبصورت کو خوبصورت اور بدصورت کو بدصورت ظاہر کر دیتا ہوں۔ اگر میں نے تجھے نماز کے لئے جگا دیا تو کچھ تعجب کی بات نہیں میری اصلیت یہی ہے ۔

امیر معاویہ رضؓ نے کہا کہ اے چور باتیں نہ بنا۔ میں تیرے فریب میں نہیں آسکتا۔ اس کے بعد آپ خداوند کریم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ الٰہی میری مدد کر تاکہ میں شیطان کے فریب میں نہ آجاؤں۔ الٰہی میری حالت پر رحم کر ورنہ یہ چور مجھے تباہ کر دے گا۔ میں دلیلوں سے شیطان پر غالب نہیں آسکتا۔ اس کی ہر بات میں شرارت پنہاں ہے ؏

اس کے بعد پھر شیطان سے مخاطب ہوئے۔ اور فرمایا کہ ٹھیک ٹھیک بتا دے کہ تو نے مجھے کیوں جگایا۔ تو مجھے دھوکا نہیں دے سکتا۔ اصلی غرض بیان کر دے ؏

شیطان نے جواب دیا کہ جب آدمی بدگمان ہو جاتا ہے تو کوئی سچی بات اُس پر اثر نہیں کرتی۔ آدمی کے دل میں جب کوئی خیال پیدا ہو جاتا ہے تو ہر دلیل جو اس کے برخلاف پیش کی جائے اس خیال کو مضبوط تر بنا دیتی ہے۔ تو مجھ سے کیوں ڈرتا ہے۔ اپنے لئیم نفس کے شر سے ڈر۔ تو حلوا کھاتا ہے۔ تجھے پھوڑے پھنسیاں نکل آتی ہیں۔ اس پر تو بے گناہ شیطان پر لعنت بھیجنی شروع کر دیتا ہے۔ میں نے بیشک ایک گناہ کیا جس کے لئے اب تک پشیمان ہوں۔ لیکن لوگ خواہ مخواہ ہر معاملے میں مجھے متہم کرتے ہیں۔ اور اپنے فعلوں کا ذمہ وار مجھے بتاتے ہیں ؏

امیر معاویہ رضؓ نے فرمایا کہ اب تو میرے پنجے میں ہے۔ سوائے سچ کے تجھے اور کوئی چیز بچا نہیں سکتی۔ سچ سچ کہدے۔ شیطان نے ہزاروں حیلے کئے مگر امیر معاویہؓ نہ مانے۔ اور کہا کہ اے ملعون کتے سچی بات کہہ کہ تو نے مجھے کیوں جگایا۔ تو افیون کی طرح نیند پیدا کرنے والا ہے۔ تجھے بیداری سے کیا مطلب۔

آخرکار ناچار ہو کر شیطان نے کہا کہ میرا مدعا یہ تھا کہ تو جماعت کے وقت مسجد میں پہنچ جائے۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ ایک روز ایک صحابی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جماعت میں نماز نہ پڑھ سکا۔ اس غم میں وہ اس قدر رویا کہ اُس کے رونے کی برکت سے خدا نے تمام لوگوں کی نمازیں قبول کرلیں۔ میرا خیال تھا کہ اگر تو بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز نہ پڑھ سکا۔ تو اس قدر روئے گا کہ ہزار ہا باجماعت نمازوں کا ثواب تجھے مل جائیگا۔ میں نے سوچا کہ بہتر ہے کہ تو بجائے ہزار ہا نمازوں کے ثواب کے صرف ایک ہی نماز کا ثواب حاصل کرے۔ اس لئے میں نے تجھے وقت پر جگا دیا کہ جا کر باجماعت نماز پڑھ لے۔

امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ اب تو نے سچ کہا ہے۔ تیرا جگانا سلانا تھا۔ اور تیری کشتی بھنور۔ تو مجھے نیکی کی طرف اس لئے

بلاتا تھا کہ مَیں اُس سے بڑی نیکی سے محروم رہوں ؎

بُزدِل آدمیوں کو جہاد میں لیجانا خطرناک ہے

فرماتے ہیں ؎

سوئے لطف بیوفایاں ہیں مرو	۱	کان پل ویراں بود نیکو شنو
گر قدم را جاہلے بروے نہد	۲	بشکند پل وآں قدم را بشکند
ہر کجا لشکر شکستہ مے شود	۳	از دو سہ سُست مخنث مے بود
در صف آید با سلاح و مرد وار	۴	دل بر و بنہند کاینک یارِ غار
رو بگرداند چو بیند زخم را	۵	رفتن او بشکند پشت ترا

ترجمہ (۱) بے وفا لوگوں کے لطف کی طرف نہ جا۔ کیونکہ وہ ویران پل کی طرح ہوتا ہے (۲) جاہل آدمی اس پر پاؤں رکھتا ہے۔ پل گر جاتا ہے اور ٹانگ ٹوٹ جاتی ہے (۳) جہاں کہیں لشکر کو شکست ہوتی ہے وہ دو تین بُزدل اور نامرد آدمیوں کی وجہ سے ہوتی ہے (۴) بُزدل آدمی لڑائی میں ہتھیار باندھ کر مردوں کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھی اس پر اعتبار کرتے ہیں کہ یہ ہمارا یارِ غار ہے (۵) جب وہ زخم کو دیکھتا ہے

تو منہ پھیر لیتا ہے۔ اس کے بھاگ جانے سے باقی لشکر کے حوصلے بھی پست ہو جاتے ہیں ؎

روزی اور فرزند و زن کے غم میں دین کے غم کی فرصت کہاں

فرماتے ہیں ؎

یا منافق وار عذر آری کہ من	۱	ماندہ ام در نفقۂ فرزند زن
نے مرا پروائے سر خاریدن است	۲	نے مرا پروائے دین ورزیدن است
ہیچ چارہ نیست از قوت عیال	۳	از بن دنداں کنم کسب حلال
چہ حلال اے گشتہ از اہل ضلال	۴	غیر خون تو نمے بینم حلال
از خدایت چارہ است از قوت نے	۵	چارہ است از دین و از طاغوت نے
ایکہ صبرت نیست از ناز و نعیم	۶	صبر چوں داری ز اللہ کریم
ایکہ صبرت نیست از پاک و پلید	۷	صبر چوں داری از اں کیں آفرید
ایکہ صبرت نیست از آب سیاہ	۸	صبر چوں داری تو از چشم الہٰ

ایکہ صبرت نیست از فرزند وزن	۹	صبر چون داری ز حی ذوالمنن
ایکہ مے گوئی خدا بخشد ترا	۱۰	آں فریب غول میداں بر ترا

ترجمہ (۱) یا تو منافقوں کی طرح عذر کرتا ہے کہ میں بال بچوں کے لئے روٹی کمانے میں مصروف ہوں (۲) مجھے سر کھجلانے کی فرصت نہیں۔ دین کے کاموں کے لئے کہاں سے وقت لاؤں (۳) مجھے عیال کی روزی پیدا کرنے سے ہی فرصت نہیں ملتی خون پانی ایک کر کے حلال کی روزی کماتا ہوں (۴) اے گمراہ تیری روزی حلال کہاں ہے البتہ تیرا خون حلال ہے۔ (۵) روزی کو نہیں چھوڑ سکتا خدا کو چھوڑ سکتا ہے۔ شیطان کو نہیں چھوڑ سکتا دین کو چھوڑ سکتا ہے (۶) ناز و نعمت کو چھوڑنا مشکل ہے۔ خدائے کریم کو چھوڑ بیٹھا ہے (۷) دنیا کے پاک و پلید کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جس نے تجھے پیدا کیا اُسے کس طرح چھوڑ دیا ہے (۸) سیاہ پانی کو چھوڑنا تیرے لئے دشوار ہے۔ خدا کے دیدار سے محروم رہنے کو آسان سمجھ لیا ہے (۹) فرزند و زن کو نہیں چھوڑ سکتا خداوند کریم کو چھوڑ سکتا ہے (۱۰) اِس پر بھی تو کہتا ہے کہ خدا غفور الرحیم ہے بخش دیگا۔ خبردار! یہ شیطانی وسوسہ ہے اِس سے بچ۔

کام کرنے والا جاہل بیکار عالم سے اچھا ہے

فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی اونٹ پر ایک طرف گندم کی بوری اور دوسری طرف ریت کی بوری لاد کرلے جارہا تھا۔ اور بوریوں کے اوپر خود بیٹھا ہوا تھا۔ رستے میں ایک عالم اُسے مل گیا۔ جس نے اس کا وطن خاندان اور نام ونشان پوچھنا شروع کیا۔ اس گفتگو کے دوران میں عالم نے اپنے علم و دانش کے دریا بہا دئیے۔ باتوں ہی باتوں میں اعرابی سے پوچھا کہ ان بوریوں میں کیا بھرا ہے۔ اعرابی نے جواب دیا کہ ایک بوری میں گندم بھری ہے اور دوسری میں ریت۔ عالم نے پوچھا کہ ریت کس لئے بھری ہے۔ اعرابی نے جواب دیا کہ دونوں طرف کا وزن برابر کرنے کے لئے۔ کیونکہ اگر ایک طرف گندم کی بوری ہوتی اور دوسری طرف خالی بوری تو دونوں بوریاں گر پڑتیں۔ عالم نے کہا کہ گندم آدھی آدھی کرکے دونوں بوریوں میں ڈال لو تاکہ دونو طرف کا وزن بھی پورا ہو جائے اور بوجھ بھی ہلکا ہو جائے اس سے اونٹ کو آرام رہے گا۔ اعرابی یہ تجویز سُن کر بہت خوش ہوا اور عالم کو کہا کہ آپ بڑے فاضل اہل رائے اور نکتہ رس ہیں۔ شاباش ہے آپ کے علم و حکمت پر۔ کیسی عمدہ تجویز نکالی ہے۔ اعرابی کو رحم آیا کہ ایسا فاضل اجل

پا پیادہ ریگستان میں چل رہا ہے۔ ارادہ کیا کہ اسے اونٹ پر بٹھالے۔ ابھی یہ سوچ ہی رہا کہ عالم سے پوچھا کہ آپ اپنا نام و نشان بھی مجھے بتائیں۔ آپ اتنے عقلمند اور معاملہ فہم ہیں آپ یا بادشاہ ہونگے یا وزیر۔ عالم نے کہا نہ میں بادشاہ ہوں نہ وزیر۔ عام آدمی ہوں۔ میری حالت اور میرے کپڑوں کو دیکھو۔ بادشاہوں اور وزیروں کی یہ حالت نہیں ہوتی۔ اعرابی نے پوچھا کہ آپ کے پاس کتنے اونٹ اور کتنے بیل ہیں عالم نے جواب دیا کہ میرے پاس نہ اونٹ ہیں نہ بیل۔ ان باتوں کو چھوڑو۔ اعرابی نے پوچھا کہ آپ کی دکان میں کون سا سامان ہے۔ عالم نے جواب دیا کہ نہ میری دکان ہے نہ مکان۔ نہ سامان ہے نہ نوکر نہ مطبخ نہ کچھ اور چیز۔ اعرابی نے کہا کہ پھر آپ کے پاس نقد روپیہ بہت ہوگا۔ آپ اتنے بڑے عالم فاضل ہیں۔ عقل و دانش کے خزانوں کے مالک ہیں۔ آپکے پاس کیمیا ہے۔ آپ کے پاس نقد روپے کے خزانے بھرے ہوئے ہونگے۔ نقد روپیہ جمع کرنے میں آپ نے بڑی عقلمندی کی ہے عالم نے کہا کہ اے فخرِ عرب میرے پاس نقد روپیہ تو خیرات کی روٹی کے لئے بھی پیسے نہیں۔ پاؤں ننگے ہیں۔ بدن پر کپڑے نہیں۔ جس جگہ مجھے کوئی روٹی دے چلا جاتا ہوں۔ اِس علم و فضل اور حکمت و ہنر سے مجھے سوائے خیال آرائی اور دردِ سر کے

کچھ حاصل نہیں ۔ یہ سُن کر اعرابی نے کہا کہ ہٹ دُور ہو جا تاکہ تیری نحوست میرے سر پر بھی نہ آجائے ۔

دور بر آں حکمتِ شومت ز من	۱	نطق تو شوم است بر اہل زمن
یا تو آں سو رو من ایں سو میروم	۲	ور ترا رہ پیش من واپس شوم
یک جوالم گندم و دیگر ز ریگ	۳	بہ بود زیں حیلہ ہائے مُردہ ریگ
ایں جوال گندم و ریگم یقیں	۴	بہ بود زاں حکمتِ تو اے مہیں
احمقی ام بس مبارک احمقی ست	۵	کہ دلم با برگ و جانم متقی ست
گر تو خواہی کایں شقاوت کم شود	۶	جہد کن تا از تو حکمت کم شود

ترجمہ (۱) اپنی منحوس حکمت کو مجھ سے دُور لے جا۔ تیری باتیں دنیا کے لئے نحوست کا سامان ہیں (۲) یا تو اُدھر جا میں اِدھر جاتا ہوں اور اگر تو نے اِدھر جانا ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں (۳) میری ایک بوری میں گندم اور دوسری میں ریت تیری اس منحوس حکمت سے اچھی ہے (۴) یقیناً یہ گندم اور ریت کی بوریاں تیرے علم و فضل سے بدرجہا بہتر ہیں (۵) میری حماقت بہت مبارک حماقت ہے کیونکہ میرا دل سازو سامان والا ہے اور میری جان متقی ہے (۶) اگر تو چاہتا ہے کہ تیری

نحوست کم ہو جائے تو کوشش کر کہ تیری حکمت کم ہو جائے ؏

اخوۃ و اتحاد اسلامی شعار ہے

فرماتے ہیں ؎

مرغ جانہا را چناں یکدل کنند	۱	کز صفاشان بیغش و بے غل کنند
مشفقاں گردند ہمچوں والدہ	۲	مسلموں را گفت نفس واحدہ
نفس واحد از رسول حق شدند	۳	ورنہ ہر یک دشمن مطلق بدند
دو قبیلہ کاوس و خزرج نام داشت	۴	یک ز دیگر جان خوں آشام داشت
اولاً اخواں شدند آں دشمناں	۵	ہمچو اعداد عنب در بوستاں
وز دم المومنون اخوۃ بہ پند	۶	در شکستند و تن واحد شدند
صورت انگورہا اخواں بدند	۷	چوں فشردی شیرۂ واحد شدند
غورہ و انگور ضدانند لیک	۸	چونکہ غورہ پختہ شد شد یار نیک
غورۂ کو سنگ بست و خام ماند	۹	در ازل حق کافر اصلیش خواند
نے اخی نے نفس واحد باشد او	۱۰	در شقاوت نحس و ملحد باشد او

غورہ ہائے نیک کاشاں قابل اند	۱۱	از دم اہل دل آخر یک دل اند
سوئے انگوری ہمے رانند تیز	۱۲	تا دوئی برخیزد و کین و ستیز

ترجمہ (۱) جانوں کو اسی طرح یک دل کر دیتا ہے۔ کہ صفائی کی وجہ سے اُن میں غل و غش بالکل نہیں رہتا (۲) ماں کی طرح ایک دوسرے پر مہربان ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے تمام مسلمانوں کو ایک جان کہا ہے (۳) رسول کریم صلی اللہ وسلم کی برکت سے مسلمان ایک جان ہو گئے ورنہ اُن میں سے ہر ایک دوسرے کا دشمن تھا (۴) دو قبیلے تھے ایک کا نام اوس اور دوسرے کا نام خزرج۔ یہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے (۵) پہلے وہ دشمن بھائی بھائی ہو گئے۔ جس طرح باغ میں انگور کے دانے ہوتے ہیں (۶) پھر اس نصیحت کی برکت سے کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں وہ دانے ٹوٹ کر ایک جان ہو گئے۔ (۷) انگور کے دانوں کی طرح وہ بھائی بھائی تھے۔ جب اُن کو نچوڑا گیا تو ایک شیرہ بن گئے (۸) غورہ (کچا انگور) اور انگور ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ لیکن جب غورہ پک جاتا ہے تو انگور کا بھائی بن جاتا ہے (۹) جب غورہ سوکھ کر کچا ہی رہ جاتا ہے اس کو اللہ تعالےٰ نے ازل کے دن کا فر اصلی کا نام دیا (۱۰) وہ نہ بھائی بن سکتا ہے نہ ایک جان۔ وہ منحوس

اور ملحد ہوتا ہے (۱۱) وہ کچے انگور جو نیک طینت اور اصلاح قبول کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ اہل دل کی برکت سے انگور بن کر یک دل ہو جاتے ہیں (۱۲) وہ جلدی جلدی انگور بننے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ مغائرت کینہ اور عناد دور ہو جائے ؁

شعر (۶) میں اشارہ ہے سورۂ حجرات کی اس آیت کی طرف۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ تحقیق مسلمان بھائی بھائی ہیں ؁

اوس اور خزرج دو بھائی تھے۔ اوس کی اولاد اوس اور خزرج کی اولاد خزرج کہلائی۔ یہ دراصل یمن کے رہنے والے تھے۔ مدت سے مدینہ میں استقامت پذیر تھے آپس میں سخت دشمن تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد وہ بھائی بھائی ہو گئے اور انصار کے لقب سے مشہور ہوئے ؁

خاتمہ دفتر دوم

دفتر سوم

مثنوی مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیات فانی و باقی

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ خدا کی راہ میں جان دے کر حیات ابدی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان کامل کی سعادت سے محروم ہوتے ہیں انہیں حیات فانی کے ساتھ اور اس ناپائیدار دنیا کے مال و اسباب اور جاہ و حشمت کے ساتھ اس درجہ وابستگی ہوتی ہے کہ حیات باقی کی جاودانی خوشی انہیں نظر ہی نہیں آتی۔ وہ نہیں سمجھتے کہ جس موت کو وہ موت

کہہ رہے ہیں - در اصل وہ ایک دوسری زندگی کا آغاز ہے
مولانا فرماتے ہیں ؎

چون جنین بُد آدمی خوں بُد غذا	۱	از نجس پاکی برد مومن کذا
چون جنین بُد آدمی خونخوار بود	۲	بودِ او را بود از خون تار و پود
از فطام خوں غذا اش شیر شد	۳	وز فطام شیر لقمہ گیر شد
وز فطام لقمہ لقمانی شود	۴	طالب مطلوب پنہانی شود
گر جنیں را کس بگفتے در رحم	۵	ہست بیروں عالمے بس منتظم
یک زمین خرمے با عرض و طول	۶	اندرویں نعمت و بیحد اکول
کوہ ہا و بحر ہا و دشت ہا	۷	بوستانہا باغہا و کشت ہا
آسمانے بس بلند و پر ضیا	۸	آفتاب و ماہتاب و صد سہا
از شمال و از جنوب و از دبور	۹	باغہا دارد عروسی ہا و سور
در صفت ناید عجائبہائے آں	۱۰	تو دریں ظلمت چہ در امتحاں
خوں خوری در چار میخ تنگنا	۱۱	در میاں حبس و انجاس و عنا

او بحکم حال خود منکر بُدے ۱۲ زیں رسالت معرض و کافر شدے

کایں محال است و فریب است و غرور ۱۳ زانکہ وہم کور زیں معنی ست دور

جنس چیزے چوں ندید ادراک او ۱۴ نشنود ادراک منکرناک او

ہمچناں کہ خلق عام اندر جہاں ۱۵ زاں جہاں ابدال میگویند شاں

کایں جہاں چاہیست بس تاریک و تنگ ۱۶ ہست بیروں عالمے بی بو و رنگ

ہیچ در گوش کسے زیشاں نرفت ۱۷ کایں طمع آمد حجاب ژرف و زفت

گوش را بندد طمع از استماع ۱۸ چشم را بندد غرض از اطلاع

ہمچناں کہ آں جنیں را طمع خوں ۱۹ کاں غذائے اوست در اوطانِ دوں

از حدیث ایں جہاں محجوب کرد ۲۰ خون تن را اندر دلش محبوب کرد

زیں ہمہ انواع نعمت ماند فرد ۲۱ غیر خوں او مے نداند چاشت خورد

بر تو ہم طمع خوشی ایں جہاں ۲۲ شد حجاب آں خوشی جاوداں

طمع ذوق ایں حیاتِ پر غرور ۲۳ از حیاتِ استینت کرد دُور

پس طمع کورت کند نیکو بداں	۲۴	بر تو پوشاند یقیں را بیگماں
حق ترا باطل نماید از طمع	۲۵	در تو صد کوری فزاید از طمع
از طمع بیزار شو چوں راستاں	۲۶	تا نہی پا بر سر آں آستاں
کاندر آں در چوں در آئی وارہی	۲۷	از غم و شادی قدم بیروں نہی
چشم جانت روشن و حق بیں شود	۲۸	بے ظلام کفر نور دیں شود

ترجمہ (۱) جب آدمی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو خون اس کی غذا ہوتی ہے۔ مومن کے نجاستوں سے پاک ہونے کی یہ تمثیل ہے (۲) آدمی جب تک ماں کے پیٹ میں تھا خون پیتا تھا۔ اُس کی زندگی کا دار و مدار خون پر تھا (۳) جب خون پینا چھوڑا تو دودھ اُس کی غذا ہوئی اور جب دودھ پینا چھوڑا تو لقمے کھانے لگا (۴) لقمے بھی چھوڑ دے تو لقمان بن جائے۔ اور ایک پوشیدہ مطلوب کا طالب ہو جائے (۵) اگر بچے کو ماں کے پیٹ میں کوئی کہتا۔ کہ باہر ایک عمدہ دنیا ہے (۶) اور ایک عریض و طویل زمین ہے۔ جس میں بے حد نعمتیں اور بے شمار کھانے کی چیزیں ہیں (۷) پہاڑ ہیں سمندر ہیں جنگل ہیں باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں (۸) ایک نہایت بلند اور روشن

آسمان ہے۔ جس میں چاند سورج اور ستارے ہیں (۹) اس میں ہر
طرف باغ ہیں خوشیاں ہیں اور جشن (۱۰) اس کے عجائبات شمار
میں نہیں آسکتے تو اس اندھیرے میں کیا کر رہا ہے (۱۱) اس تنگنا
کی حدود کے اندر خون پیتا ہے۔ قید نجاست اور سختی میں۔ بند پڑا
ہے (۱۲) وہ اس خبر سے بالکل منکر ہوتا اور اس پیغام سے انکار
کر کے کافر ہو جاتا (۱۳) اور کہتا کہ یہ باتیں ناممکن ہیں فریب ہیں
اور دھوکا۔ کیونکہ اندھا وہم ان مطالب کو سمجھ نہیں سکتا (۱۴)
اس کے ادراک نے جب اس طرح کی کوئی چیز دیکھی ہی نہیں تو
وہ ان چیزوں پر یقین کیسے لائے (۱۵) اسی طرح عام لوگ دنیا
میں جب انہیں انبیا اور اولیا دوسرے جہان کی خبریں بتاتے
ہیں تو نہیں مانتے (۱۶) وہ انہیں کہتے ہیں کہ یہ جہان بہت تنگ
ہے ایک اندھیرے کنوئیں کی طرح ہے۔ اس کے علاوہ ایک
جہان ہے جو بے بو اور بے رنگ ہے (۱۷) یہ باتیں ان لوگوں
کے کان قبول نہیں کرتے کیونکہ طمع ایک مضبوط پردہ ہے (۱۸)
طمع کان کو سننے نہیں دیتی اور غرض آنکھ کو دیکھنے نہیں دیتی
(۱۹) جس طرح پیٹ کے بچے کو خون کی طمع کچھ سننے دیکھنے
نہیں دیتی کیونکہ اس حقیر دنیا میں خون ہی اس کی غذا ہے (۲۰)
یہ طمع اُس کو اس جہان سے لاعلم رکھتی ہے اور خون کو اُس کا
محبوب بناتی ہے (۲۱) وہ ان طرح طرح کی نعمتوں سے محروم

رہتا ہے۔ اور سوائے خون کے اور کچھ کھانا نہیں جانتا (۲۲) تجھ کو بھی اس جہان کی خوشی کی طمع اُس جہان کی دائمی خوشی سے محروم رکھتی ہے (۲۳) اس دھوکے کی زندگی کی طمع نے اصلی زندگی سے تجھے دور رکھا ہے (۲۴) پس اچھی طرح جان لے کہ طمع تجھے اندھا بنا دیتی ہے اور یقین کو تجھ سے پوشیدہ رکھتی ہے (۲۵) طمع کی وجہ سے سچ تجھے جھوٹا نظر آتا ہے اور طمع کی وجہ سے تو اندھا ہو جاتا ہے (۲۶) سچے آدمی کی طرح تو طمع سے بیزار ہو جا تاکہ تو اس آستانے پر پہنچ سکے (۲۷) کیونکہ جب تو وہاں پہنچے گا تو رہائی پائے گا اور شادی و غم کی تمیز سے بالاتر ہو جائے گا (۲۸) تیری جان کی آنکھ روشن اور حق بین ہو جائے گی۔ کفر کا اندھیرا دور ہو جائے گا اور ایمان کی روشنی ظاہر ہو جائے گی ؞

جہاد صبر اور حزم

فرماتے ہیں ؎

جاں بدہ از بہر آں جام اے پسر	۱	بے جہاد و صبر کے باشد ظفر
صبر کردن بہر ایں نبود حرج	۲	صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
زیں کمین بے حزم و صبرے کس نجست	۳	حزم را خود صبر آید پا و دست

۴ حزم کن از خورد کیں زہریں گیاست | حزم کردن زور و نور انبیاست

۵ ہر طرف غولے ہمے خواند ترا | کاے برادر راہ خواہی ہیں بیا

۶ رہنمایم ہمرہت باشم رفیق | من قلاوزم دریں راہ دقیق

۷ نے قلاوز است و نے رہ داند او | یوسفا کم رو سوئے ایں گرگ خو

۸ حزم آں باشد کہ نفریبد ترا | چرب و نوش و دامہائے ایں سرا

۹ کہ نہ چربی دارد و نے نوش او | سحر خواند مے دمد در گوش تو

۱۰ کہ بیا مہمان ما اے روشنی | خانہ آن تست و تو آں منی

۱۱ ژغژغ زر مغز و عقلت را برد | صد ہزاراں عقل را ایک نشمرد

۱۲ یار تو خرجین تست و کیسہ ات | گر تو رامینی مجو جز ویسہ ات

۱۳ دلبسہ و معشوق تو ہم ذات تست | ویں برونیہا ہمہ آفات تست

۱۴ حزم آں باشد کہ چوں دعوت کنند | تو نگوئی مست و خواہان منند

۱۵ دعوت ایشاں صفیر مرغ داں | کہ کند صیاد در مکمن نہاں

۱۶ مرغ مردہ پیش بنہادہ کہ ایں | میکند ایں بانگ و آواز حنین

مرغ پندارد که جنس او ست او	۱۷	جمع آید بردشان پوست او
هست بے حزمی پشیمانی یقین	۱۸	حزم را مگذار و محکم کن تو دین
زانکه بے حزمی شقاوت بر دهد	۱۹	دین رود از دست و درد سر دهد

ترجمہ (۱) اُس جام (جامِ رحمت) کے لئے جان قربان کر۔ کیونکہ بغیر جہاد اور صبر کے فتح یابی ممکن نہیں (۲) اس کام کیلئے صبر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ صبر کر کیونکہ صبر کامیابی کی کنجی ہے (۳) اس گھات سے بغیر احتیاط اور صبر کے کوئی شخص رہائی نہیں پا سکتا۔ احتیاط کے لئے صبر ہاتھ اور پاؤں کا کام دیتا ہے (۴) کھانے میں احتیاط کر کیونکہ یہ زہریلا کھانا ہے۔ احتیاط کرنا انبیا کے زور اور نور کی برکت سے حاصل ہوتا ہے (۵) ہر طرف سے تجھے غول بلا رہا ہے کہ اے بھائی اگر تو راستہ ڈھونڈھتا ہے تو ادھر آ (۶) میں تجھے راستہ دکھاؤنگا اور تیرا رفیق راہ بنوں گا۔ میں اس باریک راستے کا راہنما ہوں (۷) نہ وہ رہنما ہے اور نہ راستہ جانتا ہے۔ اے یوسف اس بھیڑئے کے خو والے غول کی طرف نہ جا (۸) احتیاط اس کا نام ہے کہ اس جہان کے جال کی روغنی غذائیں تجھے فریب نہ دیں (۹) کیونکہ ان غذاؤں میں روغن ہے

نہ غذائیت۔ صرف ایک جادو ہے جو تیرے کانوں میں پھونکا جا رہا ہے (۱۰) تجھے کہتا ہے کہ اے مہمان اے روشنی میرا گھر تیرا گھر ہے اور تو میرا اپنا ہے (۱۱) سونے کی جھنکار تیرے مغز اور عقل کو معطل کر دیتی ہے اور ہزارہا عقل مندیوں کو مات کر دیتی ہے (۱۲) خود تیری خرجین اور تیرا کیسہ تیرا بوجھ ہیں اگر تو رامین ہے تو سوائے اپنی دیسہ کے اور کچھ نہ مانگ (۱۳) تیری دیسہ اور تیرا معشوق خود تیری ذات ہے اور یہ باہر کی چیزیں تیرے لئے آفتیں ہیں (۱۴) احتیاط اس کا نام ہے کہ جب یہ تجھے بلائیں تو تو یہ نہ کہے کہ یہ مجھ پر مست ہیں اور میرے چاہنے والے ہیں (۱۵) ان کے بلانے کو صفیر کی آواز سمجھ جو شکاری گھات میں چھپ کر بولتا ہے (۱۶) اور سامنے ایک مردہ پرندہ رکھا ہوتا ہے۔ تاکہ پرندے سمجھیں کہ یہ پرندہ آوازہ کر رہا ہے (۱۷) پرندے سمجھتے ہیں کہ یہ ان کا ہم جنس ہے اکٹھے ہو جاتے ہیں اور مارے جاتے ہیں (۱۸) بے احتیاطی کا نتیجہ یقیناً پشیمانی ہے۔ احتیاط کو نہ چھوڑ اور اپنے دین کو محکم کر (۱۹) کیونکہ بے احتیاطی کم بختی ہے۔ دین ہاتھ سے جاتا ہے اور دردِ سر حاصل ہوتا ہے۔

حزم کے ترک کرنے کے نقصانات کی تمثیل میں ایک کہانی بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک شہری ایک دیہاتی کا

دوست تھا۔ جب دہاتی شہر میں آتا تھا تو اُسی کے مکان پر فروکش ہوتا تھا۔ دو دو تین تین مہینے اُس کا مہمان رہتا تھا۔ شہر میں جس قدر اس کے کام ہوتے تھے وہ شہری اُن کو سرانجام دیتا تھا۔ ایک دن دیہاتی نے شہری کو کہا۔ کہ آپ میرے گاؤں میں کبھی نہیں آئے۔ ضرور تشریف لے چلئے اور اپنے اہل و عیال کو بھی ساتھ لے آیئے۔ آج کل بہار کا موسم ہے اور تمام علاقہ باغ بنا ہؤا ہے۔ یا گرمی کے موسم میں آپ وہاں آئیں۔ طرح طرح کے میوے ہونگے اور مجھے آپ کی خدمت کا موقع ملے گا۔ تین چار مہینے بمعہ اپنے تمام لواحقین کے وہاں رہیں۔ بہار میں وہ علاقہ نہایت خوبصورت ہوتا ہے۔ شہری نے وعدہ کیا کہ کبھی ضرور آؤنگا۔ اسی طرح وعدوں میں آٹھ سال گزر گئے۔ دیہاتی ہر سال لقلق کی طرح شہر میں آنمودار ہوتا۔ اور شہری کو گاؤں چلنے کے لئے مجبور کرتا۔ شہری کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے ٹال دیتا۔ لیکن ہر سال دیہاتی دوست کی خاطر کافی روپیہ خرچ کر دیتا۔ ایک دفعہ دہاتی نے اُسے بہت مجبور کیا اور طرح طرح کی باتیں بنائیں۔ شہری کے لڑکوں نے باپ کو کہا کہ آپ کا دوست اس قدر منت سماجت کر رہا ہے آپ کیوں نہیں چلتے؟

باپ نے جواب دیا ؎

صحبتے باشد چو شمشیر قطوع	١	ہمچو دے در بوستان و در زروع
صحبتے باشد چو فصل نو بہار	٢	زو عمارتہا و دخل بے شمار
حزم آں باشد کہ ظن بد بری	٣	تا گریزی و شوی از بد بری
حزم سوء الظن گفتہ است آں رسول	٤	ہر قدم را دام میداں اے فضول
روئے صحرا ہست ہموار و فراخ	٥	ہر قدم دامے ست کم راں گوستاخ
آں بز کوہی دود کہ دام کو	٦	چوں بتازد دامش افتد در گلو
آں کہ میگفتی کہ کو اینک ببیں	٧	دشت میدیدی نمیدیدی کمیں
بے کمین و دام و صیاد اے عیار	٨	دنبہ کے باشد میان کشت زار
آنکہ گستاخ آمدند اندر زمیں	٩	استخوان و کلہ ہاشاں ببیں

ترجمہ (١) ایک دوستی تلوار کی طرح کاٹنے والی ہوتی ہے جس طرح موسم خزاں باغ اور کھیتی کے لئے (٢) ایک دوستی موسم بہار کی طرح ہوتی ہے۔ جس سے آبادی ہوتی ہے اور آمدنی۔ (٣) احتیاط یہ ہے کہ تو بدظنی کرے تاکہ تو رہائی پائے اور نقصان سے بچے (٤) رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

کہ حزم سوء ظن کا نام ہے اے فضول آدمی ہر قدم پر سمجھ کہ ایک جال بچھا ہے (۵) صحرا کی سطح ہموار اور فراخ ہے۔ لیکن گستاخ ہو کر نہ چل کیونکہ ہر قدم پر جال ہے (۶) پہاڑی بکری دوڑتی ہے اور کہتی ہے کہ جال کہاں ہے۔ جب دوڑتی ہے تو جال اُس کے گلے میں پڑ جاتا ہے (۷) اے بکری تو کہتی تھی کہ جال کہاں ہے دیکھ یہ جال ہے۔ تو نے صحرا کو دیکھا لیکن جال کو نہ دیکھا (۸) گھات اور جال اور شکاری کے بغیر کھیتوں میں ایسے ترنقمے کہاں ہوتے ہیں (۹) یہ ہڈیاں اور کھوپریاں انہی کی ہیں جو زمین میں اس طرح گستاخ چلے ہیں ؂

لیکن دیہاتی جب کبھی شہر میں آتا اسی طرح شہری کی منت سماجت کرتا کہ ضرور میرے گاؤں میں تشریف لے چلئے آخرکار شہری دھوکے میں آگیا اور حزم و احتیاط کو خیرباد کہہ کر گاؤں جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس پر مولانا فرماتے ہیں ؎

گر شود ذرات عالم حیلہ پیچ	۱	با قضائے آسماں ہیچند ہیچ
چوں گریزد این زمیں از آسمان	۲	چوں کند او خویش را از وے نہاں
ہر چہ آید ز آسماں سوئے زمین	۳	نے مفرّ دارد نہ چارہ نے کمیں
آتش از خورشید مے بارد برو	۴	او بہ پیش آتشش بنہادہ رُو

ور ہمے طوفاں کند باراں بر او ۵ شہرہا را مے کند ویراں بر او

او شدہ تسلیم او ایوب وار ٦ کہ اسیرم ہر چہ مے خواہی بیار

اے کہ جزو این زمینی سر مکش ۷ چونکہ بینی حکم یزداں در مکش

چوں قضا آہنگ نیرنجات کرد ۸ روستائی شہریے امات کرد

چوں قضا بیروں کند از چرخ سر ۹ عاقلاں گردند جملہ کور و کر

ماہیاں افتند از دریا بروں ۱۰ مُرغ پرّاں گردد از دامے زبوں

تا پری و دیو در شیشہ شود ۱۱ بلکہ ہاروتے ببابل در رود

ترجمہ (۱) اگر جہان کے تمام ذرّے حیلہ جوئی کریں تو بھی قضائے آسمانی کے سامنے ہیچ ہیں (۲) یہ زمین آسمان سے کس طرح بھاگ سکتی ہے وہ اپنے آپ کو اس سے کس طرح چھپا سکتی ہے (۳) آسمان کی طرف سے جو کچھ زمین پر آتا ہے نہ اُس کا کوئی علاج ہے نہ بھاگنے کی جگہ (۴) آفتاب اس پر آگ برساتا ہے تو وہ اس آگ کے سامنے منہ رکھ کر بیٹھی رہتی ہے (۵) اور اگر بارش کا طوفان ہو اور روئے زمین کے شہروں کو ویران کرے (۶) تو بھی زمین ایوب کی طرح صبر کر کے بیٹھی رہتی ہے اور کہتی ہے کہ میں قیدی ہوں جو چاہو کرو (۷) اے

انسان تو بھی زمین کا ایک جز ہے۔ جب خدا کا حکم آجائے تو دروازہ بند نہ کر (۸) جب قضا نے اپنی نیرنگیاں ظاہر کیں تو ایک دہاتی نے ایک شہری کو مات کر دیا (۹) جب قضا آسمان سے ظاہر ہوتی ہے تو عقلمند آدمی اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں (۱۰) مچھلیاں دریا سے باہر آجاتی ہیں اڑنے والے پرندے جال میں پھنس جاتے ہیں (۱۱) پری اور دیو شیشے میں بند ہو جاتے ہیں بلکہ ہاروت اور ماروت بابل میں اُتر آتے ہیں ٭

شہری نے سفر کے اسباب مہیا کئے اور بال بچوں کو لے کر گاؤں کی طرف روانہ ہوگیا دل میں خوش تھا کہ دہاتی دوست اس کی خاطر تواضع کرے گا۔ علاقے کے سرسبز باغ اور صحرا اور دہاتی منظر تفریح طبع کا باعث ہونگے اور ایک پُرانے دوست کی مدتوں کی آرزو پوری ہوگی۔ اس پر مولانا فرماتے ہیں ؎

گام در صحرا دل باید نہاد	۱	زانکہ در صحرائے گل نبود کشاد
ایمن آباد ست دل اے مردمان	۲	حصن محکم موضع امن و اماں
گلشنِ خرم بکامِ دوستاں	۳	چشمہا و گلستان در گلستاں
عج الی القلب و سر یا ساریہ	۴	فیہ اَشجار و عین جاریہ

دہ مردہ مرد را احمق کند	٥	عقل را بے نور و بے رونق کند
قولِ پیغمبر شنو ای مجتبیٰ	٦	گور عقل آمد وطن در روستا
ہر کہ روزے باشد اندر روستا	٧	تا بماہے عقل او ناید بجا

ترجمہ (١) دل کے صحرا میں قدم رکھنا چاہیئے کیونکہ گل
کے صحرا میں لطف نہیں ہوتا (٢) اے لوگو دل امین آباد ہے
ایک مضبوط قلعہ ہے اور امن و امان کی جگہ ہے (٣) دل دوستو
کی کامرانی کے لئے ایک شگفتہ باغ ہے جس میں چشمے اور
گلشن در گلشن ہیں (٤) اے کاروان دل کی طرف سفر کر کیونکہ
اس میں سر سبز درخت اور جاری چشمے ہیں (٥) گاؤں کی طرف
نہ جا کیونکہ گاؤں آدمی کو احمق بنا دیتا ہے۔ عقل کو بے نور
اور بے رونق کر دیتا ہے (٦) رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں کہ گاؤں میں رہنا عقل کو اندھا کر دیتا ہے (٧) جو
شخص گاؤں میں ایک دن رہے ۔ اُس کی عقل ایک مہینے تک
اپنی جگہ پر نہیں آتی ؂

شہری اور اُس کے گھر کے آدمی گھوڑوں پر سوار دشت و
صحرا کو طے کرتے جا رہے تھے۔ خوش تھے ۔ اور کہتے تھے کہ
سفر وسیلۂ ظفر ہے۔ سفر سے ہی ہلال بدر بنتا ہے۔ سفر سے ہی

پیادہ وزیر بنتا ہے۔ سفر سے ہی یوسف عزیز مصر بنے۔ دن بھر دھوپ میں سفر کرتے رات کے ستاروں کی رہنمائی پر چلتے۔ سفر کی تمام تکلیفیں انہیں راحت نظر آتی تھیں کیونکہ وہ ایک عزیز دوست کے گھر جا رہے تھے۔ اس پر مولانا فرماتے ہیں

تلخ از شیریں لباں خوش می شود	١	خار از گلزار دلکش می شود
حنظل از معشوق خرما می شود	٢	خانہ از ہمخانہ صحرا می شود
اے بسا از نازنیناں خارکش	٣	بر امید گلعذارے ماہ وش
اے بسا حمال گشتہ پشت ریش	٤	از بلائے دلبر مہ روئے خویش
کردہ آہنگر جمال خود سیاہ	٥	تا کہ شب آید ببوسد روئے ماہ
خواجہ تا شب بر دکانے چار میخ	٦	زانکہ سروے در دلش کردست بیخ
تاجرے دریا و خشکی مے رود	٧	آں بمہر خانہ شینے مے رود
بر امید زندہ کن اجتہاد	٨	کو نگردد بعد روزے دو جماد
مونسے مگزیں خسے را از خسی	٩	عاریت باشد درو آں مونسی
انس تو با مادر و بابا کجاست	١٠	گر بجز حق مونسانت را وفاست

انس تو با دا بہ و لالہ چہ شد	۱۱	گر کسے شاید بغیر حق عضد
انس تو با شیر و با پستاں نماند	۱۲	نفرت تو از دبیرستاں نماند
آں شعاعے بود بر دیوار شاں	۱۳	جانب خورشید وا رفت آں نشاں
بر ہر آں چیزے کہ افتد آں شعاع	۱۴	تو بر آں ہم عاشق آئی اے شجاع
عشق تو بر ہر چہ آں موجود بود	۱۵	آں ز وصف حق چو زر اندود بود
چوں زری با اصل رفت و مس بماند	۱۶	و ز زری خویشتن مفلس بماند
طبع سیر آمد طلاق او براند	۱۷	پشت بر وے کرد دست از وے فشاند
کاں خوشی در قلبہا عاریتی ست	۱۸	زیر زینت مایۂ بے زینتی ست
زر ز روئے قلب در کاں می رود	۱۹	سوئے آں کاں رو تو ہم کاں می رود
نور از دیوار تا خور می رود	۲۰	تو بداں خور رو کہ در خور می رود
زیں سپس بستاں تو آب از آسماں	۲۱	چوں ندیدی تو وفا از ناوداں

ترجمہ (۱) تلخ چیز شیریں لبوں کے ہاتھوں سے میٹھی ہو جاتی ہے۔ کانٹا پھولوں کی وجہ سے دلکش ہو جاتا ہے (۲) حنظل معشوق کے ہاتھ سے خرما بن جاتی ہے اور صحرا بھی اگر گھر والی ہو تو گھر بن

جاتا ہے (۳) بہت ایسے نازنین ہیں جو کسی ماہوش گلعذار کی امید
پر خارکشی کرتے ہیں (۴) حمال اپنے ماہرو دلبر کے لئے بوجھ اٹھا
اُٹھا کر پیٹھ کو زخمی کر لیتا ہے (۵) لوہار اپنے رنگ کو سیاہ کر لیتا
ہے تا کہ رات کے وقت اپنے ماہرو کا منہ چوم سکے (۶) دکاندار
دن بھر دکان میں قید ہو کر بیٹھا رہتا ہے کیونکہ کسی سمرقند کی محبّت
اُس کے دل میں جاگزیں ہو گئی ہے (۷) تاجر اپنے خانہ نشین
محبوب کے لئے دریاؤں اور خشکیوں کا سفر کرتا ہے (۸) تو اُس
زندہ رہنے والے معشوق کے لئے اجتہاد کر جو تھوڑی مدت کے
بعد بے جان نہ ہو جائے (۹) بے وقوفی سے کسی حقیر چیز کو مونس
نہ بنا کیونکہ یہ انس چند روزہ ہے (۱۰) اگر سوائے خدا کے کسی مونس میں
وفا ہوتی تو تیری وہ محبت جو ماں باپ کے ساتھ تھی زائل نہ ہوتی
(۱۱) اگر بغیر خدا کے کوئی شخص مونس ہونے کے قابل ہوتا تو
تیری وہ محبت جو دایہ اور نوکر کے ساتھ تھی اب تک باقی ہوتی
(۱۲) دودھ اور پستان کے ساتھ تیری محبت اب باقی نہیں
رہی۔ مدرسے سے تیری نفرت بھی جاتی رہی (۱۳) کیونکہ
وہ اس دھوپ کی طرح تھی جو دیوار پر لگتی ہے۔ کچھ دیر کے
بعد وہ شعاع سورج کی طرف واپس چلی جاتی ہے (۱۴) جس
چیز پر وہ شعاع پڑے تو اسی پر عاشق ہو جاتا ہے۔ (۱۵)
موجودات میں سے تو جس چیز کے ساتھ محبت کرتا ہے وہ در اصل

خدائی اوصاف سے ملمع کی ہوئی ہوتی ہے (۱۶) جب ملمع چیز کا سونا اپنے اصل کی طرف واپس ہو جاتا ہے اور مس باقی رہ جاتی ہے تو وہ سنہری رنگ زائل ہو جاتا ہے (۱۷) تیری طبیعت سیر ہو جاتی ہے اور تو اس کو چھوڑ دیتا ہے - اس کی طرف سے منہ موڑ لیتا ہے اور اس سے قطع تعلق کر لیتا ہے (۱۸) کیونکہ ملمع والی چیز کی خوب صورتی عارضی ہوتی ہے اس کی خوبصورتی کے نیچے بدصورتی پوشیدہ ہوتی ہے (۱۹) ملمع کا سونا کان میں چلا جاتا ہے تو بھی اُسی کان کی طرف جا جس کی طرف وہ جاتا ہے (۲۰) نور دیوار سے ہٹ کر سورج کی طرف چلا جاتا ہے۔ تو بھی سُورج کی طرف جا کیونکہ اسی کی طرف جانا مناسب ہے (۲۱) بعد ازیں تو آسمان سے پانی حاصل کر۔ ناودان کی بیوفائی تو نے دیکھ لی ❊

شہری اور اُس کے اہل و عیال کو اس دور و دراز سفر میں بہت تکلیفیں پیش آئیں - لیکن وہ ان تمام تکلیفوں کو اپنے دہاتی دوست کی ملاقات کی خاطر خوشی سے برداشت کرتے چلے گئے - آخر کار ایک مہینے کے سفر کے بعد وہ اس گاؤں میں پہنچ گئے - وہ خود بھی بہت بے حال ہو گئے تھے اور ان کے گھوڑے بھی خستہ ہو چکے تھے - دہاتی کی بدذاتی دیکھو کہ وہ اُن سے چھپ گیا - جب یہ لوگ اُس کے دروازے پر پہنچے

تو گھر والوں نے دروازہ بند کر لیا۔ اس کج اخلاقی سے شہری بہت تلملایا لیکن سختی کرنے کا موقع نہ تھا۔ پانچ دن شہری اور اس کے بال بچے دروازے کے باہر پڑے رہے۔ دہاتی جب سامنے آیا تو شہری نے اسے سلام کیا اور اپنا نام بتایا۔ لیکن اُس نے جواب دیا کہ مَیں نہیں جانتا کہ تو کون ہے۔ مَیں دن رات خدا کی عبادت میں رہتا ہوں۔ مجھے دنیا کے لوگوں سے کیا تعلق۔ مجھے خود اپنی خبر نہیں تجھے کیا پہچانوں۔ میرے ہوش و حواس صرف اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہیں۔ دنیا و ما فیہا کی مجھے خبر نہیں رہی ہر چند شہری نے اسے اپنے سارے پرانے تعلقات یاد دلائے مگر دہاتی اسی طرح لاعلمی ظاہر کرتا رہا۔ شہری اور اس کے گھر کے آدمی اسی طرح باہر پڑے رہے تھے کہ رات کو بارش شروع ہو گئی۔ شہری نے دہاتی کو کہا کہ سابقہ تعلقات کو جانے دو۔ خدارا مجھے اور میرے بال بچوں کو رات بسر کرنے کے لئے کوئی جگہ دے دو۔ خدا تم کو اجر دیگا۔ دیہاتی نے کہا کہ میرے باغبان کی ایک کوٹھڑی ہے جہاں وہ میرے مال مویشی کی پاسبانی کرنے کے لئے رہتا ہے۔ کیونکہ یہاں ایک بھیڑیا جانوروں کا نقصان کرتا ہے۔ اگر تو رات بھر چوکیداری کر سکے تو اُس کوٹھڑی میں جا کر رہ سکتا ہے ورنہ اپنے لئے کوئی اور جگہ ڈھونڈھ لے۔ شہری نے کہا کہ مَیں بڑی خوشی سے تیرے جانوروں

کی حفاظت کرونگا۔ مجھے تیر کمان دیدے۔ اگر رات کو بھیڑیا آیا تو میں اُسے مار دونگا۔ چنانچہ شہری اَور اُس کے اہل و عیال اس کوٹھڑی میں چلے گئے۔ کوٹھڑی اتنی تنگ تھی کہ وہ بمشکل اس میں سما سکے۔ شہری تیر و کمان لے کر چوکیداری کرنے کیلئے بیٹھ گیا۔ اچانک ایک پشتے کے پیچھے سے ایک جانور کا سر نظر آیا۔ شہری نے سمجھا کہ بھیڑیا ہے۔ تیر مارا اَور جانور گر گیا۔ گرتے ہوئے جانور کے پیٹ سے ہوا خارج ہوئی۔ اُس ہوا کی آواز پر دہاتی چیخ اُٹھا کہ اے نامرد تو نے میرے گدھے کو مار ڈالا۔ شہری نے کہا کہ تحقیق کر لو۔ اندھیری رات ہے بارش ہے بادل ہے تم اتنی دور سے کس طرح کر سکتے ہو کہ یہ تمہارا گدھا ہے بھیڑیا نہیں۔ دہاتی نے کہا کہ تحقیق کی ضرورت نہیں۔ مَیں ہوا کی آواز سے پہچان گیا ہوں۔ کہ یہ میرے گدھے کی ہوا کی آواز ہے۔ مَیں سَو ہواؤں سے اس ہوا کو پہچان سکتا ہوں۔ اِس پر شہری کو غصہ آگیا۔ دہاتی کو گلے سے پکڑ لیا اور کہا کہ بدذات تو مجھ اپنے پرانے محسن کو دن کی روشنی میں نہ پہچان سکا اندھیری رات میں گدھے کی ہوا کی آواز کو پہچان لیا۔ بدمعاش! تُو تو کہتا تھا کہ مَیں سوائے خدا کے اور کسی کو پہچانتا ہی نہیں ؎

اس پر مولانا اُن جھوٹے فقیروں کے متعلق جو عرفان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

لاف درویشی زنی و بیخودی	۱	ہاے و ہوے عاشقان ایزدی
کہ زمین را من ندانم ز آسمان	۲	امتحانت کرد غیرت امتحان
باد خرکرہ چنین رسوات کرد	۳	ہستی نفی ترا اثبات کرد
گر نبودے امتحان ہر بدے	۴	ہر مخنث در وغا رستم بدے
خود مخنث را زرہ پوشیدہ گیر	۵	چوں بہ بیند زخم او گردد اسیر
مست مے ہشیار چوں شد از دبور	۶	مست حق ناید بخود از نفخ صور
بادۂ حق راست باشد نے دروغ	۷	دوغ خوردی دوغ خوردی دوغ دوغ
ساختی خود را جنید و بایزید	۸	رو کہ نشناسم تبر را از کلید
بددگی و منبلی و حرص و آز	۹	چوں کنی پنہاں بمکر اے مکرساز
خویش را منصور حلاجے کنی	۱۰	آتشے در پنبۂ یاراں زنی

ترجمہ (۱) تو درویشی اور بے خودی کی لاف مارتا ہے اور
عاشقان خدا کی طرح ہا و ہو کرتا ہے (۲) تو کہتا ہے کہ میں زمین اور
آسمان میں تمیز نہیں کرسکتا۔ غیرت الٰہی نے تیرا امتحان کیا (۳)
کرّۂ خر کی ہوا نے تجھے رسوا کر دیا۔ تیری نفی کی ہستی کو ثابت کر دیا

(۴) اگر نیک بد کا امتحان نہ ہوتا تو ہر مخنث میدان جنگ میں رستم ہوتا (۵) مخنث نے اگر زرہ پہن بھی لی تو کیا فائدہ - وہ زخم کو دیکھ کر اسیر ہو جاتا ہے (۶) شراب کا مست ہوا سے ہوشیار ہو جاتا ہے۔ خدا کا مست صور اسرافیل کی آواز سے بھی ہوش میں نہیں آتا (۷) خدائی شراب سچی ہے جھوٹی نہیں۔ تو نے شراب نہیں پی بلکہ دہی کھایا ہے (۸) تو نے اپنے آپ کو جنید اور بایزید بنایا ہوا ہے۔ دور ہو جا کیونکہ میں کلہاڑی اور کنجی میں تمیز کر سکتا ہوں (۹) بدطینتی سستی حرص اور لالچ کو اے مکار مکر سے کس طرح چھپا سکے گا (۱۰) تو اپنے آپ کو منصور حلاج کہتا ہے اور دوستوں کی روئی میں آگ لگاتا ہے ؎

کفّار کی مکّاری اور خدا کا فضل

اِس کے بعد فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا قصہ لکھا ہے اور بتایا ہے کہ فرعون نے کس طرح بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بچے چُن چُن کر مروا ڈالے۔ لیکن موسےٰ علیہ السّلام خدا کے فضل سے خود فرعون کے گھر پرورش پاتے رہے اور آخر کار اُس کی تباہی کا باعث ہوئے۔ اور بنی اسرائیل کو غلامی کی لعنت سے نجات دی ؎

اس ضمن میں مولانا فرماتے ہیں ؎

صد ہزاراں طفل مے کشت از بروں ۱ خصم اندر صدر خانہ در دروں

از جنوں مے کشت ہر جا بد جنیں ۲ از حیل آں کورِ چشمِ دور بیں

اژدہا بُد مکرِ فرعونِ عنود ۳ مکرِ شاہانِ جہاں را خوردہ بود

لیک زو فرعون تر آمد پدید ۴ ہم ورا ہم مکرِ او را در کشید

اژدہا بود و عصا شد اژدہا ۵ ایں بخورد آں را بتوفیقِ خدا

دست شد بالائے دست ایں تا کجا ۶ تا بیزداں کہ الیہ المنتہیٰ

کاں یکے دریاست بے غور و کراں ۷ جملہ دریاہا چو سیلے پیشِ آں

حیلہ ہا و چارہ ہا گر اژدہاست ۸ پیشِ الا اللہ آنہا جملہ لاست

آنچہ در فرعون بُد اندر تو ہست ۹ لیک اژدرہات محبوسِ چہ است

اے دریغ ایں جملہ احوالِ تو ہست ۱۰ تو براں فرعون بر خواہیش بست

آنچہ گفتم جملگی احوالِ تست ۱۱ خود نگفتم صد یکے زانہا درست

گر ز تو گویند وحشت زایدت ۱۲ ور ز دیگر آں فسانہ آیدت

چوں خرابت می کند نفسِ لعین ۱۳ دور می اندازدت سخت ایں قریں

این جراحت ہا ہمہ از نفس تست	۱۴	لیک مغلوبی ز جہل اے سخت سست
آتشت را ہیزم فرعون نیست	۱۵	ورنہ چون فرعون او شعلہ زنی ست
گلخن نفس ترا خاشاک نیست	۱۶	ورنہ چون فرعون نار قاہریست

ترجمہ (۱) فرعون نے باہر ہزاروں بچے قتل کر دئے لیکن اُس کا دشمن (موسیٰؑ) خود اُس کے گھر میں پرورش پا رہا تھا۔ (۲) جس جگہ اُسے کوئی بچہ نظر آتا تھا وہ اندھا دور دیکھنے والا کسی نہ کسی حیلے سے اُسے قتل کرا دیتا تھا (۳) فرعون کا مکر ایک اژدہا تھا۔ جس نے جہان کے بادشاہوں کے مکر کھائے تھے (۴) لیکن اس سے ایک بڑا فرعون ظاہر ہوا۔ جو اس کو اور اُس کے مکر کو کھا گیا (۵) فرعون کا مکر اژدہا تھا اور عصائے موسیٰ بھی اژدہا بن گیا۔ اس اژدہا نے اس اژدہا کو خدا کی توفیق سے کھا لیا (۶) ہر ہاتھ کے اوپر ایک ہاتھ ہے حتیٰ کہ سب سے اوپر خدا کا ہاتھ ہے (۷) وہ ایک دریا ہے جس کی نہ تہ ہے نہ کنارہ۔ تمام دریا اس کے سامنے سیلاب کی طرح ہیں (۸) تمام حیلے اور تمام تدبیریں اگرچہ اژدہا ہیں لیکن وہ اللہ کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتیں (۹) جو کچھ فرعون میں تھا۔ تجھ میں بھی ہے لیکن تیرا اژدہا کنوئیں میں بند ہے (۱۰) افسوس ہے کہ جو کچھ لکھا

گیا ہے۔ وہ تمام تر تیرا حال ہے۔ تو اُسے فرعون کا حال سمجھتا ہے (۱۱) مَیں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ سب تیرا حال ہے۔ بلکہ میں نے ابھی سَو میں سے ایک بات بھی نہیں کہی (۱۲) اگر ان باتوں کو تیرے نام پر کہیں تو سُن کر تجھے وحشت ہوگی۔ اور اگر دُوسرے کے نام پر کہیں تو افسانہ نظر آتا ہے (۱۳) نفس لعین تجھے تباہ کر رہا ہے۔ اور تجھے نہایت دور پھینک رہا ہے (۱۴) یہ تمام زخم خود تیرے نفس کے لگائے ہوئے ہیں لیکن اے سُست تو جہالت کا مغلوب ہے (۱۵) تیری آگ کو فرعون کی طرح ایندھن نہیں ملتا ورنہ وہ بھی فرعون کی طرح شعلہ زن ہے (۱۶) تیرے نفس کی بھٹھی کو لکڑی نہیں ملتی ورنہ فرعون کی طرح وہ بھی خطرناک آگ ہے ؛

جہادِ اکبر

فرماتے ہیں کہ ایک مارگیر جنگلوں اور پہاڑوں میں سانپ کی تلاش میں پھرتا تھا۔ تا کہ اُسے شہر میں لا کر اور لوگوں کو دکھا کر اپنی شکم پروری کا ذریعہ بنائے۔ اس پر طلب و جستجو کے فوائد کے متعلق فرماتے ہیں ؎

گر گرانی و گر شتابندہ بود	۱	آنکہ جویندست یابندہ بود

در طلب زن دائما تو ہر دو دست	۲	کہ طلب در راہ نیکو رہبر است
لنگ و لوک و خفتہ شکل و بے ادب	۳	سوئے او مے غیژ و او را مے طلب
گہ بگفت و گہ بخاموشی و گہ	۴	بوئے کردن گیر ہر سو بوئے شہ
از رہ حس دہاں پرساں شوید	۵	روئے جاناں را بجان جویاں شوید
ہر کجا بوئے خوش آید بو برید	۶	سوئے آں سر کاشنائے آں سرید
ہر کجا لطفے بہ بینی از کسے	۷	سوئے اصل لطف رہ یابی بسے

ترجمہ (۱) سُست ہو یا تیز۔ جو ڈھونڈھتا ہے وہ پالیتا ہے (۲) ہر وقت دل و جان سے جستجو کر۔ کیونکہ جستجو اچھی راہنما ہے (۳) تو لنگڑا ہو اپاہج ہو سُست ہو بے ادب ہو۔ اُس کی طرف سرکتا جا اور اسے ڈھونڈھتا رہ (۴) کبھی زبان سے کبھی خاموشی سے اور کبھی سونگھنے سے بادشاہ کی خوشبو کے پیچھے چلا جا (۵) زبان سے اس کا پتہ پوچھو اور اپنے محبوب کے دیدار کے جان و دل سے طالب ہو (۶) جہاں کوئی خوشبو آئے اس طرف کا پتہ لگاؤ جس طرف کہ تم آشنا ہو (۷) جہاں کہیں کسی کی مہربانی دیکھو۔ اس مہربانی سے تمہیں اصل مہربان (یعنی خدا) کا پتہ ملے گا ؁

برف باری کے دن تھے اور مارگیر پہاڑوں میں سانپ کی تلاش کر رہا تھا۔ پھرتے پھرتے ایک بہت بڑا مردہ اژدہا اُسے نظر آیا۔ مارگیر اُسے دیکھ کر ڈر گیا۔ آخر کار حوصلہ کیا اور اژدہا کو رسی سے باندھ کر بغداد لے آیا۔ مارگیر اژدہا کو مُردہ خیال کرتا تھا۔ لیکن اژدہا دراصل زندہ تھا۔ صرف برفانی سردی سے وہ خشک اور افسردہ ہو گیا تھا۔ اس پر مولانا فرماتے ہیں ؎

عالم افسردہ است و نام او جماد	۱	جامد افسردہ بود اے اوستاد
باش تا خورشید حشر آید عیاں	۲	تا ببینی جنبش جسم جہاں
مردہ زیں سُو یند زاں سُو زندہ اند	۳	خامش اینجا واں طرف گویندہ اند
باد حمال سلیمانؑ نے شود	۴	بحر با موسیٰؑ سخندانے شود
ماہ با احمدؐ اشارت بیں شود	۵	نار ابراہیمؑ را نسریں شود
جملۂ ذرات عالم در نہاں	۶	با تو میگویند روزان و شباں
ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم	۷	با شما نامحرماں ما خامشیم
از جمادی عالم جانہا روید	۸	غلغل اجزائے عالم بشنوید

ترجمہ (۱) عالم افسردہ ہے اس لئے اسے جمادات ہیں

شمار کرتے ہیں ۔ جامد افسردہ چیز کو ہی کہتے ہیں (۲) ٹھیر تا کہ قیامت کا آفتاب ظاہر ہو اور اس جامد جہان کے جسم میں جنبش پیدا ہو جائے (۳) یہ چیزیں اس طرف مردہ ہیں لیکن اُس طرف زندہ ہیں اِس طرف خاموش ہیں اور اس طرف گویا۔ (۴) ہوا سلیمانؑ کے لئے حمال بن جاتی ہے۔ سمندر موسیٰؑ کے ساتھ باتیں کرتا ہے (۵) چاند رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اشارے کو دیکھتا ہے۔ آگ ابراہیمؑ پر پھول بن جاتی ہے۔ (۶) جہان کے تمام ذرے دن رات تجھے کہہ رہے ہیں (۷) کہ ہم سنتے ہیں دیکھتے ہیں اور خوش ہیں۔ لیکن چونکہ تم نامحرم ہو اس لئے تم سے نہیں بولتے (۸) جمادات سے روحانیات کی طرف جاؤ تو اجزائے عالم کا غلغلہ سُن لو ؁

مارگیر نے دریا کے کنارے پر تماشا لگا دیا۔ بغداد کے شہر میں غلغلہ مچ گیا کہ ایک مارگیر اژدہا پکڑ لایا ہے۔ ہزاروں لوگ اژدہا دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے۔ لوگوں کے ہجوم سے اور بغداد کی دھوپ سے اژدہا کے اعضا سے سردی کا اثر کم ہونے لگا۔ حتیٰ کہ اژدہا زندہ ہو گیا اور ہلنے جلنے لگا۔ لوگ مُردہ اژدہا کو زندہ ہوتے دیکھ کر ڈر گئے۔ اور بھاگنا شروع کیا۔ اس بے تحاشا ہزیمت میں سیکڑوں آدمی مارے گئے۔ مارگیر ڈر اور حیرت سے اپنی جگہ پر ہی خشک ہو گیا اور

اژدہا اُسے ایک ہی لقمے میں ہڑپ کر گیا۔ اس پر مولانا فرماتے ہیں ؎

نفست اژدرہاست او کے مردہ است	۱	از غم بے آلتی افسردہ است
گر بیابد آلت فرعون او	۲	کہ بامر او ہمے رفت آب جو
آنگہ او بنیاد فرعونے کند	۳	راہ صد موسےٰ و صد ہاروں زند
اژدہا را دار در برف فراق	۴	ہیں مکش او را بخورشید عراق
مات کن او را و ایمن شو ز مات	۵	رحم کم کن نیست او ز اہل صلات
مے کش او را در جہاد و در قتال	۶	مردوار اللہ یجزیک الوصال

ترجمہ (۱) تیرا نفس اژدہا ہے مردہ نہیں بلکہ بے طاقتی کی وجہ سے افسردہ ہو کر پڑا ہے (۲) اگر اسے فرعون جیسی طاقت مل جائے جس کا حکم ہر چیز پر جاری تھا (۳) تو وہ بھی فرعونی شروع کر دے گا اور ہزاروں موسیٰ اور ہاروں کی رہزنی کریگا۔ (۴) اژدہا کو فراق کی برف میں رکھ۔ عراق کی دھوپ میں اُسے نہ لا (۵) اسے مات کر تاکہ وہ تجھے مات نہ کرے۔ اس پہ رحم نہ کر کیونکہ وہ قابل رحم نہیں (۶) اُسے جہاد اور قتال میں مردانہ وار قتل کر۔ اللہ تعالےٰ تجھے اپنے وصال کی دولت سے

بہرہ یاب کرے گا ؂

زندہ رہنے کی حرص خامی کی دلیل ہے

فرماتے ہیں ؎

بستہ پائی چوں گیا اندر زمیں	۱	سر بجنبانی بہ بادے بے یقیں
لیک پایت نیست تا نقلے کنی	۲	یا مگر پا را ازیں گل بر کنی
چوں کنی پا را حیاتت زیں گل است	۳	ایں حیاتت را روش بس مشکل است
چوں حیات از حق بگیری اے روی	۴	پس غنی گردی ز گل در دل روی
شیر خوارہ چوں ز دایہ بگسلد	۵	لوت خوارہ شد مر او را مے ہلد
بستۂ شیر زمینی چوں حبوب	۶	جو فطام خویش از قوت القلوب
تا پذیرا گردی اے جاں نور را	۷	تا بہ بینی بے حجب مستور را
چوں ستارہ سیر بر گردوں کنی	۸	بلکہ بے گردوں سفر بے چوں کنی
آنچناں کز نیست در ہست آمدی	۹	ہیں بگو چوں آمدی مست آمدی
راہ ہائے آمدن یادت نماند	۱۰	لیک رمزے بر تو بر خواہیم خواند

۱۱ هوش را بگذار انگه هوش دار — گوش را بر بند وانگه گوش دار

۱۲ نے بگویم زاں کہ تو خامی ہنوز — در بہاری تو ندیدستی تموز

۱۳ این جہاں ہمچوں درخت است اے کرام — ما برو چوں میوہ ہائے نیم خام

۱۴ سخت گیرد خامہا مر شاخ را — زانکہ در خامی نشاید کاخ را

۱۵ چوں بہ پخت و گشت شیریں لب گزاں — سست گیرد شاخہا را بعد ازاں

۱۶ چوں ازاں اقبال شیریں شد دہاں — سرد شد بر آدمی ملک جہاں

۱۷ سخت گیری و تعصب خامی است — تا جنینی کار خوں آشامی است

ترجمہ (۱) گھاس کی طرح تیرے پاؤں زمین میں باندھے ہوئے ہیں - ذرا سی ہوا پر بغیر سمجھنے کے تو سر ہلا دیتا ہے (۲) لیکن تیرے پاؤں نہیں ہیں تاکہ تو حرکت کر سکے - ہاں البتہ اگر تو زمین سے پاؤں باہر نکال سکے تو حرکت کر سکے (۳) لیکن تو زمین سے پاؤں کسطرح نکال سکتا ہے کیونکہ تیری زندگی ہی زمین سے ہے اس زندگی کے لئے حرکت کرنا ناممکن ہے (۴) البتہ اے جوان اگر تو خدا سے زندگی لے تو زمین سے بے نیاز ہو جائے اور دل میں چلا جائے - (۵) دودھ پینے والا بچہ جب دایہ کو چھوڑتا ہے تو روٹی کھانے

لگ جاتا ہے پھر دایہ سے تعلق نہیں رہتا (۶) تو بھی بیج کی طرح زمین کا دودھ پیتا ہے۔ اس دودھ کو چھوڑ اور دل کی غذا کھا (۷) تاکہ تو نور کو قبول کر سکے اور پردے کے اندر کی چیز کو بے پردہ دیکھ لے (۸) ستاروں کی طرح تو آسمان پر سیر کر سکے بلکہ بے چون وچرا آسمانوں میں سفر کرے (۹) جس طرح تو عدم سے وجود میں آیا۔ تو نہیں کہہ سکتا کہ کس طرح آیا کیونکہ تو مستی اور بے خودی کی حالت میں آیا (۱۰) تجھے عدم سے وجود میں آنے کے ذرائع یاد نہیں رہے لیکن ہم تجھے ایک رمز بتاتے ہیں (۱۱) ہوش کو چھوڑ دو پھر ہوش کرو کانوں کو بند کر لو پھر میری باتوں پر کان دھرو (۱۲) میں تمہیں بتا نہیں سکتا کیونکہ تو ابھی کچا ہے تو ابھی بہار میں ہے گرمی نہیں دیکھی (۱۳) اے محترم یہ جہان ایک درخت کی مثال ہے اور ہم کچے میوے کی طرح ہیں۔ (۱۴) کچے میوے شاخوں کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں کیونکہ خامی کی حالت میں وہ محل کے قابل نہیں ہوتے (۱۵) جب میوہ پک جاتا ہے اور میٹھا ہو جاتا ہے تو پھر شاخ کو مضبوطی سے نہیں پکڑتا (۱۶) اسی طرح آدمی کا منہ جب اللہ تعالےٰ کی قبولیت سے میٹھا ہو جاتا ہے۔ تو دنیا سے اس کا دل اٹھ جاتا ہے (۱۷) سخت گیری اور تعصب خامی کی دلیل ہے۔ جب تک بچہ پیٹ میں ہوتا ہے لہو پیتا ہے ؎

اِس کے بعد فرماتے ہیں کہ انسان کا وجود صرف اتنا ہی نہیں جتنا نظر آرہا ہے۔ بلکہ انسانی ہستی اس سے زیادہ عمیق تر پایندہ تر اور وسیع تر ہے۔ انسان کی اصل ہستی اس کی ظاہر ہستی سے ہزار چند زیادہ ہے۔ اِس لئے اِس ظاہری ہستی اور زندگی کی حرص فضول ہے۔ فرماتے ہیں ؎

چیز دیگر ماند اما گفتنش	۱	با تو روح القدس گوید بے منش
نے تو گوئی ہم بگوش خویشتن	۲	بے من و بے غیر من اے ہم تو من
ہمچو آں وقتے کہ خواب اندر روی	۳	تو ز پیشِ خود بہ پیش خود روی
بشنوی از خویش و پنداری فلاں	۴	با تو اندر خواب گفتست آں نہاں
تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق	۵	بلکہ گردونی و دریائے عمیق
آں توے زفتت کہ آں نہصد توست	۶	قلزمست و غرقہ گاہ صد توست

ترجمہ (۱) ایک اور بات کہنی رہ گئی ہے لیکن میرے کہنے کی ضرورت نہیں روح القدس تجھے بتلائے گی (۲) نہیں بلکہ تو خود اپنے آپ کو بتا دیگا۔ بغیر میرے یا کسی اور کے بتلانے کے ایکہ تو اور میں ایک ہیں (۳) جس طرح خواب کی حالت میں تو خود

اپنے پاس سے خود اپنے پاس جاتا ہے (۴)، تو ایک بات اپنے آپ سے سنتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کسی اور آدمی نے خواب میں تجھے وہ بات کہی ہے (۵) اے دوست تُو صرف یہی تو نہیں ہے بلکہ تو ایک آسمان ہے ایک گہرا سمندر ہے (۶) وہ عظیم الشان تو جو تجھ سے ہزار ہا چند زیادہ وسیع ہے ایک قلزم ہے جس میں سیکڑوں تو غرق ہیں ⁂

جوینده یابنده

فرماتے ہیں ؎

منگر اندر نقش خوب و زشت خویش	۱	بنگر اندر عشق و بر مطلوب خویش
منگر آں کہ تو حقیری یا ضعیف	۲	بنگر اندر ہمت خود اے شریف
تو بہر حالے کہ باشی مے طلب	۳	آب مے جو دائما اے خشک لب
کاں لب خشکت گواہی میدہد	۴	کو باخر بر سر منبع رود
خشکی لب ہست پیغامے ز آب	۵	کہ بمات آرد یقیں ایں اضطراب
کایں طلب گاری مبارک جنبشے است	۶	ایں طلب در راہ حق مانع کشے است
ایں طلب مفتاح مطلوبات تست	۷	ایں سپاہ نصرت و رایات تست

این طلب ہمچون خروسے در صیاح	۸	مے زند نعرہ کہ مے آید صباح
گرچہ آلت نیستت تو مے طلب	۹	نیست آلت حاجت اندر راہ رب
ہر کرا بینی طلب گار اے پسر	۱۰	یار او شو پیش او انداز سر
کز جوارِ طالبان طالب شوی	۱۱	وز ظلالِ غالبان غالب شوی
گر یکے مورے سلیمانی بجست	۱۲	منگر اندر جستنِ او سست سست
ہر چہ داری تو ز مال و پیشۂ	۱۳	نے طلب بود اول و اندیشۂ
گر یکے گنجے بیابد نادر است	۱۴	ور نہ باشد از طلب ہم قاصر است
ہر کہ چیزے جست بیشک یافت او	۱۵	چون بجد اندر طلب بشتافت او
چون نہادی در طلب پا اے پسر	۱۶	یافتی و شد میسّر بے خطر
ہیں مباش اے خواجہ یکدم بے طلب	۱۷	تا بیابی ہر چہ خواہی بے تعب
عاقبت جوینده یابنده بود	۱۸	چونکہ در خدمت شتابنده بود

ترجمہ (۱) اپنے اچھے یا بُرے نقش کی طرف نہ دیکھ اپنے عشق اور اپنے مطلوب کو دیکھ (۲) یہ نہ دیکھ کہ تو حقیر اور کمزور ہے۔

اے شریف آدمی اپنی ہمت کو دیکھ (۳) تو جس حالت میں بھی ہو مانگتا رہ۔ اے خشک لب ہمیشہ پانی کو ڈھونڈھتا رہ (۴) کیونکہ تیرے خشک لب گواہی دیتے ہیں کہ وہ آخر کار پانی کے چشمہ پر پہنچ جائیں گے (۵) لبوں کی خشکی پانی کی طرف سے پیغام ہے کہ یہ اضطراب تجھے مجھ تک پہنچا دیگا (۶) طلب گاری ایک مبارک جنبش ہے۔ طلب گاری خدا کی راہ میں تمام موانع کو ہٹا دیتی ہے (۷) طلب گاری مطلوبات کی کنجی ہے اور تیری کامیابی کا لشکر ہے (۸) طلب گاری مرغ کی طرح چیختی اور نعرے لگاتی ہے کہ صبح نزدیک ہے (۹) اگرچہ تیرے پاس اسباب نہیں تاہم مانگتا جا کیونکہ خدا کی راہ میں اسباب کی حاجت نہیں (۱۰) اے لڑکے تو جسے طلب گار دیکھے اُس کا دوست بن جا اور اُس کے آگے سر ڈالدے (۱۱) تاکہ تو طالبوں کی نزدیکی سے طالب ہو جائے اور غالبوں کے سائے سے غالب ہو جائے۔ (۱۲) اگر ایک چیونٹی سلیمانی مانگے۔ تو تو اُس کی کوشش کو حقارت سے نہ دیکھ (۱۳) تیرے پاس جو کچھ دولت اور کاروبار ہے کیا اس کی ابتدا صرف خیال اور طلب سے نہیں ہوئی تھی (۱۴) اگر کسی کو بغیر کوشش کے خزانہ مل جائے تو یہ شاذ و نادر بات ہے اگر وہ طلب گاری چھوڑ دے تو اس کا قصور ہے (۱۵) جو شخص کسی چیز کو ڈھونڈھتا ہے بیشک اُسے مل جاتی ہے

بشرطیکہ وہ اُس کی طلب میں پوری پوری کوشش کرے (۱۶) اے لڑکے جب تو نے طلب کرنا شروع کیا تو بے خطر وہ چیز تجھے مل جائے گی (۱۷) اے خواجہ ایک دم بھی طلب کے بغیر نہ رہ تاکہ تو جو کچھ چاہتا ہے تجھے مل جائے (۱۸) آخرکار ڈھونڈھنے والا اپنے مطلوب کو ڈھونڈھ ہی لیتا ہے۔ کیونکہ وہ کوشش میں تیزی کرتا ہے ؂

اس بیان میں مولانا نے مندرجہ ذیل اُصول بتائے ہیں :۔

(۱) اپنی کمزوری سے گھبرانا نہیں چاہیئے ؂

(۲) ہمت بلند ہونی چاہیئے ؂

(۳) کوشش ہمیشہ بارور ہوتی ہے ؂

(۴) کوشش سے تمام رُکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں ؂

(۵) مدعا طلبی میں اسباب کا ہونا نہ ہونا برابر ہے ؂

(۶) کوشش کرنے والوں کی صحبت مفید ہے ؂

(۷) اپنی بساط سے بالاتر مقصد کی تلاش کرنے والے کو حقارت سے نہ دیکھو ؂

(۸) بغیر کوشش کے گوہر مقصود کا ملنا شاذونادر ہے۔ خزانہ ملنے کی اُمید میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا حماقت ہے ؂

موت کا ڈر فضول ہے

فرماتے ہیں ؎

آں توئی کہ بے بدن داری بدن	۱	پس مترس از جسم جاں بیروں شدن
روح دارد بے بدن بس کاروبار	۲	مرغ باشد در قفس بس بے قرار
باش تا مرغ از قفس آید بروں	۳	تا بہ بینی ہفت چرخ اوراز بوں

ترجمہ (۱) تو وہ ہے کہ بغیر بدن کے بدن رکھتا ہے۔ پس بدن سے جان کے نکل جانے سے نہ ڈر (۲) روح بغیر بدن کے بھی بہت کچھ کر سکتی ہے۔ پرندہ پنجرے میں بہت بیقرار ہوتا ہے (۳) ٹھہر تاکہ روح کا پرندہ جسم کے پنجرے سے نکل آئے۔ تاکہ تو دیکھے کہ سات آسمان اُس کے سامنے ہیچ ہیں ؎

دولت کی حرص غلامی کا پیش خیمہ ہے

فرماتے ہیں ؎

اے بسا مرغے زمعدہ در مغص	۱	بر کنارہ بام محبوس قفص
اے بسا مرغے پرندہ دانہ جو	۲	کہ بریدہ حلق او ہم حلق او

اے بسا ماہی در آب دور دست	۳	گشتہ از حرص گلو ماخود شست
اے بسا مستور در پردہ بدہ	۴	شومی فرج و گلو رسوا شدہ
اے بسا قاضی حبر نیک خُو	۵	از گلوئے رشوتے او زرد رُو

ترجمہ (۱) بہت پرندے معدے کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور چھت پر پنجرے میں قید (۲) بہت اڑتے والے پرندے دانے کی حرص سے گرفتار ہو جاتے ہیں اور خود ان کا حلق ان کے حلق کو کاٹتا ہے (۳) بہت مچھلیاں جو گہرے پانی میں ہوتی ہیں کھانے کی حرص سے شکار ہو جاتی ہیں (۴) بہت پردے میں بیٹھنے والیاں کھانے پینے اور عیش کرنے کی حرص سے رسوا ہو جاتی ہیں (۵) بہت لائق اور نیک خو قاضی رشوت کی وجہ سے زرد رُو ہو جاتے ہیں ؏

کفّار مسلمانوں کو ایذا اور موت سے ڈرا کر غلام بنانا چاہتے ہیں

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے لئے اپنی سلطنت کے مشہور ساحر جمع کئے تھے۔ اُن میں سے دو جو فن

جادوگری میں بہت مشہور تھے۔ خفیہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے۔ اس کہانی کے سلسلے میں مولانا فرماتے ہیں ؎

تو ازاں بگذشتۂ کز مرگ تن	۱	ترسی از تفریق اجزائے بدن
ساحراں را نے کہ فرعونِ لعین	۲	کرد تہدید و سیاست بر زمین
کہ ببرّم دست و پاتاں از خلاف	۳	پس در آویزم ندارم تاں معاف
او چناں پنداشت کایشاں در ہماں	۴	وہم و تخویف اند و وسواس و گماں
کہ بود شاں لرزہ و تخویف و ترس	۵	از توہمہا و تحذیرات نفس
او نمے دانست کایشاں رستہ اند	۶	بر دریچہ نور دل بنشستہ اند
سایۂ خود را ز خود دانستہ اند	۷	چابک و چست و گش و برجستہ اند
ہاون گردوں اگر صد بار شاں	۸	خرد کوبد اندریں گلزار شاں
اصل ایں ترکیب را چوں دیدہ اند	۹	از فروع وہم کم ترسیدہ اند
ایں جہاں خوابست اندر ظن مایست	۱۰	گر رود در خواب دستے باک نیست
گر بخواب اندر سرت ببرید گاز	۱۱	ہم سرت بر جاست ہم عمرت دراز

گر بہ بینی خواب در خود را دو نیم ۱۲ تندرستی چوں بخیزی بے سقیم

حاصل اندر خواب نقصان بدن ۱۳ نیست باکے از دو صد پارہ شدن

ایں جہاں را کہ بصورت قایم است ۱۴ گفت پیغمبر کہ حلم نایم است

روز در خوابی مگو کایں خواب نیست ۱۵ سایہ فرع است اصل جز مہتاب نیست

خواب بیداریست آں داں اے عضد ۱۶ کہ بہ بیند خفتہ کو در خواب شد

او گماں بردہ کہ ایں دم خفتہ ام ۱۷ بیخبر زاں کوست در خواب دوم

کوزہ گر گر کوزۂ را بشکند ۱۸ چوں بخواہد باز خود قائم کند

کور را ہر گام باشد ترس چاہ ۱۹ با ہزاراں ترس مے آید براہ

مرد بینا دید عرض راہ را ۲۰ پس بداند او مغاک و چاہ را

پاؤ زانویش نلرزد ہر دمے ۲۱ رو ترش کے دارد او از ہر غمے

خیز فرعونا کہ ماآں نیستیم ۲۲ کہ زہر بانگے زغولے بیستیم

خرقۂ ما را بدر دوزندہ ہست ۲۳ ورنہ خود ما را برہنہ تن ہست

بے لباس ایں خواب را اندر کنار ۲۴ خوش بگیرم اے عدوئے نابکار

ترجمہ (۱) تو اس حالت سے گزر چکا ہے کہ جسمانی موت کی صورت میں اجزائے بدن کے علیحدہ علیحدہ ہو جانے سے ڈرے (۲) کیا جادوگروں کو فرعونِ لعین نے ڈرایا نہیں تھا (۳) کہ میں تمہارے برخلاف ہونے کی صورت میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دونگا اور تم کو لٹکا دونگا اور معاف نہیں کرونگا (۴) فرعون کو خیال تھا کہ وہ ابھی تک وہم و تخویف اور وسواس و گمان کی حالت میں ہیں (۵) اور نفس کے وہم اور خوف سے وہ کانپنے لگیں گے (۶) اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ اس حالت سے مخلصی پا چکے ہیں اور دل کے نور کے دروازے پر بیٹھے ہیں (۷) وہ اپنے آپ کو اپنے سایہ سے علیحدہ سمجھتے ہیں اور چست و چالاک اور برجستہ ہیں (۸) آسمان کا ہاون اگر اس دنیا میں ان کو سو دفعہ باریک پیس ڈالے (۹) تو بھی وہ وہم کی فروعات سے خوف نہیں کھائینگے۔ کیونکہ انہوں نے اس ترکیب جسمانی کے اصول کو سمجھ لیا ہے (۱۰) یہ دنیا خواب کی طرح ہے اس میں شک کر۔ اگر خواب میں کسی کا ہاتھ کاٹا جائے تو کچھ ڈر نہیں (۱۱) اگر خواب میں قینچی سے تیرا سر کاٹا جائے۔ پھر بھی تیرا سر اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے اور تیری عمر لمبی ہوتی ہے (۱۲) اگر تو خواب میں دیکھے کہ تیرے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ پھر بھی تو تندرست اُٹھتا ہے اور تجھے کوئی

بیماری نہیں ہوتی (۱۳) حاصل کلام یہ ہے کہ خواب کی حالت
میں نقصان بدن اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے سے کچھ نہیں بگڑتا
(۱۴) اس دنیا کو جو صورت میں قائم ہے پیغمبر صاحبؐ نے خواب
سے تشبیہ دی ہے (۱۵) تو دن بھر خواب میں ہوتا ہے یہ نہ کہو کہ
یہ خواب نہیں۔ سایہ فروعات میں سے ہے اصل چیز مہتاب ہے
(۱۶) جاگتے ہوئے خواب کی حالت میں ہونے کو ایسا سمجھو جیسا کہ
خواب میں آدمی سمجھے کہ مجھے خواب آ رہا ہے (۱۷) وہ خیال
کرتا ہے کہ میں سویا ہوا ہوں اور خواب دیکھ رہا ہوں لیکن یہ
نہیں جانتا کہ وہ خواب میں دوسری خواب دیکھ رہا ہے (۱۸) اگر کوزہ گر
کوزے کو توڑ ڈالے تو پھر جس وقت چاہے اسے بنا سکتا ہے
(۱۹) اندھے کو ہر قدم پر کنوئیں کا ڈر ہے اور ڈرتا ڈرتا چلتا
ہے (۲۰) آنکھوں والا آدمی رستے کو اچھی طرح دیکھتا ہے اور
گڑھے اور کنوئیں کی تمیز کرتا ہے (۲۱) اس کی ٹانگیں اور زانو
ہر وقت نہیں کانپتے۔ ہر غم سے وہ کب ترش رو ہوتا ہے
(۲۲) جادوگروں نے فرعون کو جواب دیا کہ جادو رہو ہم وہ
نہیں ہیں کہ غول کی آواز پر بھٹک جائیں (۲۳) ہمارے کپڑوں کو
تو پھاڑ دے سینے والا موجود ہے اور نہ ہم ننگا رہنے سے
ڈرتے ہیں (۲۴) اے نابکار دشمن ہم اس خواب میں بغیر لباس کے
بہت اچھی طرح رہ سکتے ہیں ؎

دولتِ دنیا اور شہرت کی حرص
مقاصدِ عالیہ کی سدِّ راہ ہے

فرماتے ہیں ؎

پارہا ندرہ بہاں را در شکار	١	واں زِ دُم اندازد روباہاں غرار
عشق ہا با دُم خود بازند کایں	٢	میرہاند جانِ ما را از کمیں
از ضلالت بوسہ ہا بر دُم زنند	٣	رقص گیرند و ز شادی برجہند
روبہا پا را نگہدار از کلوخ	٤	پا چو نبود دُم چہ سود اے چشم شوخ
حیلۂ باریکِ ما چوں دُمِ ما ست	٥	عشق ہا بازیم با دُم چپ و راست
دم بجنبانیم ز استدلال و مکر	٦	تا کہ حیراں ماند از ما زید و بکر
طالبِ حیرانیِ خلقاں شدیم	٧	دستِ طمع اندر الوہیت زدیم
تا بافسوں مالکِ دلہا شویم	٨	ایں نمی بینیم ما کاندر گویم
در گوی و در چہی اے قلتباں	٩	دست وادار از سبالِ دیگراں

در ہوائے آنکہ گویندت زہے	۱۰	بستۂ بر گردن جانت زہے
روبہا این دُم حیلت را بہل	۱۱	وقف کن دل بر خداوندان دل
در پناہ شیر کم ناید کباب	۱۲	روبہا تو سوئے جیفہ کم شتاب
حق ہمے گوید نظرمان بر دل است	۱۳	نیست بر صورت کہ آں آب و گل است
تو ہمے گوئی مرا دل نیز ہست	۱۴	دل فراز عرش باشد نے بہ پست
در گل تیرہ یقیں ہم آب ہست	۱۵	لیک ازاں آبت نشاید آبدست
آب گل خواہد کہ در دریا رود	۱۶	گل گرفتہ پائے او را مے کشد
آں کشیدن چیست از گل آب را	۱۷	جذب تو نقل و شراب ناب را
ہمچنیں ہر شہوتے اندر جہاں	۱۸	خواہ مال و خواہ جاہ و خواہ ناں
خواہ باغ و مرکب و تیغ و مجن	۱۹	خواہ ملک و خانہ و فرزند و زن
ہر یکے زینہا ترا مستی کند	۲۰	چوں نیابی آں خمارت مے کند
جز باندازہ ضرورت زیں مگیر	۲۱	تا نگردد غالب و بر تو امیر
دل نباشد غیر آں دریائے نور	۲۲	دل نظرگاہ خدا و آنگاہ کور

نے دل اندر صد ہزاراں خاص و عام ۲۳ در یکے باشد کدام است آں کدام

سنگ پر کردی تو دامن از جہاں ۲۴ ہم ز سنگ سیم و زر چوں کودکاں

آں خیال سیم و زر چوں زر نبود ۲۵ دامن صدقت درید و غم فزود

کے نماید کودکاں را سنگ سنگ ۲۶ تا نگیرد عقل دامن شاں بچنگ

ترجمہ (۱) لومڑیوں کو شکار کے وقت پکڑے جانے سے پاؤں بچاتے ہیں۔ لیکن لومڑیاں بے وقوفی سے اسے دم کی برکت جانتی ہیں (۲) وہ اپنی دُم سے محبّت کرتی ہیں اور سمجھتی ہے کہ دم ہی انہیں بچاتی ہے (۳) گمراہی کی وجہ سے دُم کو بوسے دیتی ہیں ناچتی ہیں اور خوشی سے اچھلتی ہیں (۴) اے لومڑی پاؤں کو ڈھیلوں سے بچا۔ پاؤں نہ ہونگے تو دم کس کام آئے گی (۵) ہمارے باریک حیلے دم کی طرح ہیں۔ ہم اُس دُم کے ساتھ محبت کرتے ہیں (۶) ہم بحث و تمحیص اور مکر کے ساتھ دُم ہلاتے ہیں تاکہ لوگ ہماری لیاقت سے حیران ہوں (۷) ہم لوگوں کی حیرانی کے طالب ہیں گویا ہم خدائی کی طمع کر رہے ہیں (۸) تاکہ ہم اس حیلے سے دلوں کے مالک ہو جائیں۔ ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ہم گڑھے میں پڑے ہیں۔ (۹) اے بے غیرت تو گڑھے میں بلکہ کنوئیں میں پڑا ہے اور لوگوں کی داڑھی پر کیوں ہاتھ ڈالتا ہے (۱۰) اِس حرص سے کہ لوگ

تجھے واہ واہ کہیں تو نے اپنی جان کی گردن پر زنجیر ڈالی ہوئی ہے
(۱۱) اے لومڑی اس حیلے کی دُم کو چھوڑ دے اور دل کو خداوندانِ
دل کے حوالے کر دے (۱۲) شیر کی پناہ میں رہنے والے کو گوشت
مل ہی جاتا ہے۔ اے لومڑی تو مردار کی طرف نہ دوڑ (۱۳) خدا کہتا
ہے کہ ہماری نظر دل پر ہے صورت پر نہیں جو کہ مٹی اور پانی کی بنی ہوئی
ہے (۱۴) تو کہتا ہے کہ میرا دل بھی ہے لیکن دل تو عرش پر ہوتا ہے نیچے
نہیں ہوتا (۱۵) سیاہ کیچڑ میں بھی پانی تو ہے لیکن اس پانی سے وضو
نہیں کر سکتے (۱۶) کیچڑ کا پانی چاہتا ہے کہ دریا میں جا ملے۔ کیچڑ اُس
کے پاؤں کو پکڑ کر واپس کھینچتا ہے (۱۷) کیچڑ پانی کو اِس طرح واپس
کھینچتا ہے جس طرح نقل اور شراب تجھے کھینچتے ہیں (۱۸)
اسی طرح دنیا کی ہر ایک خواہش خواہ مال کی خواہش ہو خواہ
جان کی خواہ روٹی کی (۱۹) خواہ باغ اور گھوڑے کی خواہش
ہو خواہ تلوار اور ڈھال کی خواہ ملک اور مکان کی خواہش ہو
خواہ بیوی اور بچوں کی (۲۰) ان میں سے ہر ایک خواہش
تجھے مست کرتی ہے اور جب وہ پوری نہیں ہوتی تو دردِ سر پیدا
کرتی ہے (۲۱) اِن چیزوں کو صرف ضرورت کے مطابق حاصل
کرو۔ ورنہ یہ تم پر غالب آ جائینگی اور تم کو اپنا غلام بنا لینگی۔
(۲۲) دل کیا ہے نور کا دریا ہے۔ دل خدا کی نظر گاہ ہے اِس
لئے اندھا نہیں ہو سکتا (۲۳) دل لاکھوں آدمیوں میں کسی ایک

کے سینے میں ہوتا ہے وہ آدمی کہاں ہے (۲۴) تو نے دنیا میں اپنے دامن کو پتھروں سے بھر لیا ہے۔ یعنی بچوں کی طرح سونے اور چاندی کے پتھروں سے (۲۵) سونے اور چاندی کا خیال سونا اور چاندی نہیں ہوتا۔ صرف تیرے دامن صدق کو پھاڑتا ہے اور غم زیادہ کرتا ہے (۲۶) بچوں کو پتھر پتھر نظر نہیں آتے۔ تاوقتیکہ وہ عقلمند نہ ہو جائیں ؎

دولت دنیا اور زندگی ناپائدار ہیں
اِن کے آنے جانے کا غم نہ کرو

فرماتے ہیں ؎

عور مے ترسد کہ دامانش برند	۱	دامن مرد برہنہ کے درند
مرد دنیا مفلس است و ترسناک	۲	ہیچ او را نیست وز دزدانش باک
او برہنہ آمد و عریاں رود	۳	وز غم دزدش جگر خوں می شود
وقت مرگش کہ بود صد نوحہ پیش	۴	خندہ آید جانش را زیں ترس خویش
آں زماں داند غنی کش نیست زر	۵	ہم ذکی داند کہ بود او بے ہنر

چون کنار کودکی پر از سفال ۶ کو بران لرزان بود چون رب مال

گر ستانی پاره‌ای گریان شود ۷ پاره گر بازش دهی خندان شود

محتشم چون عاریت املاک دید ۸ پس بر آن مال دروغین می طپید

خواب می بیند که او را هست مال ۹ ترسد از دزدی که بر باید جوال

چون ز خوابش بر کشاید گوش کش ۱۰ پس ز ترس خویش تسخر آیدش

همچنین ترسای این عالمان ۱۱ که بود شان عقل و علم این جهان

از پی این عاقلان ذو فنون ۱۲ گفت ایزد در نبی لا یعلمون

هر کسی ترسان ز دزدی کسی ۱۳ خویشتن را علم پندارد بسی

گوید او که روزگارم می برند ۱۴ خود ندارد روزگار سودمند

گوید از کارم بر آوردند خلق ۱۵ غرق بیکاری ست جانش تا بحلق

عور ترسان که منم دامن کشان ۱۶ چون رهانم دامن از چنگالشان

صد هزاران فضل داند از علوم ۱۷ جان خود را می نداند آن ظلوم

داند او خاصیت هر جوهری ۱۸ در بیان جوهر خود چون خری

١٩ قیمتِ ہر کالہ میدانی کہ چیست — قیمتِ خود را ندانی احمقی ست

٢٠ سعدہا و نحسہا دانستۂ — بنگری سعدی تو یا ناشستۂ

٢١ جانِ جملہ علمہا این است این — کہ بدانی من کیم در یوم دین

٢٢ آن اصولِ دین بدانستی ولیک — بنگر اندر اصلِ خود گو ہست نیک

٢٣ از اصولینت اصولِ خویش بہ — کہ بدانی اصلِ خود اے مرد بہ

ترجمہ (١) ننگا ڈرتا ہے کہ لوگ اُس کے کپڑے اُتار کر لے جا رہے ہیں یہ نہیں جانتا کہ ننگے آدمی کے جسم پر کپڑے کہاں ہیں جنہیں لوگ پھاڑ لے جائینگے (٢) دنیادار آدمی مفلس ہے وہ فضول ڈرتا ہے اسے چوروں کا ڈر ہی کیا ہے (٣) وہ ننگا آیا ہے اور ننگا جائے گا - اس پر بھی وہ چوروں سے ڈر رہا ہے (٤) مرنے کے وقت جب وہ لوگ روئیں گے - اسے اپنے ڈر پر ہنسی آئے گی (٥) اُس وقت دولت مند کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ مفلس ہے اور عقل مند کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ بے ہنر ہے (٦) وہی مثال ہے کہ ایک بچے کا دامن ٹھیکریوں سے بھرا ہے اور وہ مالدار آدمیوں کی طرح ڈر رہا ہے (٧) اگر تو اس سے ایک ٹکڑا لے لے تو وہ رونے لگ جاتا ہے اور اگر تو

اُسے وہ ٹکڑا واپس دیدے تو ہنس پڑتا ہے (۸) امیر آدمی اس عارضی دولت کو دولت سمجھتا ہے اس لئے اس جھوٹے مال پر خوش ہوتا ہے (۹) جس طرح آدمی خواب میں دیکھے کہ اس کے پاس مال ہے اور ڈرتا ہے کہ چور اُسے نہ لے جائیں (۱۰) جب کوئی آدمی اسے کان سے پکڑ کر جگا دیتا ہے تو اُسے اپنے ڈرنے پر ہنسی آتی ہے (۱۱) اسی طرح عالموں کا ڈر ہے کہ انہیں اس جہان کا علم اور عقل حاصل ہے (۱۲) انہی اہل فن عقل مندوں کے لئے خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتے (۱۳) ان میں سے ہر ایک چوری سے ڈرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ بہت علم رکھتا ہے (۱۴) وہ کہتا ہے کہ لوگ میرا وقت ضائع کرتے ہیں۔ لیکن اسے خود معلوم نہیں کہ مفید وقت کیا چیز ہے (۱۵) وہ کہتا ہے کہ لوگ مجھے کام سے نکالتے ہیں لیکن وہ خود حلق تک بیکاری میں غرق ہے (۱۶) ننگا ڈرتا ہے کہ میں دامن کو بچاؤں اور لوگوں کے پنجے سے اسے چھڑاؤں (۱۷) اسے لاکھوں علم و فضل حاصل ہیں لیکن اپنی جان کو اندھیرے سے شناخت نہیں کر سکتا (۱۸) وہ ہر جوہر کی خاصیت جانتا ہے لیکن اپنے جوہر کی شناخت میں گدھے کی طرح بیوقوف ہے (۱۹) تو ہر ایک چیز کی قیمت جانتا ہے کہ کیا ہے لیکن بیوقوفی سے اپنی قیمت نہیں جانتا (۲۰) تو سعد اور نحس کو

پہچانتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ تو خود سعد ہے یا نحس (۲۱)
تمام علموں کی جان یہ ہے کہ تجھے معلوم ہو کہ قیامت کے
دن تو کون ہو گا (۲۲) تو نے دین کے اصول تو جان لئے لیکن
کبھی اپنے اصل کے اندر بھی غور کر کہ اصل چیز یہی ہے (۲۳)
اصولی ہونے سے اپنے اصول کو پہچاننا اچھا ہے تاکہ تجھے
معلوم ہو جائے کہ تیرا اصل کیا ہے ؂

جبر و اختیار

آج کل مسلمانوں کا عام قاعدہ ہے کہ کوشش سے جی
چراتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ جو کچھ نصیب میں ہے مل جائے گا۔ نوشتۂ قسمت ہو کر
رہیگا۔ ہماری کوشش بے فائدہ ہے۔ اِس وقت یہ خامی تمام
اقوام عالم سے زیادہ مسلمانوں میں پائی جاتی ہے ؂
لیکن مولانا روم رح فرماتے ہیں کہ یہ عقیدہ درحقیقت کفار
کا عقیدہ ہے مسلمان جبری نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسے جد و جہد
کے مفید نتائج کا قائل ہونا چاہئے۔ اور اپنی دینی و دنیوی
بہتری کے لئے اسے کوشش کرنی چاہئے ؂
چنانچہ فرماتے ہیں کہ کفار پیغمبروں کی نصیحت کے جواب
میں یہ کہتے ہیں۔ کہ ؎

قوم گفتند اے نصوحاں بس بود	۱	آنچہ گفتید ار دریں دہ کس بود
قفل بر دلہائے ما بنہاد حق	۲	کس نداند برد بر خالق سبق
نقش ما ایں کرد آں تصویرگر	۳	ایں نخواہد شد بگفت و گو دگر
سنگ را صد سال گوئی لعل شو	۴	کہنہ را صد بار گوئی باش نو
خاک را گوئی صفات آب گیر	۵	آب را گوئی عسل شو یا کہ شیر
نار را گوئی کہ نور محض شو	۶	پشہ را گوئی کہ سوئے باد رو
قلب را گوئی کہ عین پاک شو	۷	یا کہ اکسیرے شو و چالاک شو
ہیچ ازاں اوصاف دیگر گوں نشوند	۸	آب کے گردد عسل اے ارجمند
خالق افلاک و ہم افلاکیاں	۹	خالق آب و تراب و خاکیاں
آسماں را داد دوران و صفا	۱۰	آب و گل را تیرہ روئی و نما
کے تواند آسماں دُردی گزید	۱۱	کے تواند آب و گل صفوت خرید
قسمتے کرد است ہر یک را رہے	۱۲	کے کُہے گردد بجہد چوں کہے

ترجمہ (۱) کفار پیغمبروں کو کہتے ہیں کہ اے نصیحت کرنے والو

اگر اس گاؤں میں کوئی آدمی ہے (یعنی اگر کوئی سننے سمجھنے والا ہے) تو تم جو کچھ کہہ چکے ہو وہ کافی ہے (۲) بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں پر قفل لگا دئے ہیں کوئی آدمی خدا کے حکم کو نہیں بدلا سکتا (۳) اس مصور نے ہماری تصویر اسی طرح بنائی ہے باتوں سے یہ تصویر بدل نہیں سکتی (۴) پتھر کو سو سال کہتے رہو کہ تو لعل ہو جا۔ پرانی چیز کو سو دفعہ کہو کہ تو نئی ہو جا (۵) مٹی کو کہو کہ تو پانی کے اوصاف اختیار کر لے پانی کو کہو کہ تو شہد ہو جا یا دودھ (۶) آگ کو کہو کہ تو نور ہو جا۔ مچھر کو کہو کہ تو ہوا کی طرف جا (۷) کھوٹی چیز کو کہو کہ تو کھری ہو جا۔ اکسیر بن جا اور چالاک ہو جا (۸) کیا تمہارے ایسا کہنے سے ان چیزوں کے اوصاف بدل جائینگے؟ اے نبات سخت پانی کب شہد بن سکتا ہے؟ (۹) آسمانوں اور آسمان والوں کے بنانے والے نے۔ پانی مٹی اور خاکی ذرات چیزوں کے بنانے والے نے (۱۰) آسمان کو گردش اور صفائی دی۔ اور کیچڑ کو سیاہ روئی دی (۱۱) آسمان ناصاف نہیں ہو سکتا اور کیچڑ صاف نہیں ہو سکتا (۱۲) خدا نے ہر چیز کیلئے ایک راستہ مقرر کر دیا ہے۔ تنکے جیسی چیز تیری کوشش سے پہاڑ نہیں بن سکتی ؎

کفار کے جواب میں پیغمبر کہتے ہیں ؎

انبیا گفتند کارے آفرید	۱	وصف ہائے کہ نتاں زاں سر کشید
وآفرید او وصفہائے عارضی	۲	کہ کسے مبغوض مے گردد رضی
سنگ را گوئی کہ زر شو بیہدہ ست	۳	مس را گوئی کہ زر شو راہ ہست
ریگ را گوئی کہ گل شو عاجز ست	۴	خاک را گوئی کہ گل شو جائز ست
رنجہا داد ست کاں را چارہ نیست	۵	آں بمثل لنگی و فطس و عمی ست
رنجہا داد ست کاں را چارہ ہست	۶	آں بمثل لقوہ و دردِ سر ست
ایں دواہا ساخت بہر ائتلاف	۷	نیست ایں درد و دواہا از گزاف
بلکہ اغلب رنجہا را چارہ ہست	۸	چوں بجد جوئی بیاید آں بدست

ترجمہ (۱) پیغمبروں نے جواب دیا کہ ہاں خدا نے بعض ایسے وصف بنائے ہیں کہ اُن میں ردو بدل نہیں ہو سکتا (۲) لیکن ساتھ ہی بعض ایسے وصف بھی بنائے ہیں جو محض عارضی ہیں۔ چنانچہ بسا اوقات ایسے لوگ جن پر غصّہ کیا جاتا ہے۔ رحم کے قابل بھی ہو جاتے ہیں (۳) اگر تو پتھر کو کہے کہ سونا بن جا تو یہ فضول بات ہے۔ لیکن اگر تو یہی بات مس کو کہے تو درست ہے (۴) اگر تو ریت کو کہے کہ کیچڑ بن جا تو وہ نہیں بن سکتی۔ لیکن یہی بات تو

مٹی کو کہے تو جائز ہے (۵) خدا نے بعض ایسی بیماریاں پیدا کی
ہیں کہ جن کا کوئی علاج نہیں۔ مثلاً لنگڑا ہونا پھن بینی ہونا اور اندھا ہونا
(۶) لیکن بعض بیماریاں ایسی بھی ہیں جن کا علاج ہو سکتا ہے مثلاً
لقوہ اور دردِ سر (۷) خدا نے دوائیں بیماریاں دور کرنے کے لئے
ہی بنائی ہیں۔ یہ بیماریاں اور اُن کے علاج بالکل بیہودہ نہیں ہیں
(۸) بلکہ اکثر بیماریوں کا علاج ہو سکتا ہے اگر تو کوشش سے تلاش
کرے تو دستیاب ہو سکتی ہے ۔

کافر پھر وہی جبریانہ دلیل پیش کرتے ہیں ؎

قوم گفتند اے گروہ ایں رنج ما	۱	نیست زاں رنجے کہ بپذیرد دوا
سالہا گفتید زیں افسون و پند	۲	سخت تر مے گشت زاں ہر لحظہ بند
گر دوا را ایں مرض قابل بُدے	۳	آخر از وے ذرۂ زایل شدے
سدہ چوں شد آب نابد در جگر	۴	گر خورد دریا رود جائے دگر
لاجرم آماس گیرد دست و پا	۵	تشنگی را نشکند آں استسقا

ترجمہ (۱) کافروں نے جواب دیا کہ ہماری بیماریاں اُن
بیماریوں سے نہیں جن کا علاج ہو سکتا ہے (۲) تم سالہا سال سے
یہی کچھ کہہ رہے ہو۔ لیکن اس سے بند زیادہ مضبوط ہوتا چلا جارہا

ہے (۳) اگر ہماری بیماری علاج کے قابل ہوتی - تو آخراب تک کچھ نہ کچھ کم ہوگئی ہوتی (۴) جب رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے تو پانی جگر میں نہیں جاتا - بیمار اگر دریا کا دریا بھی پی جائے تو پانی کہیں اور ہی چلا جاتا ہے (۵) ناچار ہاتھ پاؤں پر آماس آجاتی ہے اور بیمار کتنا پانی ہی پی لے - پیاس دور نہیں ہوتی ؞

پیغمبر جبریوں کے جواب میں پھر کہتے ہیں ؎

انبیاؑ گفتند نومیدی بدست	۱	فضل و رحمت ہائے باری بیحد ست
از چنیں محسن نشاید نا اُمید	۲	دست در فتراک ایں رحمت زنید
اے بسا کارے کہ اول صعب گشت	۳	بعد ازاں بکشادہ شد سختی گذشت
بعد نومیدی بسے اُمید ہاست	۴	از پس ظلمت بسے خورشید ہاست

ترجمہ (۱) پیغمبروں نے جواب دیا کہ نومیدی بری چیز ہے خدا کی مہربانیاں بے حد ہیں (۲) ایسے محسن سے نا امید نہیں ہونا چاہیئے - خدا کی رحمت پر بھروسہ کرنا چاہیئے (۳) ایسے بہت کام ہیں جو پہلے سخت ہوتے ہیں - لیکن بعد میں سختی دور ہو جاتی ہے اور وہ آسان ہو جاتے ہیں (۴) نومیدی کے بعد بہت اُمیدیں ہوتی ہیں اور اندھیرے کے بعد بہت روشنیاں ؞

عزم و ایمان عناصر کو مسخر کر سکتے ہیں

فرماتے ہیں ؎

پیش قبطی خون بود آں آب نیل	۱	آب باشد پیش سبطی جمیل
جادہ باشد بحر ز اسرائیلیاں	۲	غرقہ گہ باشد ز فرعون عوان
باد بُد بر عادیاں گرز و تبر	۳	لیک بُد بر ہود و بر قومش ظفر
گلستاں باشد برابراہیمؑ نار	۴	لیک بر نمرود باشد زہر مار
بر سمندر باشد آتش خانداں	۵	لیک باشد بردگر مرغاں زیاں
نزد عاشق درد و غم حلوا بود	۶	لیک حلوا بر خساں بلوا بود

ترجمہ (۱) قبطیوں کے لئے نیل کا پانی خون تھا اور سبطیوں کے لئے پانی (۲) سمندر بنی اسرائیل کے لئے رستہ بن گیا اور مغرور فرعون اور اس کے لشکر کے لئے غرقہ گاہ (۳) ہوا عادیوں کیلئے گرز و تبر ہوگئی اور ہود اور اس کی قوم کے لئے کامیابی کا باعث بن گئی (۴) آگ ابراہیمؑ کے لئے باغ بن گئی۔ لیکن نمرود کے لئے مہلک تھی (۵) سمندر (آگ میں رہنے والے ایک جانور کا نام) کیلئے آگ گھر ہے لیکن دوسرے جانوروں کے لئے باعث زیاں ہے

(۶) عاشق کے لئے درد و غم حلوا ہے لیکن کمینوں کے لئے یہی حلوا مصیبت کا باعث ہے ؁

کوشش لازم ہے۔ نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے

بعض آدمی کوشش سے اس لئے انکار کرتے ہیں۔ کہ کوشش کا نتیجہ معلوم نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب تک کامیابی یقینی نہ ہو۔ کوشش فضول ہے۔ مولانا ان لوگوں کو جواب میں کہتے ہیں ؎

چوں نہی بر پشت کشتی بار را	۱	بر توکل مے کنی آں کار را
تو نمیدانی کزیں ہر دو کئی	۲	غرقۂ اندر سفر یا ناجئی
گر بگوئی تا ندانم من کیم	۳	در نخواہم تاختن بر کشتی و یم
من دریں رہ ناجیم یا غرقہ ام	۴	کشف گرداں کز کدامیں فرقہ ام
من نخواہم رفت ایں رہ با گماں	۵	بر امید خشک ہمچوں دیگراں
ہیچ بازرگانئے ناید ز تو	۶	زانکہ در غیب است سر ایں دو رو
تاجر ترسندہ طبع شیشہ جاں	۷	در طلب نے سود دارد نے زیاں
بل زیاں دارد کہ محروم است و خوار	۸	نور او یابد کہ باشد شعلہ خوار

داعی ہر پیشہ اُمید ست و بوک	۹	گرچہ گردن شان ز کوشش شد چو دوک
بامداداں چوں سوئے دکاں رود	۱۰	بر امید و بوک روزی مے دود
بوک روزی نبودت چوں میروی	۱۱	خوف حرمان است تو چونی قوی
خوف حرماں ازل در کسب لوت	۱۲	چوں نکردت سست اندر جستجوت
گوئی آرے خوف حرماں ہست پیش	۱۳	ہست اندر کاہلی ایں خوف بیش
ہست در کوشش امیدم بیشتر	۱۴	دارم اندر کاہلی افزوں خطر
پس چرا در کار دیں اے بدگماں	۱۵	دامنت میگیرد ایں خوف زیاں

ترجمہ (۱) جب تو جہاز پر سامان لادتا ہے۔ اُس وقت تو توکل پر کاربند ہوتا ہے (۲) اب تجھے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تو سفر میں غرق ہو جائے گا یا بچ جائے گا (۳) اگر تو یہ کہے کہ جب تک مجھے معلوم نہ ہو جائے کہ میں غرق نہیں ہونگا۔ میں جہاز پر سوار ہو کر سمندر میں نہ جاؤنگا (۴) مجھے پہلے بتایا جائے کہ میں غرق ہوں گا یا بچ جاؤنگا (۵) میں شک کی حالت میں دریائی سفر پر نہیں جاتا دوسروں کی طرح خشک اُمید پر کام نہیں کرتا (۶) اس صورت میں تو تجارت نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ ڈوبنے نہ ڈوبنے کا علم صرف خدا کو ہے (۷) بزدل اور نرم جان سوداگر نہ نفع اُٹھا سکتا ہے نہ

نقصان (۸) بلکہ نقصان اُٹھاتا ہے کیونکہ وہ محروم اور خوار ہے نور اسی کو ملتا ہے جو شعلہ خوار ہو (۹) ہر کام کی تحریک اُمید اور احتمال سے ہوتی ہے اگرچہ کوشش کرنے والوں کی گردن سوکھ کر تنکا ہو جاتی ہے (۱۰) دکاندار ہر صبح جب دکان کی طرف جاتا ہے روزی کی امید اور احتمال پر جاتا ہے (۱۱) شاید روزی تیرے نصیب میں نہ ہو تو دکان پر کیوں جاتا ہے۔ محرومی کا ڈر ہے تو کیوں جرأت کرتا ہے (۱۲) روزی کمانے میں قسمت کی محرومی کا ڈر تجھے کوشش کرنے سے کیوں باز نہیں رکھتا (۱۳) تو کہتا ہے کہ ہاں محرومی کا ڈر تو ضرور ہے لیکن سُستی میں یہ ڈر زیادہ ہے (۱۴) کوشش میں اُمید زیادہ ہے اور سُستی میں خطرہ زیادہ ہے (۱۵) پھر اے بدگمان آدمی دین کے کاموں میں محرومی کا خوف کیوں دامنگیر ہے ؎

خدا کی راہ میں مصائب سے ڈرنا غلطی ہے

فرماتے ہیں ؎

با امیدانی کر ہمائے خدا	۱	کو ترا مے خواند ایں سو کہ بیا
شش جہت عالم ہمہ اکرام اوست	۲	ہر طرف کہ بنگری اعلام اوست
چوں کریمے گویدت آتش درآ	۳	اندر آ زود و مگو سوزد مرا

کو ز آتش نرگس و نسرین کند	۴	وز میانش غنچہ ہا سر بر زند

ترجمہ (۱) یا تجھے معلوم نہیں کہ خدا کی مہربانیاں کس قدر ہیں وہ تجھے بلاتا ہے کہ اس طرف آ (۲) شش جہات عالم اسی کی مہربانی کا نتیجہ ہیں۔ جس طرف تو نظر کرے اسی کا جلوہ ہے (۳) جب وہ کریم تجھے کہے کہ آگ میں داخل ہو جا۔ تو فوراً آگ میں چلا جا یہ نہ کہو کہ آگ مجھے جلا دے گی (۴) کیونکہ وہ آگ کو نرگس و نسرین سے بدل سکتا ہے اور اس سے غنچے نکال سکتا ہے ؂

کامیابی کے لئے تمنّا لازم ہے

فرماتے ہیں ؎

ہر چہ روئید از پے محتاج رست	۱	تا بیابد طالبے چیزے کہ جست
حق تعالیٰ کایں سمٰوات آفرید	۲	از برائے دفع حاجات آفرید
ہر کہ جویا شد بیابد عاقبت	۳	مایۂ اش درد است و اصل مرحمت
ہر کجا دردے دوا آں جا رسد	۴	ہر کجا فقرے نوا آں جا رسد
ہر کجا مشکل جواب آں جا رود	۵	ہر کجا پستی ست آب آنجا رود

آب کم جو تشنگی آور بدست	۶	تا بجوشد آبت از بالا و پست
تا نزاید طفلک نازک گلو	۷	کے رواں گردد ز پستان شیر او
رو بدیں بالا و پستی ہا بدو	۸	تا شوی تشنہ و حرارت را گرو
بعد ازاں از بانگ زنبور ہوا	۹	بانگ آب جو بنوشی اے کیا
حاجت تو کم نباشد از حشیش	۱۰	آب را گیری سوئے او مے کشیش
گوش گیری آب را تو مے کشی	۱۱	سوئے زرع خشک تا یابد خوشی
زرع جان را کش جواہر مضمر است	۱۲	ابر رحمت پر ز آب کوثر است
تا سقاہم ربہم آید خطاب	۱۳	تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب

ترجمہ (۱) جو چیز پیدا ہوتی ہے محتاج کے لئے پیدا ہوئی ہے تاکہ حاجتمند آدمی جس چیز کی تلاش میں ہے وہ اُسے مل جائے (۲) اللہ تعالےٰ نے آسمان اس لئے پیدا کئے ہیں کہ بندوں کی حاجتیں پوری کرے (۳) جو شخص جستجو کریگا آخر کار اپنا مطلوب پالیگا۔ طالب کا اصلی سرمایہ درد ہے جو خدا کے رحم کا باعث ہے (۴) جہاں درد ہوتا ہے۔ دوا وہیں جاتی ہے جہاں غریبی ہوتی ہے دولت وہیں جاتی ہے (۵) جہاں مشکل

ہوتی ہے جواب وہیں جاتا ہے۔ جہاں پستی ہوتی ہے پانی وہیں جاتا ہے (۶) پانی کی تلاش نہ کر پیاس پیدا کر۔ تاکہ چاروں طرف سے پانی جوش کرکے آجائے (۷) جب تک نازک گلے والا بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ پستان میں دودھ پیدا نہیں ہوتا (۸) جا اِن بلندیوں اور پستیوں پر دوڑ۔ تاکہ تو گرم ہو جائے اور تجھے پیاس لگے (۹) اس کے بعد تو ہوا سے بھی ندیوں اور نالوں کے چلنے کی آواز سنے گا (۱۰) تیری حاجت پودوں کی حاجت سے تو کم اثر والی نہیں کہ تو اُن کی طرف پانی کھینچ کر لے جاتا ہے (۱۱) خشک کھیتی کی طرف تو پانی کو کان سے پکڑ کر لے جاتا ہے تاکہ کھیتی شاداب ہو جائے۔ (۱۲) جان کی کھیتی کے لئے جس میں ہزاروں جوہر پوشیدہ ہیں رحمت کا بادل کوثر کے پانی سے بھرا ہوا ہے (۱۳) پیاسا ہو تاکہ اللہ تعالےٰ تجھے اپنی بارانِ رحمت سے پانی پلائے ؎

خدا کی راہ میں مال خرچ کرنا جان کا صدقہ ہے

اور جان خرچ کرنا ایمان کا صدقہ

فرماتے ہیں ؎

تاکہ زیرک باشی و نیکو گماں	چوں بہ بینی واقعہ بد ناگہاں

دیگراں گردند زرد از بیم آں	۲	تو چو گل خنداں گر سود و زیاں
زانکہ از گل گر تو برگش بر کنی	۳	خندہ نگزارد نگردد منثنی
گوید از خارے چرا افتم بغم	۴	خندہ امن خود ز خار آوردہ ام
ہر چہ از تو یاوہ گردد از قضا	۵	تو یقیں داں کہ خریدت از بلا
ما التصوف قال وجدان الفرح	۶	فی الفواد عند اتیان الترح
گفت ہر چہ فوت شد غمگیں مشو	۷	زانکہ گر شد کہنہ آید باز نو
گر بلا آید ترا اندہ مبر	۸	ور زیاں بینی غم آں ہم مخور
کاں بلا دفع بلاہائے بزرگ	۹	واں زیاں منع زیانہائے سترگ
راحت جاں آمد اے ایں فوت مال	۱۰	مال چو جمع آمد اے جاں شد وبال

ترجمہ (۱) تا کہ تو دانا اور نیک گمان بنے۔ جب تجھے اچانک کوئی برا واقعہ دیکھے (۲) جہاں اور لوگ اس کے ڈر سے زرد رو ہو جائیں۔ تو پھول کی طرح نفع و نقصان پر ہنستا رہ (۳) کیونکہ اگر تو پھول کی ایک پتی توڑ لے تو وہ پھر بھی اسی طرح ہنستا رہتا ہے غمگین نہیں ہوتا (۴) وہ کہتا ہے کہ ایک زخم سے مَیں کیوں غمگین ہو جاؤں۔ جب کہ ازل سے ہی مَیں ہنسی لے کر آیا ہوں

(۵) اگر قضائے الٰہی سے کوئی چیز تجھ سے چھینی جائے۔ تو یقین جان کہ اس نقصان نے تجھے کسی بڑی بلا سے بچا لیا ہے (۶) تصوف کیا ہے؟ یہی کہ نقصان اور غم کے وقت بھی تیرا دل خوش رہے (۷) اللہ تعالٰے کہتا ہے کہ اگر تجھ سے کوئی چیز لے لی جائے تو غمگین نہ ہو کیونکہ اگر پرانی چیز گئی ہے تو نئی چیز آ جائے گی (۸) اگر کوئی بلا آئے تو غم نہ کر اور نقصان ہو تو فکر نہ کر (۹) کیونکہ وہ بلا کسی بڑی بلا سے بچانے کے لئے آئی ہے اور وہ نقصان بڑے بڑے نقصانوں سے بچانے کیلئے (۱۰) اے جان مال کا ضائع ہونا جان کا آرام ہے۔ جب مال جمع ہو جاتا ہے تو وبال جان بن جاتا ہے۔

اس کے بعد تمثیل میں ایک کہانی لکھی ہے۔ ایک شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے جانوروں کی بولیاں سمجھائیے۔ آنحضرت نے کہا کہ اس بات کو چھوڑو اس میں تمہارا نقصان ہے۔ اس کے اصرار پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے جانوروں کی بولیاں سمجھنے کی تعلیم دے دی۔ چنانچہ دوسرے روز جب خادمہ نے بچی ہوئی روٹی گھر کے جانوروں کے سامنے پھینکی۔ تو مرغ اس روٹی کو اٹھا کر لے گیا۔ کتے نے شکوہ کیا کہ تو دانے چن کر گزارہ کر سکتا تھا۔ روٹی کیوں لے لی۔ میں بھوکا رہونگا۔ مرغ نے جواب دیا کہ کل ہمارے مالک کا گھوڑا مر جائے گا۔ خوب پیٹ بھر کر کھانا۔ اس شخص

نے جب یہ سُنا تو فوراً جا کر گھوڑے کو بیچ آیا۔ دوسرے روز گھوڑا تو کسی اور گھر جا مرا۔ کتے نے مُرغ کو طعنہ دیا کہ تو بڑا جھوٹا ہے۔ گھوڑا کہاں ہے۔ مرغ نے جواب دیا کہ صبر کرو۔ کل ہمارے مالک کا اونٹ مرے گا۔ تمہاری عید ہو گی۔ مالک یہ سُن کر فوراً اونٹ کو کہیں بیچ آیا۔ دوسرے روز پھر کتے نے نہایت غصّے سے مرغ کو لعن طعن کی کہ روز جھوٹ بولتے ہو۔ مُرغ نے کہا کہ میرا کچھ قصور نہیں۔ کل ہمارے مالک کا غلام مر جائے گا۔ گھر والے خیرات کرینگے کھانے پکیں گے اور تم کو بہت کچھ مل جائے گا۔ مالک نے یہ بات سُن کر غلام کو بھی بیچ ڈالا اور دل میں بہت خوش ہوا کہ جانوروں کی بولیاں سیکھنے سے میں کتنے نقصانوں سے بچ گیا۔ دوسرے روز جب غلام بھی کسی اور گھر جا مرا تو کتے کے غصّے کی کوئی انتہا نہ رہی۔ مرغ کو بے حد بُرا بھلا کہا۔ لیکن مرغ نے جواب دیا کہ صبر کرو کل ہمارا مالک مریگا۔ گھر والے کئی جانور ذبح کرینگے۔ تمہاری اگلی پچھلی سب کسر نکل جائے گی۔ ہمارا مالک بے وقوف ہے۔ گھوڑے۔ اونٹ اور غلام کی موت اس کی جان کا صدقہ تھا۔ اس کی جان بچانے کے لئے خداوند تعالےٰ اس کے مال کا نقصان کرنا چاہتا تھا۔ مگر یہ بے وقوف نہ سمجھا۔ مال بچا لیا اور اپنی جان ضائع کر دی۔ جب یہ سُنا تو وہ شخص فوراً دوڑتا ہوا حضرت موسٰی

علیہ السلام کے پاس گیا۔ اور اپنی جان کی سلامتی چاہی۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ قضا اب ٹل نہیں سکتی۔ البتہ انہوں نے اس شخص کے ایمان کی سلامتی کی دعا کی۔ چنانچہ وہ شخص ایمان سلامت لے کر اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔

تا بدانند کہ زیان جسم و مال	۱	سود جان باشد رہاند از وبال
پس ریاضت را بجان شو مشتری	۲	چوں سپردی تن بخدمت جان بری
ور ریاضت آیدت بے اختیار	۳	سر بنہ شکرانہ دہ اے کامیار
چوں حقت داد آن ریاضت شکر کن	۴	تو نکردی او کشیدت ز امر کن

ترجمہ (۱) تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ جسم اور مال کا نقصان جان کا فائدہ ہے اور وبال سے بچاتا ہے (۲) پس جان سے ریاضت کا خریدار بن۔ جب تو نے خدمت میں اپنا جسم سپرد کر دیا تو سمجھ لے کہ جان بچا لی (۳) اور اگر تیری مرضی کے بغیر ریاضت تیرے پیش آجائے تو سجدۂ شکر بجا لا (۴) کہ خدا نے تجھے ریاضت عطا کی۔ تو ریاضت نہیں کرتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے حکم سے تجھے ریاضت کی طرف کھینچا ۔

اس غیر ارادی ریاضت کی تمثیل میں ایک قصہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کا ہر سال ایک لڑکا پیدا ہوتا تھا اور

دو تین جینے زندہ رہ کر مرجاتا تھا - عورت ہمیشہ فریاد کیا کرتی کہ اے خدائے رحیم و کریم ہر سال نو جیننے کی سختی اور تین جینے کی خوشی کب تک میرے نصیب میں ہو گی - اپنے فضل و کرم سے مجھے اس مصیبت سے نجات دے - پیروں فقیروں کے پاس جاتی اور دعائیں کراتی - لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا - یکے بعد دیگرے اُس کے بیس بیٹے پیدا ہوئے اور مر گئے - اس کی جان میں آگ لگ گئی - ہر وقت روتی رہتی اور خدا کی درگاہ میں آہ وزاری کرتی رہتی تھی - ایک رات خواب میں اللہ تعالٰے نے اُسے بہشت کا نظارہ دکھایا - اس میں ایک محل تھا - جس پر اُس عورت کا نام لکھا تھا - یہ تجلی دیکھ کر عورت بیہوش ہو گئی - ہوش میں آنے پر وہ پکار اُٹھی کہ اے خدائے رحیم و کریم مجھے منظور ہے کہ سو سال تک میں اسی طرح بیٹے جنتی رہوں اور وہ مرتے رہیں ؁

تو نکردی قصد از بینی و ید	۱	خون افزون تا ز تب جانت رہید
مغز ہر میوہ بہ است از پوستش	۲	پوست تن را دان و مغز آں دوستش
مغز نغزے دارد آخر آدمی	۳	یک دمے آں را طلب گر زاں دمی

ترجمہ (۱) بغیر تیرے ارادے اور مرضی کے تیری ناک سے خون

جاری ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تیری جان بخار سے بچ جاتی ہے (۲) ہر میوے کا مغز چھلکے سے بہتر ہوتا ہے۔ جسم کو چھلکا سمجھ اور مغز وہ دوست ہے (۳) آخر آدمی بھی ایک نفیس مغز رکھتا ہے۔ اگر تو اس دم سے تعلق رکھتا ہے تو ایک دم کے لئے اس مغز کی طلب کر ؎

اس دَم سے اشارہ ہے نَفَخْتُ فیہ مِن رُّوحی کی طرف۔ اللہ تعالےٰ کہتا ہے مَیں نے انسان میں اپنی روح پھونکی۔ خلاصہ مطلب یہ کہ انسانی جسم محض ایک چھلکا ہے جس کے اندر روح خداوندی بمنزلہ مغز کے ہے۔ پس اس مغز کے لئے چھلکے کی قربانی ضروری ہے ؎

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جہاد میں بے زرہ جانا

قرآن کریم سورہ بقر میں ہے۔ وَلا تلقوا بایدیکم الی التّہلکۃ۔ اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ یعنی جان بوجھ کر اپنے آپ کو خطرے میں نہ ڈالو۔ بزدل اور کمزور ایمان والے آدمی طاقتور دشمن کے مقابلے میں جہاد کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور سند میں اس آیت کو پیش کرتے ہیں کہ لاتا

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی زبانی فرماتے ہیں کہ جہاد میں جان دینا ہلاکت نہیں ۔ اس لئے یہ آیت ترک جہاد کی سند نہیں ہو سکتی ۔ فرماتے ہیں ؎

در جوانی حمزہ عم مصطفےٰ	۱	با زرہ مے شد مدام اندر غزا
اندر آخر چون کہ در غزوہ آمدے	۲	بے زرہ خود را بصف ہا بر زدے
اندر آخر حمزہ چون در صف شدے	۳	بے زرہ سرمست در غزو آمدے
سینہ باز و تن برہنہ پیش پیش	۴	در فگندے در صف شمشیر خویش
خلق پرسیدند کاے عم رسول	۵	اے ہژبر صف شکن شاہ فحول
نے تو لا تلقوا بایدیکم الیٰ	۶	تہلکہ خواندی ز پیغام خدا
پس چرا تو خویش را در تہلکہ	۷	مے در اندازی چنیں در معرکہ
چوں جواں بودی و زفت و سخت زہ	۸	تو نمے رفتی سوئے صف بے زرہ
چوں شدی پیر ضعیف و منحنی	۹	پردہ ہائے لاابالی مے زنی
لاابالی وار با تیغ و سناں	۱۰	مے نمائی دارو گیر و امتحاں
تیغ حرمت مے ندارد پیر را	۱۱	کے بود تمییز تیغ و تیر را

۱۲ کے روا باشد کہ شیرے ہمچو تو / کشتہ گردد زار بر دست عدو

۱۳ گفت حمزہ چونکہ بودم من جواں / مرگ میدیدم وداع ایں جہاں

۱۴ سوئے مردن کس برغبت کے رود / پیش اژدرہا برہنہ کے شود

۱۵ لیک از نورِ محمدؐ من کنوں / نیستم ایں شہر فانی را زبوں

۱۶ آنکہ مردن پیش چشمش تہلکہ است / امر لا تلقوا بگیرد او بدست

۱۷ آنکہ مردن پیش او شد فتح باب / سارِعوا آید مراورا در خطاب

۱۸ الحذر اے مرگ بیناں بارعوا / العجل اے حشر بیناں سارعوا

۱۹ الصلا اے لطف بیناں افرحوا / البلا اے قہر بیناں اترحوا

۲۰ ہر کہ یوسف دید جاں کردش فدا / ہر کہ گرگش دید برگشت از ہدا

۲۱ مرگ ہر یک اے پسر ہمرنگ اوست / پیش دشمن دشمن و بر دوست دوست

۲۲ آنکہ میترسی ز مرگ اندر فرار / ترست از خویش است اے جاں ہوشدار

۲۳ زشت روئے تست نے رخسار مرگ / جانِ تو ہمچوں درخت و مرگ برگ

۲۴ از تو رستست ار نکویست ار بدست / ناخوش و خوش بر ضمیرت از خودست

گر بنجارے خستۂ خود کشتۂ	۲۵	در حریر و قزوری خود رشتۂ

ترجمہ (۱) امیر حمزہ رض جوان تھے تو لڑائی میں زرہ پہن کر جایا کرتے تھے (۲) جب بوڑھے ہو گئے تو غزا میں بغیر زرہ پہنے شامل ہو جایا کرتے (۳) آخری عمر میں جب کبھی لڑائی کی صف میں جاتے۔ سرمست اور زرہ کے بغیر چلے جاتے (۴) کھلی چھاتی کے ساتھ تلواروں کی صفوں میں اپنے آپ کو سب سے آگے ڈال دیتے (۵) لوگوں نے آپ کو کہا کہ اے عم رسولؐ۔ اے صف شکن بہادر (۶) کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا۔ کہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (۷) پھر تو اپنے آپ کو لڑائی کے وقت ہلاکت میں کیوں ڈالتا ہے (۸) جب تو جوان اور طاقت ور تھا۔ کبھی بغیر زرہ کے لڑائی میں نہ جاتا تھا (۹) اب کہ تو بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہے اتنا بے باک کیوں ہو گیا ہے (۱۰) تو بالکل نڈر ہو کر نیزے اور تلوار سے کھیلتا ہے (۱۱) تلوار بوڑھوں کا لحاظ نہیں کرتی۔ تلوار اور تیر کو اتنی تمیز کہاں (۱۲) یہ جائز نہیں ہے کہ تیرے جیسا شیر دشمنوں کے ہاتھوں سے مارا جائے (۱۳) امیر حمزہ رض نے جواب دیا کہ جب میں جوان تھا اس جہان سے رخصت ہو جانے کو موت سمجھتا تھا (۱۴) کوئی آدمی خوشی خوشی موت کی طرف نہیں جاتا۔ ننھا آدمی اژدہا کے سامنے کب جاتا ہے (۱۵) لیکن اب

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نور کی برکت سے میں اس فانی دنیا کا شیدا نہیں رہا (۱۶) جو شخص مرنے کو ہلاکت سمجھتا ہے وہ لا تلقوا کی سند پر کاربند ہوتا ہے (۱۷) جو شخص موت کو کامیابی خیال کرتا ہے۔ اُس کو خدا کی طرف سے خطاب ہوتا ہے کہ اس کامیابی کی طرف جلدی آؤ (۱۸) اے موت دیکھنے والو ڈرو اور موت سے پرہیز کرو۔ اے (موت کے بعد) زندگی دیکھنے والو جلدی کرو اور موت کی طرف دوڑو (۱۹) اے لطف دیکھنے والو خوش ہو اور اے قہر دیکھنے والو بلا ہے ہلاک ہو جاؤ (۲۰) جس شخص کو موت یوسف نظر آئے وہ اس پر جان فدا کرتا ہے اور جسے بھیڑیا نظر آئے وہ ہدایت سے بھاگ جاتا ہے (۲۱) ہر ایک شخص کی موت اس کے اپنے رنگ پر ہوتی ہے۔ دشمن کے لئے موت دشمن اور دوست کے لئے دوست ہے (۲۲) تو جو موت سے ڈرتا اور بھاگتا ہے سمجھ لے کہ تو اپنے آپ سے ڈر رہا ہے (۲۳) تیرا اپنا چہرہ بدنما ہے نہ کہ موت کا۔ تیری جان درخت کی مثال ہے اور موت اُس کا برگ و بر (۲۴) یہ برگ و بر اچھا ہے تو بھی تجھ سے ہی پیدا ہوا ہے اور بُرا ہے تو بھی تجھ سے ہی پیدا ہوا ہے۔ تیرے دل کی خوشی اور ناخوشی تیری ہی طرف سے ہے (۲۵) اگر تو کانٹے سے زخمی ہوا ہے تو یہ کانٹا تو نے خود ہی بویا ہے اور اگر تو ریشم میں ملبوس ہے تو یہ ریشم تو نے خود ہی کاتا ہے ؎

خدا کی راہ میں جان دینا عین زندگی ہے

فرماتے ہیں ؎

آں طرف کہ عشق مے افزود درد	١	بوحنیفہ و شافعی درسے نہ کرد
تو مکن تہدیدم از کشتن کہ من	٢	تشنۂ زارم بخونِ خویشتن
عاشقاں را ہر زمانے مردنیست	٣	مردنِ عشاق خود یک نوع نیست
او دو صد جاں دارد از جانِ ہدیٰ	٤	واں دو صد را میکند ہر دم فدا
ہر یکے جاں را ستاند دہ بہا	٥	از نبی برخواں تو عشر امثالہا
گر بریزد خونِ من آں دوست رو	٦	پائے کوباں جاں برافشانم برو
آزمودم مرگِ من در زندگیست	٧	چوں رہم از زندگی پایندگیست
اقتلونی اقتلونی یا ثقات	٨	ان فی قتلی حیاتاً فی حیات
یا منیر الخد یا روح البقا	٩	اجتذب روحی وجد لی باللقا
لی حبیب حبہ یشوی الحشا	١٠	لو یشا یمشی علی عینی مشا

ترجمہ (۱) جہاں عشق اپنا درد زیادہ کرتا ہے وہاں امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کی تعلیم کسی کام کی نہیں (۲) تو مجھے قتل سے

نہ ڈرا کیونکہ مَیں خود اپنے خون کا سخت پیاسا ہوں (۳) عاشقوں کے لئے ہر وقت ایک تازہ موت ہے۔ عاشقوں کا مرنا صرف ایک قسم کا مرنا نہیں (۴) عاشقوں کی سیکڑوں جانیں ہوتی ہیں اور وہ ان تمام جانوں کو ہر وقت فدا کرتا رہتا ہے (۵) ہر ایک جان کے بدلے دس جانیں اسے ملتی ہیں۔ قرآن میں پڑھ کہ من جاء بالحسنة فلہ عشر اَمثالھا۔ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے۔ اُس کو دس نیکیوں کا بدلہ ملتا ہے (۶) اگر وہ دوست میرا خون بہائے تو میں خوشی خوشی ناچتا کودتا اس پر جان قربان کروں گا (۷) مَیں نے آزما لیا ہے یہ زندگی ہی میری موت ہے۔ جب اس زندگی سے مخلصی مل جائیگی حیات جاوداں نصیب ہوگی (۸) اے ثقہ لوگو مجھے قتل کرو مجھے قتل کرو۔ کیونکہ میرے قتل میں ہی ابدی زندگانی ہے (۹) اے روشن چہرے والے اے بقا کی رُوح۔ میری جان لے اَور مجھے اپنا دیدار نصیب کر (۱۰) میرا ایک ایسا دوست ہے کہ اُسکی محبت میرے دل کو جلاتی ہے۔ اگر وہ میری آنکھوں پہ چلنا چاہے تو کچھ مضائقہ نہیں بے شک چلے ٭

حقیقتِ حیات و ممات اَور فلسفۂ ارتقا

فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کی موت ہزار ہا آدمیوں کی آزادی اور حیات کا باعث ہوتی ہے۔ اس بیان میں استناد کیا ہے۔

سورۂ بقرہ کی ایک آیت سے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے اور پھر فرمایا ہے کہ اس گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول آدمی کو مارو۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ مقتول زندہ ہوگیا اور اس نے اپنے قاتلوں کا نام بتایا۔ فقلنا اضربوہ ببعضہا کذٰلک یحی الموتیٰ (پس ہم نے کہا کہ اس گائے کے گوشت کا ٹکڑا مقتول کو مارو جب ایسا کیا گیا مقتول زندہ ہوگیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے) اس کے بعد ارتقائے منازل حیات و ممات پر چند شعر لکھے ہیں۔ جن میں فلسفۂ حیات کے نہایت دقیق مسائل نہایت سادگی اور خوبصورتی سے بیان کئے ہیں ۔ فرماتے ہیں ؎

گر بریزد خونم آں روح الامیں	۱	جرعہ جرعہ خوں خورم ہمچوں زمیں
چوں زمیں و چوں جنیں خونخوارہ ام	۲	تا کہ عاشق گشتہ ام ایں کارہ ام
شب ہمے جوشم در آتش ہمچو دیگ	۳	روز تا شب خوں خورم مانند ریگ
من پشیمانم کہ مکر انگیختم	۴	از مراد خشم او بگریختم
گو براں بر جان مستم خشم خویش	۵	عید قرباں اوست عاشق گاؤ میش
گاو اگر خسپد و گر چیزے خورد	۶	بہر عید و ذبح او مے پرورد

گاوِ موسیٰ دان مرا جاں دادۂ ۷ جزو جزوم حشر ہر آزادۂ

گاوِ موسیٰ بود قرباں گشتۂ ۸ کمتریں جزوش حیات کشتۂ

بر جہید آں کشتہ ز آسیبش ز جا ۹ در خطاب اضربوہ بعضہا

یا کرامی اذبحوا ھذا البقر ۱۰ ان اردتم حشر ارواح النظر

از جمادی مُردم و نامی شدم ۱۱ وز نما مُردم بحیواں سر زدم

مُردم از حیوانی و آدم شدم ۱۲ پس چہ ترسم کے ز مُردن کم شدم

حملۂ دیگر بمیرم از بشر ۱۳ تا برآرم از ملائک بال و پر

وز ملک ہم بایدم جستن ز جو ۱۴ کل شئی ہالک الا وجہہ

بار دیگر از ملک قرباں شوم ۱۵ آنچہ اندر وہم ناید آں شوم

پس عدم گردم عدم چوں ارغنوں ۱۶ گویدم کانا الیہ راجعون

مرگ دان کاں اتفاق امت است ۱۷ کاب حیوانی نہاں در ظلمت است

ہمچو نیلوفر مرو زیں طرف جو ۱۸ ہمچو مستسقی حریص و مرگ جو

مرگ او آب است و او جویائے آب ۱۹ میخورد واللہ اعلم بالصواب

ای فسردہ عاشق ننگیں نمد	۲۰	کو ز بیم جان ز جاناں میرمد
سوئے تیغ عشقش ای ننگ زناں	۲۱	صد ہزاراں جان نگر دستک زناں
جوی دیدی کوزہ اندر آب ریز	۲۲	آب را از جوی کے باشد گریز
آب کوزہ چوں در آب جو شود	۲۳	محو گردد در وے و چوں او شود
وصف او فانی شود ذاتش بقا	۲۴	زیں سپس نے کم شود نے بدلقا

ترجمہ (۱) اگر وہ روح الامین میرا خون بہائے - تو زمین کی طرح گھونٹ گھونٹ خون پیتا جاؤں (۲) زمین کی طرح اور پیٹ کے اندر کے بچے کی طرح میں خون پیتا ہوں - جب سے عاشق ہؤا ہوں میرا یہی کام ہے (۳) رات بھر دیگ کی طرح آگ پر جلتا ہوں - صبح سے لے کر شام تک ریت کی طرح خون پیتا ہوں (۴) میں پشیمان ہوں کہ میں نے مکر کیا اور اس کے غصے سے بھاگا (۵) وہ بے تشاب میری مست جان پر غصہ چلائے - وہ عید قربان ہے اور عاشق گاؤ میش (۶) گاؤ میش سوتی رہے یا کچھ کھاتی رہے وہ اسے عید کے روز ذبح کرنے کے لئے پالتا ہے (۷) مجھے موسیٰؑ کی گائے کی طرح ذبح شدہ سمجھ - میرے گوشت کا ہر ایک ٹکڑا ایک آزادہ آدمی کی زندگی ہے (۸)

موسیٰؑ کی گائے قربان ہو گئی - اس کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ایک مقتول کی زندگی کا باعث ہو گیا (۹) وہ مقتول اس کی ایک ضرب سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا جب کہ حکم ہوا اَضْرِبُوْہُ بِبَعْضِھَا (۱۰) اے اچھے آدمیو اس گائے کو ذبح کرو اگر چاہتے ہو کہ صاحب نظر لوگوں کی روحیں پھر زندہ ہو جائیں (۱۱) میں جمادات میں سے تھا مر گیا اور نباتات میں آگیا - پھر مر گیا اور حیوانی زندگی میں آگیا (۱۲) حیوانی زندگی سے مر گیا اور آدمی ہو گیا - پس میں مرنے سے کیوں ڈروں - مر کر مجھے کبھی نقصان نہیں ہوا (بلکہ فائدہ ہوا) (۱۳) ایک اور حملہ کروں گا انسانی زندگی سے مر جاؤں گا اور فرشتہ بن جاؤں گا (۱۴) پھر فرشتوں سے بھی مجھے بڑھ جانا چاہیئے - سوائے اس ذات پاک کے ہر چیز فانی ہے (۱۵) پھر میں فرشتوں کی زندگی سے بھی مر جاؤں گا اور وہ کچھ ہو جاؤں گا جو وہم و گمان سے باہر ہے (یعنی خدا کی ذات سے مل جاؤں گا) (۱۶) پس میں نیست ہو جاؤں گا نیست کیونکہ ہم سب خدا کے لئے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنیوالے ہیں (۱۷) تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ آب حیات اندھیرے میں ہے مطلب یہ کہ زندگی موت میں ہے (۱۸) نیلوفر کی طرح نہر سے علیحدہ نہ ہو - استسقا کے مریض کی طرح پانی کی حرص کر اور موت ڈھونڈھ (۱۹) مستسقی کے لئے پانی موت ہے

لیکن وہ پانی مانگتا ہے اور پیتا ہی چلا جاتا ہے (۲۰) وہ عاشق افسردہ دل ہے اور ننگِ عشق۔ جو جان بچانے کے لئے اپنے جاناں سے بھاگے (۲۱) اے ننگِ زمانہ اس کے عشق کی تلوار کے سامنے لاکھوں جانیں نثار ہونے کو تیار ہیں (۲۲) جب نہر تیرے سامنے آگئی ہے تو پھر کوزے کا پانی اُس میں گرا دے پانی نہر سے کب گریز کرتا ہے (۲۳) کوزے کا پانی جب نہر کے پانی میں مل جاتا ہے اس میں محو ہو جاتا ہے اور اُس کی طرح ہو جاتا ہے (۲۴) بظاہر وہ فنا ہو جاتا ہے اور در اصل بقا حاصل کر لیتا ہے۔ اس کے بعد وہ کبھی نہ کم ہوتا ہے نہ فانی ؂

دشمن کی شان و شوکت محض ایک طلسم ہے

جان کو خطرے میں ڈالنے کے بغیر غیبی خزانے نہیں ملتے

فرماتے ہیں کہ شہر رے میں ایک مہمان کُش مسجد تھی۔ جو شخص رات وہاں رہتا۔ صبح تک زندہ نہ رہتا۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ اس مسجد میں پریاں رہتی ہیں۔ جو مہمان کو قتل کر دیتی ہیں۔ بعض کہتے کہ کوئی جادو اور طلسم ہے جس کے اثر سے آدمی مر جاتا ہے۔ ایک دن وہاں ایک مہمان آیا۔ جس نے مسجد کا یہ خاصہ

سُنا ہُوا تھا۔ بہت دلیر اور جانباز آدمی تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس بات کی آزمائش کرے۔ وہ کہتا تھا کہ اگر میں مر بھی گیا۔ تو دنیا میں کیا کمی واقع ہو گی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ۔ مَیں نے آدم کے جسم میں اپنی روح پھونکی پس لازم ہے کہ روح کے اس موتی کو جسم کے تنگ صدف سے آزاد کیا جائے۔ لوگوں نے اُسے کہا کہ تم مسجد میں سونے کا خیال ترک کردو۔ تم مسافر ہو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ جو شخص اس مسجد میں سوتا ہے۔ صبح تک زندہ نہیں رہتا۔ یہ بات محض اتفاقی نہیں۔ ہم نے بارہا دیکھا ہے۔ کہ جو شخص غلطی سے اس مسجد میں شب باش ہو گیا۔ نہنگ اجل کا لقمہ بن گیا۔ یہ سُنی سنائی بات نہیں۔ ہم نے صدہا بار اپنی آنکھوں سے یہ ماجرا دیکھا ہے مسافر نے جواب دیا کہ میں زندگی سے سیر ہو چکا ہوں عاشق ہوں اور موت کی تمنّا کرتا ہوں ؎

مرگ شیریں گشت و نقلم زیں سرا	۱	چوں قفس ہشتن پریدن مرغ را
آں قفس کو ہست عین باغ در	۲	مرغ مے بیند گلستان و شجر
جوق مرغاں از بروں گرد قفس	۳	خوش ہمیخوانند ز آزادی قصص
مرغ را اندر قفص زاں سبزہ زار	۴	نے خورش ماندست نے صبر و قرار

سر بہر سوراخ بیروں مے کند ۵ تا بود کایں بند از پا بر کند

چوں دل و جانش چنیں بیروں بود ۶ آں قفس را در گشائے چوں بود

نے چناں مرغ قفس در اندہاں ۷ گرد بر گردش بحلقہ گربگاں

کے بود او را دراں خوف و حزن ۸ آرزوے از قفس بیروں شدن

او ہمیخواہد کزیں ناخوش حفص ۹ صد قفس باشد بگرد ایں قفص

ترجمہ (۱) مجھے مرنے اور اس جہان سے چلے جانے کی اتنی خوشی ہے۔ جتنی ایک پرندے کو پنجرے سے اڑ جانے کی (۲) وہ پنجرہ جو عین باغ میں رکھا ہے۔ پرندہ پنجرے کے باہر باغ اور درخت دیکھتا ہے (۳) پنجرے کے گرد جوق در جوق پرندے ہیں اور آزادی کے ترانے گاتے ہیں (۴) باہر کا سبزہ زار دیکھ کر پرندے کو پنجرے کے اندر نہ بھوک رہی ہے نہ صبر اور قرار (۵) ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے۔ شاید کہ اس طرح قید سے آزادی حاصل کر سکے (۶) جب اس کا دل اور اسکی جان پنجرے سے اس طرح باہر ہیں تو پنجرے کا دروازہ کھل جانا اس کے لئے کتنی بڑی نعمت ہے (۷) اُس پرندے کی طرح نہیں جو پنجرے کے اندر ہے اور پنجرے کے باہر

چاروں طرف بلیاں کھڑی ہیں (۸) اِس خوف اور غم کی حالت میں وہ پرندہ پنجرے سے باہر نکلنے کی ہرگز خواہش نہیں کرتا (۹) وہ تو یہ چاہتا ہے کہ اس پنجرے کے گرد تہ بتہ سو پنجرے اور ہوں ۔

وہ شخص جو موت سے ڈرتا ہے۔ اور زندگی کے پنجرے سے آزادی نہیں چاہتا اُس کی مثال اسی پرندے کی ہے جس کے پنجرے کے گرد بلیاں کھڑی ہوں ؎

مرغ جانش موش شد سوراخ جو	۱	چوں شنید از گربگاں او عرخو
زاں سبب جانش وطن دید و قرار	۲	اندریں سوراخِ دنیا موش وار
ہم دریں سوراخ بنائے گرفت	۳	درخورِ سوراخ دانائے گرفت
پیشہ ہائے کہ مر او را در مزید	۴	اندریں سوراخ کار آید گزید
زانکہ دل برکند از بیروں شدن	۵	بستہ شد راہ رہیدن از بدن

ترجمہ (۱) اس کی جان کا پرندہ چوہے کی طرح سوراخ ڈھونڈھتا ہے۔ کیونکہ وہ بلیوں کی آواز سُن رہا ہے (۲) اسی لئے اُس کی جان نے چوہے کی طرح دنیا کے سوراخ میں وطن بنالیا ہے (۳) اسی سوراخ میں وہ گھر بنالیتا ہے اور اس سوراخ کے

لائق علم اور عقل حاصل کر لیتا ہے (۵۰) اور ایسے پیشے اختیار کر لیتا ہے۔ جو اس سوراخ میں اُسے کام آئیں (۵۱) وجہ یہ ہے کہ باہر نکلنے کی اُسے آرزو ہی نہیں رہی۔ اور جسم کے سوراخ سے آزادی حاصل کرنے کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہی ❊

لیکن جسم کے پنجرے میں ہمیشہ رہنے کی خواہش فضول ہے۔ کیونکہ بلیاں جو باہر کھڑی ہیں۔ پنجے مار مار کر آخر اُسے باہر نکال ہی لیں گی ے

گربہ گردہ چنگ خوش اندر قفص	۱	نام چنگش درد و سرسام و مغص
حصبہ و قولنج و مالیخولیا	۲	سکتہ و سل و جذام و شرا
گربہ مرگ است و مرض چنگال او	۳	مے زند بر مرغ و پرد و بال او
گوشہ گوشہ مے دود سوے دوا	۴	مرگ چوں قاضی و رنجوری گوا
چوں پیادہ قاضی آمد ایں گواہ	۵	کہ ہمے خواند ترا تا حکم گاہ
مہلتے خواہی تو از وے رگریز	۶	گر پذیرد شد وگرنہ گفت خیز
جستن مہلت دوا و چارہ ہا	۷	کہ زنی بر خرقۂ تن پارہ ہا
عاقبت آید صباحے خصم وار	۸	چند باشد مہلت آخر شرمدار

عذر خود از شہ بخواہ اے پر حسد	۹	پیش ازاں کہ آنچناں روزے رسد
وانکہ در ظلمت براند بارگی	۱۰	برکند زاں نور دل یکبارگی
مے گریزد از گواہ و مقصدش	۱۱	کاں گواہ سوئے قضا میخواندش
ناگہاں گیرند اورا خوار و زار	۱۲	کش کشاں تا پیش قاضی شرمسار

ترجمہ (۱) بلی پنجرے کے اندر پنجہ مارتی ہے۔ اس پنجے کا نام درد ہے یا سرسام یا مغص (۲) یا حصبہ اور قولنج اور مالیخولیا یا سکتہ سل جذام اور ورم (۳) بلی موت ہے اور اس کا پنجہ بیماری۔ بلی پرندے پر اور اس کے پر و بال پر پنجے مارتی ہے (۴) وہ علاج کے لئے کونے کونے میں دوڑتا ہے یا اس طرح سمجھو کہ موت حاکم ہے اور بیماری اس کا گواہ (۵) یہ گواہ حاکم کے پیادے کی طرح ہے۔ جو تجھے عدالت میں لے جانے کے لئے آتا ہے (۶) تو پیادے سے مہلت مانگتا ہے۔ اگر اس نے مہلت دیدی تو خیر ورنہ وہ تجھے کہے گا کہ اٹھو چلو۔ (۷) یہ مہلت مانگنا دوا اور علاج ہے۔ گویا تو جسم کے پھٹے ہوئے خرقے پر پیوند لگاتا ہے (۸) آخر ایک دن وہ پیادہ پھر آئے گا اور تجھے کہے گا کہ شرم کرو کب تک مہلت مانگو گے۔ اٹھو میرے ساتھ چلو (۹) اے بیوقوف بیشتر اس کے کہ وہ دن

آئے بادشاہ سے معافی مانگو (۱۰) جو شخص اندھیرے میں ہی چلتا رہے وہ روشنی سے بالکل ہی بے بہرہ ہو جاتا ہے (۱۱) پیادے سے اور اُس کی تعمیل سے بھاگتا ہے۔ کیونکہ پیادہ اُسے عدالت میں لے جانا چاہتا ہے (۱۲) اچانک ایک دن پیادہ اُسے بیعزت کر کے کھینچتا ہُوا حاکم کے پاس لے جائے گا۔

لوگوں نے اس مہمان کو بہت سمجھایا کہ جلدی نہ کرو۔ جلدی ہمیشہ خطرناک ہوتی ہے۔ اچھی طرح سوچو۔ مگر مہمان اصرار پر قائم رہا۔

اسی سوال وجواب کے ضمن میں جہاد، بزدلی اور دلیری کے متعلق مولانا فرماتے ہیں ؎

گفت حق ز اہل نفاق ناسدید	۱	باسہم ما بینہم باس شدید
در میان ہم گر مردانہ اند	۲	در غزا چوں عورتان خانہ اند
گفت پیغمبر سپہدار غیوب	۳	لا شجاعت یا فتی قبل الحروب
وقت لاف غزو مستاں کف زنند	۴	وقت جوش جنگ چوں کف مے فتند
وقت ذکر غزو شمشیرش دراز	۵	وقت کر و فر تیغش چوں پیاز
وقت اندیشہ دل او زخم جو	۶	پس بیک سوزن تہی شد چنگ او

من عجب دارم ز جویای صفا	۷	کو رمد در وقت صیقل از جفا
عشق چون دعوی جفا دیدن گواه	۸	چون گواهت نیست شد دعوی تباه
چون گواهت خواهد این قاضی مرنج	۹	بوسه ده بر مار تا یابی تو گنج
آن جفا با تو نباشد ای پسر	۱۰	بلکه با وصف بدی اندر تو در
بر نمد چوبی که آن مرد او زند	۱۱	بر نمد آن را نزد بر گرد زد
گر بزد مر اسپ را آن کینه کش	۱۲	آن نزد بر اسپ زد بر سکسکش
تا ز سکسک وارهد خوش پی شود	۱۳	شیره را زندان کنی تا می شود
آن یکی می زد یتیمی را بقهر	۱۴	قند بود آن لیک بنموده چو زهر
دید مردی آن چنانش زار زار	۱۵	آمده بگرفت زودش در کنار
گفت چندان آن یتیمک را زدی	۱۶	چون نترسیدی ز قهر ایزدی
گفت او را کی زدم ای جان دوست	۱۷	من بر آن دیوی زدم کو اندر وست
مادر ار گوید ترا مرگ تو باد	۱۸	مرگ آن خو خواهد و مرگ فساد
آن گروهی کز ادب بگریختند	۱۹	آب مردی و آب مردان ریختند

۲۰ عاذلانشان از وغا وا رانده‌اند — تا چنین حیز و مخنث مانده‌اند

۲۱ لاف و غره ژاژخا را کم شنو — با چنین‌ها در صف هیجا مرو

۲۲ زانکه زادوکم خبالا گفت حق — کز رفیق سست برگردان ورق

۲۳ که گر ایشان با شما همره شوند — غازیان بی‌مغز همچون که شوند

۲۴ خویشتن را با شما هم‌صف کنند — پس گریزند و دل صف بشکنند

۲۵ پس سپاهی اندکی بی این نفر — به که با اهل نفاق آید حشر

۲۶ هست بادام کم خوش بیخته — به ز بسیاری به تلخ آمیخته

۲۷ تلخ و شیرین گر ز صورت یک شی‌اند — نقص از آن افتاد که همدل نی‌اند

۲۸ گبر ترسان دل بود کو از گمان — می‌زید در شک ز حال آن جهان

۲۹ می‌رود در ره نداند منزلی — گام ترسان می‌نهد اعمی دلی

۳۰ چون نداند ره مسافر چون رود — با ترددها دل پرخون شود

۳۱ هر که گوید های این سو راه نیست — او کند از بیم آنجا وقف و ایست

۳۲ ور بداند ره دل باهوش او — کی رود هر های و هو در گوش او

پس مرو ہمراہ ایں اشتر دلاں	۳۳	زانکہ وقت ضیق و بیم اندر آفلاں
پس گریزند و ترا تنہا ہلند	۳۴	گرچہ اندر لاف سحر ابلند
تو ز رعنایاں مجو ہیں کارزار	۳۵	تو ز طاؤساں مجو صید و شکار

ترجمہ۔ (۱) اللہ تعالےٰ منافقوں کے متعلق کہتا ہے کہ اُن کی لڑائی آپس میں سخت ہوتی ہے (۲) آپس میں مردوں کی طرح لڑتے ہیں اور جہاد میں گھر کی عورتوں کی طرح بن جاتے ہیں (۳) رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لڑائی سے پہلے کسی کی بہادری معلوم نہیں ہو سکتی (۴) لڑائی کی لافیں مارتے وقت وہ جوش ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن میدان جنگ میں جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے ہیں (۵) لڑائی کا ذکر کرتے ہوئے ان کی تلوار لمبی ہوتی ہے لیکن لڑائی کے وقت ان کی تلوار پیاز کی طرح ہو جاتی ہے۔ (۶) باتوں کے وقت ایسا آدمی ضرب و زخم کو خوش آمدید کہتا ہے لیکن ایک سوئی کا زخم بھی پہنچے تو وہ مشک کی طرح خالی ہو جاتا ہے (۷) میں حیران ہوں اس آدمی پر جو صفائے قلب بھی ڈھونڈھتا ہے اور صیقل کے وقت تکلیف سے بھاگ بھی جاتا ہے (۸) عشق ایک دعویٰ ہے اور تکلیف برداشت کرنا گواہ۔ جب تیرا گواہ ہی نہیں تو دعویٰ نامنظور ہو جائے گا (۹) جب حاکم

تجھ سے گواہ مانگے تو ناراض نہ ہو۔ سانپ کو بوسہ دے تاکہ
تجھے خزانہ ملے (۱۰) وہ تکلیف تیرے لئے نہیں ہوتی بلکہ تیری
بُری عادتوں کے لئے ہوتی ہے (۱۱) نمدے پر جب کوئی آدمی
سوٹیاں مارتا ہے تو وہ سوٹیاں نمدے کو نہیں مارتا۔ نمدے کے
اندر کی گرد کو مارتا ہے (۱۲) سوار غصے میں گھوڑے کو جب مارتا
ہے تو حقیقت میں گھوڑے کو نہیں مارتا گھوڑے کی بدرفتاری
کو مارتا ہے (۱۳) تاکہ گھوڑا بُری چال چھوڑ کر خوش رفتار ہو
جائے۔ تو شیرے کو بند کرتا ہے تاکہ وہ شراب بن جائے (۱۴)
ایک آدمی یتیم کو غصے سے مار رہا تھا۔ وہ مارنا قند و شکر
تھا لیکن زہر نظر آتا تھا (۱۵) ایک اور آدمی نے یتیم کو روتا
دیکھا نزدیک آیا اور اسے بغل میں لیا (۱۶) مارنے والے کو
کہا کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا اس یتیم کو کس بے رحمی سے مارا ہے
(۱۷) مارنے والے نے کہا بھائی جان۔ میں نے اس شیطان
کو مارا ہے جو اس یتیم کے اندر ہے (۱۸) ماں اگر تجھے کہے کہ
تو مر جائے تو وہ تیری موت نہیں چاہتی بلکہ تیری بُری خصلتوں
کی موت چاہتی ہے (۱۹) جو لوگ اس تادیب سے بھاگتے ہیں
وہ مردی اور مردوں کی آبرو ریزی کرتے ہیں (۲۰) نصیحت
کرنے والے لوگ ان کو جہاد سے منع کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے
کہ وہ نامرد اور مخنث بن کر رہ جاتے ہیں (۲۱) ان بیہودہ

بکواس کرنے والوں کی لاف زنی پر نہ جاؤ۔ ناپاک لوگوں کے ساتھ جہاد میں مت جاؤ (۲۲) اللہ تعالےٰ کہتا ہے کہ یہ لوگ تمہاری تباہی کا باعث ہونگے سست رفیقوں سے دور رہو (۲۳) کیونکہ اگر یہ لوگ تمہارے ہمراہ ہو گئے۔ تو غازی لوگ بے کار ہو جائیں گے (۲۴) یہ لوگ تمہاری صفوں میں شامل ہو جائینگے لڑائی کے وقت بھاگ جائیں گے اور تمہاری صفیں بد دل ہو جائیں گی (۲۵) یہ منافق لوگ ہمراہ نہ ہوں تو تھوڑی سی فوج بڑی فوج سے بہتر ہے (۲۶) تھوڑے سے میٹھے بادام اگر کٹے ہوئے ہوں تو ان زیادہ باداموں سے بہتر ہیں جن میں تلخ بادام بھی شامل ہوں (۲۷) تلخ اور شیریں ظاہری صورت میں ایک جیسے ہوتے ہیں نقص یہ ہے کہ وہ یک دل نہیں ہوتے (۲۸) کافر چونکہ اگلے جہان کے متعلق شک میں ہے اس لئے ہمیشہ ڈرتا رہتا ہے (۲۹) چل رہا ہے لیکن منزل کا پتہ نہیں۔ اندھا دھند ڈر ڈر کر قدم اُٹھاتا ہے (۳۰) مسافر کو راستہ معلوم نہ ہو تو کیا چلے۔ تردد اور تشویش سے دل کو پُر خون کرتا ہے (۳۱) کوئی شخص اسے کہے کہ اس طرف تو راستہ نہیں تو وہ ڈر کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ (۳۲) پس بزدل لوگوں کو اپنا رفیق راہ نہ بنا کیونکہ وہ تکلیف اور ڈر کے وقت بیکار ثابت ہوتے ہیں (۳۳) بھاگ جاتے

ہیں اور تجھے تنہا چھوڑ جاتے ہیں - اگرچہ لاف زنی کے وقت سحر بابل سے بھی زیادہ جادوگری دکھاتے ہیں (۳۵) بانکے آدمی لڑائی نہیں کر سکتے - مور شکار نہیں کر سکتا ÷

شعر (۱) میں اشارہ ہے اس آیت کی طرف - بَاسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعاً وقلوبهم شتّٰى ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْن - کافروں اور منافقوں کی لڑائی آپس میں سخت ہوتی ہے (لیکن مسلمانوں کے مقابلے میں ڈرتے ہیں) تو سمجھتا ہے کہ ان کا آپس میں اتفاق ہے - لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے دل پراگندہ ہیں اور ملے ہوئے نہیں - وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ بے عقل ہیں ÷

شعر (۲۲) میں اشارہ ہے اس آیت کی طرف - وَلو خرجوا فيكم ما زادوكم اِلا خبالا - اگر یہ منافق تمہارے ساتھ لڑائی میں شریک ہونگے تو تمہاری تباہی کا باعث بنیں گے ÷

رَے کے لوگ طرح طرح کی باتیں کر کے مسافر کو ڈراتے رہے لیکن وہ اصرار کرتا رہا کہ میں ضرور رات مسجد میں بسر کرونگا - چنانچہ وہ رات کو اسی مسجد میں لیٹ گیا - آدھی رات کے وقت ایک نہایت ہولناک آواز آئی کہ میں آگیا ہوں - پانچ دفعہ یہی آواز آئی - آواز اتنی ہیبت ناک اور

ڈراؤنی تھی - کہ سن کر انسان کا کلیجہ پھٹ جائے - مگر مسافر نے حوصلہ نہ ہارا - اُٹھا اور بلند آواز سے جواب دیا کہ آتے ہو تو آؤ - مَیں حاضر ہوں - اتنا کہنا تھا کہ وہ طلسم جو ایک دیو کی شکل کا تھا - دھواں بن کر اُڑنا شروع ہوا - اور اس میں سے طرح طرح کے جواہرات اور سونا گرنا شروع ہو گیا - مسافر رات بھر زر و جواہر کی تھیلیاں بھر بھر کر مسجد سے باہر لے جا کر کہیں دفن کرتا رہا - اِس کے بعد موقع پا کر تمام خزانوں کو اپنے گھر لے گیا ۔

جوع الارض کے لئے جہاد حرام ہے

فلسفۂ جنگ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبانی فرماتے ہیں ؎

من نمیکردم غزا از بہر آں	۱	تا ظفر یابم فرو گیرم جہاں
کایں جہاں جیفہ ایست و مُردار رخیص	۲	بر چنیں مُردار چوں باشم حریص
سگ نیَم تا بر جیفۂ مردہ کنم	۳	عیسیٖ ام آیم کہ تا زندش کنم
زاں ہمیکردم صفِ جنگ چاک	۴	تا رہانم مر شما را از ہلاک

زاں نمی برّم گلوہائے بشر	۵	تا مرا باشد کرّ و فرّ و حشر
زاں ہمی برّم گلوئے چند تا	۶	زاں گلوہا عالمے یابد رہا
گر شما پروانہ وار از جہل خویش	۷	پیش آتش میکنید این حملہ کیش
من ہمے رانم شما را ہمچو مست	۸	از در افتادن بآتش با دو دست

ترجمہ (۱) مَیں اس لئے جہاد نہیں کرتا کہ فتح حاصل کروں اور جہان کو مطیع کروں (۲) کیونکہ جہان مردار ہے اور کم قیمت۔ ایسے مردار کی لالچ میں کس طرح کر سکتا ہوں (۳) مردار سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ لے جانا کتوں کا کام ہے۔ میں تو علیؑ ہوں اس لئے آتا ہوں کہ مردار کو زندہ کروں (۴) میں لڑائی ہیں صفوں کو اس لئے کاٹتا ہوں کہ تم کو ہلاکت سے بچاؤں (۵) مَیں لوگوں کے گلے اس لئے نہیں کاٹتا کہ مجھے کرّ و فر اور شان و شوکت حاصل ہو (۶) میں چند گردنیں اس لئے کاٹتا ہوں کہ اُن گردنوں سے باقی دنیا کی گردنوں کو آزادی دوں (۷) اگر تم اپنی جہالت کی وجہ سے پروانہ وار آگ پر گرو (۸) تو مَیں تم کو دونوں ہاتھوں سے آگ میں گرنے سے بچاتا ہوں ٭

مَنْ طَلَبَ شَیْئًا وَجَدَّ وَجَدَ

جدّ و جہد کے فوائد

فرماتے ہیں ؎

سایۂ حق بر سرِ بندہ بود	١	عاقبت جوئندہ یابندہ بود
گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے	٢	عاقبت زاں در بروں آید سرے
چوں نشینی بر سرِ کوئے کسے	٣	عاقبت بینی تو ہم روئے کسے
چوں ز چاہے مے کنی ہر روز خاک	٤	عاقبت اندر رسی در آبِ پاک
جملہ دانند ایں اگر تو نگروی	٥	ہر چہ مے کاریش روزے بدروی
سنگ بر آہن زدی آتش بجست	٦	ایں بپا شد ورنہ باشد نادرست
آنکہ روزی نیستش بخت و نجات	٧	ننگرد عقلش مگر در نادرات
کاں فلاں کس کشت کرد و بر نداشت	٨	واں صدف برد و صدف گوہر نداشت
بلعم باعور و ابلیسِ لعین	٩	سود نامد شاں عبادتہا و دیں

صد هزاران انبیا و رهروان ۱۰ ناپدید اندر خاطر آن بدگمان

این دو را گیرد که تاریکی دهد ۱۱ در دلش ادبار جز این کی کند

پس کسی کو نان خورد دلشاد او ۱۲ مرگ او گردد بگیرد در گلو

پس تو ای ادبار رو نان هم مخور ۱۳ تا نیفتی همچو او در شور و شر

صد هزاران خلق نانها می‌خورند ۱۴ زور می‌یابند و جان می‌پرورند

تو بدان نادر کجا افتاده‌ای ۱۵ گر نه محرومی و ابله زاده‌ای

این جهان پر آفتاب و نور ماه ۱۶ تو بهشته سر فرو برده به چاه

که اگر حق است پس کو روشنی ۱۷ سر ز چه بردار و بنگر ای دنی

جمله عالم شرق و غرب آن نور یافت ۱۸ تا تو در چاهی نخواهد بر تو تافت

چه رها کن رو به ایوان و کروم ۱۹ کم ستیز اینجا بدان کاللج شوم

هین مگو کاینک فلانی کشت کرد ۲۰ در فلان سال و ملخ کشتش بخورد

پس چرا کارم که اینجا خوف هست ۲۱ پس چرا افشانم این گندم ز دست

هین مکن استیزه و در کار کن ۲۲ تا تو گل کشت کن بشنو سخن

ہر کہ استیزہ کند بر رو فتند	۲۳	آنچناں کو بہ نخیزد تا ابد	
وانکہ او نگزاشت کشت و کار را	۲۴	پر کند کوری تو انبار را	

ترجمہ (۱) خدا کا سایہ بندے کے سر پر ہوتا ہے۔ آخر کار جستجو کرنے والا اپنا مدعا حاصل کر لیتا ہے (۲) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر تو کسی دروازے کو کھٹکھٹاتا رہے گا تو آخر کار کوئی آدمی باہر نکل ہی آئے گا (۳) اگر تو کسی کے کوچہ میں جا کر بیٹھ جائے گا تو آخر کار تو کسی کا منہ دیکھ ہی لے گا۔ (۴) اگر تو ہر روز کوئیں سے مٹی نکالتا رہے گا تو آخر کار پانی نکل ہی آئے گا (۵) تو مانے نہ مانے یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جو کچھ تو بوئے گا ایک دن وہی کاٹے گا (۶) اگر تو لوہے کو پتھر پر مارے گا تو آگ نکل آئے گی۔ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے اگر کبھی ایسا نہ ہو تو یہ شاذ و نادر بات ہے (۷) جس شخص کے نصیب میں بخت اور نجات نہ ہو۔ اس کی عقل شاذ و نادر باتوں کی سند پکڑتی ہے (۸) وہ بد نصیب کہتا ہے کہ فلاں آدمی نے ہل چلایا اور بیج ڈالا مگر فصل نہ ہوا۔ فلاں آدمی نے سمندر سے سیپ نکالا مگر اس میں موتی نہ تھا (۹) بلعم باعور اور شیطان مدتوں عبادت کرتے رہے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا (۱۰) یہ بدبخت ان نادرات کو دیکھتا ہے لیکن لاکھوں پیغمبر اور اُن کے کروڑوں پیرو

جو فائدے عبادت سے اُٹھاتے ہیں اُن کی طرف نظر نہیں کرتا
(۱۱) ان دو کی مثال لیتا ہے جو اُسے اندھیرے میں لے جاتی
ہے۔ بدبختی اُس کے دل میں اور خیال پیدا ہی نہیں ہونے
دیتی (۱۲) کئی دفعہ اتفاق ہوا ہے کہ آدمی خوشی خوشی روٹی
کھاتا ہے۔ لقمہ اُس کے گلے میں پھنس جاتا ہے اور وہ مرجاتا
ہے (۱۳) پس اے بدبخت تو روٹی بھی نہ کھا تاکہ تو بھی مصیبت
میں نہ پڑ جائے (۱۴) لاکھوں آدمی روٹی کھاتے ہیں اور طاقت
حاصل کرتے ہیں (۱۵) تو ایک آدھ مثال پر روٹی نہیں
چھوڑتا۔ محروم اور ابلہ زادہ ہی ایسا کرسکتا ہے (۱۶)
جہان سورج اور چاند کی روشنی سے معمور ہے۔ لیکن تو نے
سر کنوئیں میں ڈالا ہوا ہے (۱۷) اور کہتا ہے کہ اگر روشنی
کہیں ہے تو مجھے نظر کیوں نہیں آتی۔ اے بدبخت کنوئیں
سے سر باہر نکال اور روشنی دیکھ (۱۸) تمام جہان میں روشنی
پھیلی ہوئی ہے لیکن جب تک تو کوئیں کے اندر ہے تجھے
نظر نہ آئے گی (۱۹) کوئیں سے باہر نکل۔ محلّات اور باغات
کو دیکھ۔ فضول بحث نہ کر کیونکہ فضول بحث کرنے والے
ہمیشہ بے نصیب رہتے ہیں (۲۰) یہ نہ کہو کہ فلاں آدمی نے
فلاں سال زمین کاشت کی لیکن اُسے ٹڈی کھا گئی (۲۱)
پس میں کاشت کیوں کروں کہ ٹڈی کا ڈر ہے۔ اپنے ہاتھ سے

گندم ضائع کیوں کروں (۲۲) فضول بحث نہ کر۔ جا اور کام کر۔ توکل کر اور کاشت کر (۲۳) جو آدمی فضول بحث کرتا ہے وہ ایسا گرتا ہے کہ پھر کبھی نہیں اٹھتا (۲۴) اور جو شخص کاشت کاری نہیں چھوڑتا وہ تیری حماقت کے باوجود غلے سے انبار بھر لیتا ہے ۞

خاتمہ دفتر سوم

مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

مطبوعہ فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۱۹ سرکلر روڈ لاہور باہتمام عبدالحمید خان پرنٹر